DAMAGE BOOK

UNIVERSAL LIBRARY

OU_188801

UNIVERSAL LIBRARY

منیجر صاحبان یتیموں اور سکول
ان سب کو پڑھ کر اپنا وقت خراب نہ فرمائیے

[signature]
3/5/51

کے بیان پر [illegible] غیر مفید یا نہ اضافہ لکھے ہونے کی
وجہ سے کاٹ دیئے گئے

[signature]
۳/۲/۵۱

شوکتِ انگلیشیہ

اتارۂ طلبائے پنجم پرائمری و اول مڈل کے لئے

مؤلّفہٗ

مولوی فیروز الدّین اینڈ سنز پبلشرز لاہور

جو

عالیجناب ڈائرکٹر صاحب بہادر سررشتۂ تعلیم پنجاب کے
سرکلر نمبر $\frac{3}{352}$ مورخہ $21\frac{1}{15}$ کے مطابق تمام
سرکاری - غیر سرکاری - امدادی - غیر امدادی - مقبولہ
مدارس پنجاب کے لئے سپلیمنٹری ریڈر قرار دی گئی ہے

مطبوعۂ پنجاب نیشنل سٹیم پریس لاہور
قیمت فی جلد . . . . . پانچ آنے چھ پا ۵/۶

التماسِ مُصنّف

نصابِ تعلیم میں اگرچہ تاریخ ۔ جغرافیہ ۔ اخلاق و ادب وغیرہ کی متعدد کتابیں مروّج ہیں ۔ لیکن کوئی ایسی عام فہم اور دلچسپ کتاب داخل نہ تھی جو طلباء کو سلطنتِ انگریزی و خاندانِ شاہی کے حالات اور اس کے انتظام و احتشام وغیرہ مضامین سے واقف اور برٹش امپائر کی برکات و حسنات اور خیالات و معاملات سے آگاہ کرکے حاکم و محکوم اور شاہ و رعایا کے رشتۂ محبت و یگانگت کو مضبوط کرنے کے لئے بُنیادی پتھر کا کام دے سکے جس کی عموماً ہمیشہ اور خصوصاً آجکل سخت ضرورت ہے +

اس کتاب میں اسی مدعا کے مطابق طلباء کی ابتدائی استعداد و مذاق کے موافق تاریخ و جغرافیہ اور اخلاق و ادب کے ایسے مضامین کو چُنا گیا ہے ۔ کہ جن سے اصل مُدعا حاصل ہونے کے ساتھ اُن کے معلومات اور ضروریاتِ تعلیم میں بھی بہت بڑی امداد مل سکے +

اُمید ہے کہ مقامی افسرانِ تعلیم اور ہیڈ ماسٹر صاحبان اگر امتحاناً بھی اس کتاب کی خواندگی پر توجہ فرمائینگے ۔ تو طلباء کے خیالات و استعداد میں خاص ترقی ملاحظہ فرمائینگے ۔ خاکسار مُؤلف عالیجناب آنریبل مسٹر جے ۔ سی ۔ **گاڈلے** صاحب بہادر ۔ ایم ۔ اے ۔ سی ۔ آئی ۔ ای ۔ ڈائرکٹر سررشتۂ تعلیم پنجاب کی اس قدردانی کے لئے تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے ۔ جو صاحب موصوف کی طرف سے پہلے اس کتاب پر پنجاب گورنمنٹ کی طرف سے مصنّف کو اعزاز انعام دلانے اور پھر اس کے سپلیمنٹری ریڈر مقرر فرمانے کے لئے ظہور میں آئی ہے +

خاکسار مؤلّف

شوکتِ اِنگلشیہ

Checked 1975

بابِ اوّل

دارُالسّلطنتِ لنڈن

[illegible]

یہ عظیم الشان شہر کرۂ ارض کے اکیاون درجہ تیس دقیقہ عرض شمالی اور پانچ دقیقہ طولِ غربی میں دریائے ٹیمس کے دونو کناروں پر پندرہ میل لمبے اور بارہ میل چوڑے رقبے میں آباد ہے گویا کہ ۱۸۰ مربع میل میں شہر لنڈن بستا ہے +

۲۔ آب وہوا

موسم یہاں کا سخت سرد ہے - اور بارہ مہینوں میں کوئی موسم ایسا نہیں جس میں ہندوستان کی طرح باریک کپڑے

سلہ طولِ بلد کو زمانۂ حال کی رصد میں گرین وچ سے لیتے ہیں - جو ملک گرین وچ کے مشرق میں واقع ہوئے ہیں وہ طولِ مشرقی پر اور جو مغرب کی سمت آباد ہیں وہ طولِ غربی پر قرار دئے جاتے ہیں۔طول سے صبح و شام کا فرق معلوم ہوتا ہے اور عرضِ شمالی یا جنوبی سے موسم کا اعتدال اور سردی گرمی کا اندازہ ہوتا ہے - شمالی درجے خطِ استوا کی شمال کو قطبِ شمالی تک اور جنوبی جنوب کی طرف حساب کئے جاتے ہیں +

لٹھے ململ کے پہن سکیں۔ ابر تو عموماً گھرا رہتا ہے اور بارش اکثر
ہوتی رہتی ہے۔ کیونکہ اوّل تو ملک ہی سرد ہے۔ دوسرے
دخانی کلوں کے بخارات مطلع صاف نہیں ہونے دیتے۔ سردیوں
میں تو اِس شدّت سے برف گرتی ہے کہ جھیلیں اور دریا
جم کر برف کے میدان بن جاتے ہیں۔ جن پر بے تکلّف گاڑیاں
اور آدمی چلتے پھرتے رہتے ہیں۔ چونکہ یہاں کے رہنے والے
دموی المزاج ہیں اس لئے سردی سے مطلق نہیں گھبراتے
بلکہ برف سے طرح طرح کے کھیل کھیلتے رہتے ہیں +

باشندے

باشندے تنومند۔ سُرخ و سفید۔ پرلے درجے کے خوددار
اور حتے المقدور خوش خوراک و خوش پوشاک ہیں۔ امراء
کی خوراک میں تو عام طور پر تین حصّے گوشت اور صرف
ایک حصّہ اناج اور سبزی ترکاری مستعمل ہے۔ مگر غریب بھی
حسب استطاعت گوشت بہت کھاتے ہیں۔ لیکن باوجود خوش خوری
کے بیس پچیس برس کی عمر سے پہلے شادی کوئی نہیں
کرتا۔ تاکہ دُنیا کے بے شمار دھندے تحصیل علم و ہنر
اور صحت میں مخلل انداز نہ ہوں۔ اس لئے صحت عموماً
اچھی رہتی ہے +

پیداوار

اناج کی پیداوار بہت ہی کم اور میوہ جات بھی برائے نام
ہوتے ہیں۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ لنڈن کی متعلقہ زراعت
ساری زمین شہر کے لئے سال بھر میں صرف نو دن کی خوراک
بہم پہنچا سکتی ہے۔ جس قدر اراضیات موجود ہیں عام طور پر
باغات یا چوپاؤں کے چارے کے کام آتی ہیں۔ اناج کی
زراعت نہیں ہوتی دوسرے ہی ملکوں سے آتا ہے اور اس کو

تجارتی اعجاز ہی کہنا چاہئے۔ کہ بعض اوقات ہندوستان۔ لنڈن یا امریکہ[1] میں گیہوں کا نرخ یکساں ہو جاتا ہے +

آبادی

آبادی پچاس لاکھ اشخاص کی ہے۔ جو دنیا کے کسی دوسرے شہر کو میسر نہیں۔ اور اسی پر حصر نہیں۔ بلکہ دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ تقریباً تین لاکھ آدمی روزانہ پچاس پچاس اور ساٹھ ساٹھ میل کی مسافت طے کر کے پڑھنے۔ نوکریاں اور دوسرے کار و بار کرنے آتے ہیں اور شام کو واپس چلے جاتے ہیں +

جزائر برطانیہ

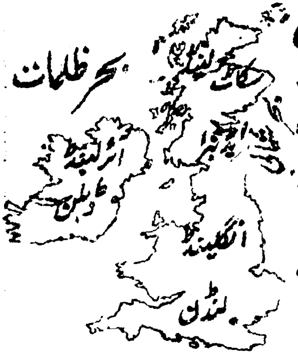

عجیب غریب ریل گاڑیاں

اتنے بڑے شہر میں چلنے پھرنے آنے جانے کے لئے چار قسم کی ریلوے جاری ہیں۔ ایک تو معمولی زمین پر چلنے والی دوسری زمین کے نیچے اور تیسری اس سے بھی نیچے چلنے والی۔ اور برخلاف ان کے چوتھی اتنی بلندی پر چلتی ہے۔ کہ کئی مکانوں کی چھتوں پر سے گذر جاتی ہے۔ ہر ایک ٹرین میں دس گاڑیاں اور ۲۴۰ آدمیوں کی نشست ہوتی ہے۔ آمد و رفت کا یہ حال ہے۔ کہ ہر روز صبح پانچ بجے سے رات کے ایک بجے تک ہر ایک سٹیشن سے پانچ پانچ منٹ کے بعد ٹرینیں چھوٹتی رہتی

---

[1] امریکہ میں بھی گیہوں وغیرہ کی پیداوار اچھی ہوتی اور دوسرے ملکوں کو بھیجی جاتی ہے +

ہیں۔ زمین کے اوپر اور نیچے چلنے والی ٹرینوں کے لئے لفٹ یعنی حرکت کرنے والے کمرے بنے ہوئے ہیں۔ لوگ اُن میں ٹکٹ لیکر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور بٹن دباتے ہی کمرے کا کمرہ اوپر یا نیچے کے پلیٹ پر جا پہنچتا ہے۔ سواریاں گاڑی میں بیٹھ جاتی ہیں اور کمرے میں اور لوگ بھر جاتے ہیں۔ پھر بٹن دبایا جاتا ہے۔ اور کمرہ پھر وہیں کا وہیں آرہتا ہے۔ اس کے سوا قسم قسم کی بے شمار گاڑیاں اور کشتیاں بھی چلتی رہتی ہیں۔ گھوڑا گاڑیوں کے کرائے یوں تو گھنٹوں کے حساب سے بھی مقرر ہیں۔ مگر سواریوں کی تعداد اور مسافت کے لحاظ سے کمی بیشی بھی ہو جاتی ہے +

مکانات سب کے سب پکے پتھر یا لوہے کی چادروں کے چھ چھ اور آٹھ آٹھ منزلہ بنے ہوئے ہیں۔ دخانی کارخانوں کی کثرت سے ہر وقت دھواں نکلتا اور پھیلتا رہتا ہے۔ اس لئے عمارات کے بیرونی حصے کا رنگ سیاہ رکھا گیا ہے۔ پتھر اور چونے کے مکانات اکثر امراء کے پائے جاتے ہیں۔ ورنہ اب تو عام طور پر ایک خاص بناوٹ کی لوہے کی دبیز چادریں ہی تعمیر کا کام دیتی ہیں۔ ان کے دونو طرف قلعی چونہ اور اسپنے مل وغیرہ جس کی ضرورت ہو بخوبی چڑھ سکتا ہے۔ اور دیکھنے والوں کو معلوم بھی نہیں ہوتا۔ کہ ہم پتھر کے مکان میں بیٹھے ہیں یا لوہے کے مکان میں۔ پتھر کے مکانوں کی گراں قدر لاگت اور وقت کی بچت کے لئے ایسے کئی کارخانے قائم ہیں۔ کہ اُن کے پاس مکان کا نقشہ بھیج دیا جاتا ہے اور وہ آہنی اور

دوسرا ضروری سامان مزدوروں اور مستریوں سمیت بھیج کر چار پانچ دن میں مکان تیار کرا دیتے ہیں۔ خریدار صرف واجبی دام ادا کر دیتا ہے۔ کاریگروں سے نہ کام کرانے کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ مصالحہ کے لئے دوڑ دھوپ کی جاتی ہے۔ ہر ایک مکان کے پاخانے اور غسل خانے میں واٹر پائپ (پانی کی ٹوٹیاں) لگی ہوئی ہیں۔ بھنگی کی ضرورت نہیں پڑتی۔ غلاظت کو پانی ہی بہا لے جاتا ہے +

صفائی و روشنی کا انتظام ایک کمیٹی کے سپرد ہے۔ جس میں لنڈن کے ہر حصّے کے قائم مقام ممبر شامل ہیں اور صدر نشین لارڈ مے آر کہلاتا ہے۔ یہ منصب اتنا عظیم الشّان ہے کہ جس دن لارڈ مے آر منتخب ہوتا ہے اُس دن ایک ایسا عالی شان جلوس شہر میں گشت کرتا ہے۔ کہ یہاں سوائے بڑے بڑے درباروں کے اُس کا نظیر نہیں ملتا۔ جلوس دیکھنے کے لئے لوگ گذر گاہ پر بڑے بڑے معقول کرائے دیکر بیٹھتے اور "ہپ ہپ ہُرّا" کے نعرے لگا کے دلی خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس کمیٹی کے ممبر سٹی فادر یعنی "شہر کے باپ" کہلاتے ہیں اور بیشک اپنے فرائض کو عمدہ ذمہ واری کے ساتھ ادا کرتے ہیں +

تجارت

تجارت کا عروج لنڈن سے بہتر کہیں نہیں ہے۔ جس کو اس امر میں گویا دنیا بھر کا پیشوا کہنا چاہئیے۔ اس کی ہر ایک دوکان طرح طرح کے سامانوں سے سجی سجائی خوشنمائی میں محلاتِ شاہی کا نمونہ اور دلفریبی میں بجائے خود عجائب خانہ نظر آتی ہے۔ لوگوں کو اپنی طرف

متوجہ کرنے کے لئے تاجروں کی دوکانوں پر قسم قسم کی حرکت کرنے
والی تصویریں اور عجائب روزگار نئے نئے کھیل تماشے مفت
موجود ہیں۔ سائن بورڈ صرف معمولی حروف ہیں ہی نہیں۔
بلکہ ایسے دلچسپ بنائے جاتے ہیں۔ کہ رات کو برقی روشنی
مختلف رنگوں اور طرح طرح کے کھیلوں میں اُن کے حروف
نمایاں کرتی رہتی ہے۔ اسی کے ساتھ سلسلۂ اشتہارات نے
وہ ترقی کی ہے۔ کہ غالباً کوئی طریقہ اچھا یا بُرا اشتہار بازی
کا باقی نہیں رہا۔ بازاروں اور گلی کوچوں میں مکانوں کی
دیواروں پر ہی رنگا رنگ کے اشتہار لگانے پر اکتفا نہیں
کی جاتی بلکہ ہزارہا آدمی اپنے گرد و پیش تختے باندھے تماشہ
بنے ہوئے پھرتے ہیں۔ جنگل میں چرنے والے جانوروں
کی پیٹھ پر موٹے موٹے حروف میں دوکانوں کے نام اور
اُن کی چیزوں کی تعریفیں لکھ رکھی ہیں۔ اخبارات میں
ایک ہی چیز کا اشتہارات کئی کئی الفاظ اور عنوانوں سے
چھپ رہا ہے۔ اشتہار نویسوں کا ایک خاص گروہ پیدا
ہوگیا ہے۔ جو اشتہاروں میں نت نئی جدت آفرینیاں کرکے
خود بھی معقول فیسیں حاصل کرتا اور تاجروں کو بھی
معقول فوائد پہنچاتا رہتا ہے اور پھر اسی پر بس نہیں
بلکہ اور بھی ایسی تمام ترکیبیں جو ترقئ روزگار کا ذریعہ
ہوسکتی ہیں پورے اہتمام کے ساتھ برتی جاتی ہیں۔ اول
تو جس قسم کی دوکان پر چلے جایئے اُس میں اُس کی
جملہ اقسام کی چیزیں مہیا ہیں۔ پھر یہ کہ دکھانے کے کام
پر عموماً شریف خوش اخلاق اور خوبصورت عورتیں مقرر ہیں

تاکہ اِدھر تو خریداروں کو اُن سے بات چیت میں آسانی ہو اور اُدھر قیمتوں کی ارزانی و گرانی کا سوال نہ چلے۔ اس پر خوش خلقی کی خاص احتیاط کی جاتی ہے۔ ان باتوں اور سامانوں کے ہوتے ہوئے اوّل تو جو شخص دوکان پر جائیگا۔ خالی کیوں آئیگا۔ لیکن تہذیب کا یہ حال ہے۔ کہ دو دو گھنٹے دوکانوں کی سیر کرکے بھی جو لوگ کچھ نہ لیں۔ ممکن نہیں کہ دوکان کے کارندے ماتھے پر بَل یا دل میں میل لائیں۔ بدستور ہر ایک کو اعزاز کے مطابق رخصت کرینگے۔ مال کی یہ حالت ہے۔ کہ ایک ایک دوکان میں لاکھوں کا سودا اور ایک ایک کار خانہ میں کروڑوں روپے کا سامان بھرا پڑا ہے۔ کیونکہ لنڈن صرف اپنے ہی رہنے والے پچاس لاکھ آدمیوں کی ضرورتیں پوری نہیں کرتا۔ بلکہ دنیا بھر کی تجارتی ضروریات کو مہیا کرنے کا ٹھیکہ دار بنا ہوا ہے۔ اور کوئی شبہ نہیں کہ یہی وہ اعلےٰ اولوالعزمی ہے۔ جس نے انگریزی قوم کو آج دُنیا بھر میں دولتمند اور مہذب بنا رکھا ہے۔ اس تجارت کو ہندوستان کی تجارت کے مطابق سمجھنا درست نہیں جہاں کے رہنے والے اپنے اپنے کسب و ہنر اور طریقۂ تجارت کا دوسرے کے سامنے بیان کرنا ہی نقصان کر لینے کے برابر سمجھتے ہیں۔ اکثر تو یہاں تنہا خوری کے وہی پُرانے طریقے رائج ہیں اور اگر کسی نے بظاہر انگریزوں کی تقلید پر مشترکہ کار خانہ قائم بھی کیا تو نیت کی ناصفائی کے باعث ٹھگنی ہی کھانی پڑتی ہے۔ کیونکہ ہر ایک کی یہی خواہش ہے کہ دُنیا بھر کا نفع میں

اکیلا سمیٹ لوں - حالانکہ ولایت میں یہ دستور معیوب ہے -
جس طرح ہمارے ہاں غالبًا سو دوکانوں میں ایک ایسی نکلیگی
جس میں دو چار آدمی شریک سرمایہ ہوں - ویسی ہی ولایت
میں ایسی دوکانیں بہت کم ملینگی - جن کا مدار ایک ہی شخص
کے نفع و نقصان پر ہو - وہاں تو قوم کا روپیہ لے کر
چند واقفکار اور دیانتدار اشخاص بڑے بڑے پیمانوں پر
کام چلاتے اور نفع میں قوم کی قوم کو شریک کر لیتے ہیں -
اوّل تو قوم ہی سمجھدار ہے - کمپنیوں کے مہتمم بھی عموماً
دیانتدار لوگ ہی ہوتے ہیں - لیکن اس پر بھی ملک کے
مشہور معتبروں اور سرمایہ داروں کی ایک کمیٹی صرف اس
غرض سے قائم ہے - کہ تجارتی معاملات کی دیکھ بھال -
پورا ماپنے تولنے اور حصّہ داروں کو باقاعدہ نفع پہنچنے کا
انتظام کرتی رہے اور اِس کے ساتھ تجارتی گروہ کو
مذہبی فرائض بھی بھولنے نہ دے +

تعلیم

تعلیم کا یہ حال ہے - کہ بادشاہ سے مزدور تک اور
بوڑھے سے لے کر بچے تک سب کم و بیش تعلیم
یافتہ ہیں - سب سے بڑی بات یہ ہے - کہ کوئی
شخص صرف نوکری کے لئے نہیں پڑھتا بلکہ گذر اوقات
کے لئے جس طرح آدمی بولنا چالنا سیکھتا اور کھانا کمانا اپنا
فرض سمجھتا ہے - ویسے ہی یہ بھی ضروری سمجھا جاتا ہے -
البتہ مزدوری پیشہ لوگ صرف معمولی واقفیت کے بعد
پیٹ کے دھندوں میں لگ جاتے ہیں - اور شہر لنڈن
میں تو شاید گنتی کے ہی کچھ لوگ نکلینگے جو لکھنے پڑھنے

سے معذور ہوں ورنہ آنکھوں والے تو کجا اندھوں۔ گونگوں۔ بہروں تک کے لئے مدرسے جاری ہیں اور یہی سب سے

اخبار

بڑی وجہ انگلستان کے اخبارات کی قوت اور وہاں کے لوگوں کے اتفاق و اتحاد کی ہے۔ کہ جب کبھی قوم کے پیش رو کوئی ہدایت کرتے ہیں۔ اخبارات کے ذریعہ دنوں اور گھنٹوں میں ملک کا ملک اُن کا ہم رائے اور ہم آواز ہو جاتا ہے۔ اخبارات کی کثرتِ اشاعت کا بھی یہی راز ہے۔ کہ ہر ایک شخص غریب ہو یا مالدار کسی نہ کسی اخبار کو ضرور پڑھتا اور تازہ سے تازہ خبریں حاصل کرکے معلومات کو بڑھاتا رہتا ہے۔ کئی اخبار روزانہ ہیں۔ کئی اس سے بھی زیادہ قدم مارتے یعنی صبح اور شام دو دفعہ چھپتے ہیں۔ اور ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں فروخت ہوتے ہیں۔ اور یہی سبب اخباروں کے سستا ہونے کا بھی ہے۔ معزز لوگ کئی کئی اخبارات خریدتے اور ایک ہی گھر میں باپ۔ بیٹا۔ بھائی وغیرہ جتنے لوگ بھی ہوں الگ الگ اپنا اخبار منگاتے ہیں۔ دولتمند اور باخبر لوگ تو ایسے شائق ہیں۔ کہ اُن کے گھروں میں قوتِ برقی کے سلسلہ سے ملی ہوئی ایک ایک مشین رکھی ہے۔ جس کا تعلق پارلیمنٹ اور دوسرے تمام ایسے محکموں کے ساتھ مربوط ہے۔ جہاں سے نئی خبریں نکل سکتی ہیں۔ پس جہاں کسی جگہ کوئی نئی خبر آئی مشین نے خود بخود لکھ کر پھینک دی +

اللہ اکبر! کتنا بڑا شوق اور دلچسپی ہے۔ اس شوق اور

دلچسپی کو اپنے شوق اور دلچسپی اور اُن اخباروں کا اپنے اخباروں سے مقابلہ کروگے تو زمین و آسمان کا فرق نظر آئیگا +

لنڈن کے بعض قابلِ دید مقامات

ویسٹ منسٹر

اس عالیشان محل کی بنیاد تو ولیم فتّاح نے ڈالی تھی جس کے بعد اکثر شاہان انگلستان اس کی تعمیر میں اپنے حسبِ پسند تغیر و تبدل کرتے رہے اور آخر الامر ملکہ وکٹوریہ نے ایک کروڑ بیس لاکھ کے خرچ سے اس کی تعمیر کو مکمّل کرایا - یہی وہ قصرِ عظیم الشان ہے جس میں اکثر جلیل القدر شاہان یورپ کو اُتارا جاتا ہے اس محل میں شاہانِ انگلستان اور دُنیا کے تمام مشہور انسانوں کی قدِ آدم تصویریں نہایت قرینے سے آویزاں ہیں - کئی عالیشان کمرے الگ الگ کاموں کے لئے موجود ہیں - مثلاً سونے - کھانے غسل کرنے پوشاک پہننے پڑھنے اور دربار کرنے

سینٹ پال گرجا

کے کمرے الگ الگ ہیں۔ چار کمرے سُرخ۔ سبز۔ زرد اور بنفشی رنگ کے خاص قابلِ ذکر ہیں۔ پردے۔ فرش اور چھت سب کی پوشش ہم رنگ بنائی گئی ہے۔ فرنیچر (سامان آرائش) بھی ہر کمرے میں اُسی رنگ کا لگایا ہے۔ محل میں ایک چھوٹا سا گرجا بھی بنا ہے۔ جس میں بادشاہ سلامت نماز و دُعا کے فرائض ادا کرتے ہیں۔ ایک عالیشان کتب خانہ بھی ہے اور ایک کمرہ میں وہ نادراتِ زمانہ اشیاء جمع رہتی ہیں۔ جو سلطنتِ انگریزی کو مفتوح ریاستوں اور سلطنتوں سے حاصل ہوئی ہیں۔ ساتھ ہی شاہی اصطبل ہے اور باغ کی لطافت و طراوت کا تو کیا ہی کہنا۔ جس میں ایک خوشنما تالاب اور فوّارے کو چوطرفہ رنگ برنگ کے پھولوں اور گملوں سے ایسا آراستہ کیا گیا ہے۔ کہ دیکھ کر جی باغ باغ ہو جاتا ہے +

وار آفس

نہایت بلند و وسیع اٹلی کی طرز کی عمارت ہے۔ جس کا اندرونی صحن ۲۵۰ فیٹ لمبا اور ۱۷۰ فٹ چوڑا ہے کمرے بھی سب کے سب اعلٰے فرنیچر سے آراستہ و پیراستہ ہیں +

انڈیا آفس

یہ بڑی شاندار تعمیر ہے۔ اس کی چھت شیشے کی بنی ہے اور شاہی کمرے بڑے تکلّف سے سجے ہوئے ہیں

کالونیل آفس

اُسی کے ساتھ کالونیل آفس ہے جس پر پچھتر لاکھ روپے خرچ ہوئے ہیں +

[illegible]

یہ لنڈن میں قابلِ دید بازار ہے۔ جس میں نہ صرف جلیل القدر ممبرانِ خاندانِ شاہی اور دوسرے عالیشان افسرول

کے مکانات ہی ہیں بلکہ بڑے بڑے سوداگروں کی بے نظیر دوکانیں بھی اسی بازار میں واقع ہیں +

یہ قابل دید عمارت اپنے بانی جان شیفیلڈ ڈیوک آف

بکنگھم کے نام سے موسوم ہے۔ جو پہلے پہل سنہ ۱۷۰۳ء میں تعمیر ہوئی تھی۔ اور سنہ ۱۷۶۳ء میں اسے جارج سوم نے خرید کر اقامت گاہِ شاہی قرار دیا تھا۔ پھر جارج چہارم نے اس پرانی عمارت کو گرا کر اپنے ڈھب کا بنوایا۔ جس کے بعد ملکۂ وکٹوریہ نے اسے اپنے قیام کے لئے انتخاب فرمائے سنہ ۱۸۴۶ء میں تخمیناً ساڑھے بائیس لاکھ کے صرف سے اس کی ترمیم و تجدید فرمائی۔ اس میں ایک وسیع ہال ناچ۔ باجا اور لیویز دربار کے لئے بنایا گیا ہے۔ جس کا فرش تو کئی رنگ کے خوبصورت پتھروں کا ہے اور چاروں طرف سنگ مرمر کے دوہرے ستونوں کی قطاریں قائم ہیں۔ گرین ڈرائنگ روم ایک نہایت عمدہ کمرہ پچاس فیٹ لمبا ہے اور کمرۂ تخت گاہ ۶۴ فیٹ طویل ہے جس میں قرمزی اطلس کا فرش کیا گیا ہے۔ محراب دار چھت بھی بیش قیمت سامانوں سے آراستہ کی گئی ہے۔ اس محل کے متعلق ۱۰۸ فیٹ لمبا ایک پکچر گیلری یعنی تصویر خانہ بھی ہے۔ جس میں مشہور اور منتخب روزگار تصاویر آویزاں ہیں۔ اس کے ساتھ شاہی اصطبل ساڑھے تین ایکڑ زمین میں اس خوش سلیقگی سے بنا ہے کہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں قسم قسم کی چالیس گاڑیاں موجود رہتی ہیں۔ ایک گاڑی ملمع کی

ہوئی بھی موجود ہے۔ جس کی لاگت ایک لاکھ پندرہ ہزار ہے +

سینٹ پال گرجا

یہ عالیشان گرجا ۵۱۵ فٹ طول اور ۱۸۰ فیٹ عرض میں پورٹ لینڈ کے پتھر سے بنا ہوا ہے۔ درمیانی گنبد ۱۴۷ فیٹ قطر کا ہے۔ جس پر ایک نہایت عمدہ لالٹین نصب ہے۔ اس گرجا میں سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ جب سے لنڈن میں دینِ عیسوی پھیلا ہے یہ گرجا اپنی جگہ پر قائم چلا آتا ہے۔ موجودہ عمارت ۱۶۷۵ء سے ۱۷۱۰ء تک پینتیس سال میں بنی تھی۔ اس کے مغربی دروازہ

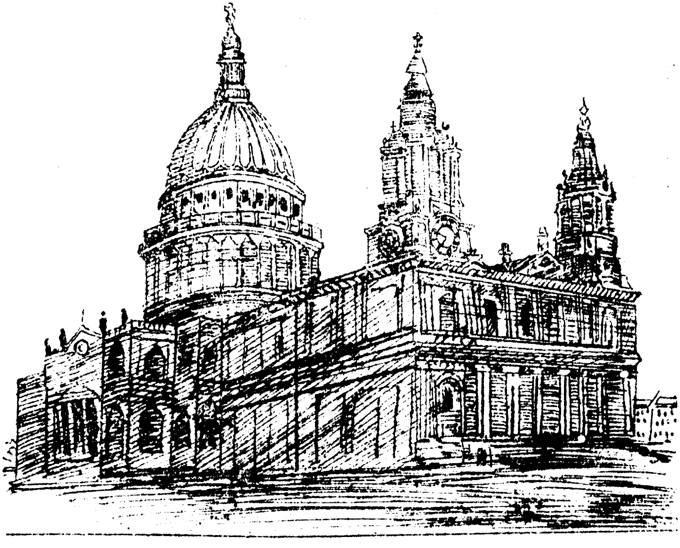

کے سامنے ملکۂ اینی کا لعبت کھڑا کیا گیا ہے اور جنوبی سمت کے برج پر ایک عمدہ گھنٹہ رکھا گیا ہے۔ جو دو سال میں

بن کر تیار ہوا تھا اور ۱۸۵۶ء میں جاری کیا گیا تھا۔ اس گھنٹے کا لنگر ۱۵ فیٹ وزن سوا دس من اور قطر ۱۷ فیٹ ہے۔ ہندسوں کے حروف ۲ فیٹ ۹۔ انچ لمبے ہیں۔ گھنٹے کی سوئی ساڑھے پانچ فیٹ اور منٹ کی ساڑھے نو فیٹ طویل ہے۔ گھنٹہ گھر میں بجنے کے کئی گھنٹے رکھے ہیں جن میں سب سے بڑا گریٹ پارک کے نام سے موسوم ہے۔ یہ گھنٹہ انگلستان کے سب گھنٹوں سے بڑا ہے۔ اس کا وزن ۴۹۰ من ہے بلندی ۹ فیٹ قطر ۹ فیٹ ۷۔۱ انچ اور کنارے کے حصّے پر مٹائی ۹ انچ ہے۔ یہ گھنٹہ صرف شاہی خاندان کے کسی ممبر یا کسی بڑے پادری کے انتقال پر بجایا جاتا ہے۔

پارلیمنٹ

یہ عالی شان عمارت آٹھ ایکڑ زمین پر ۹۰۰ فیٹ لمبی اور ۳۰۰ فیٹ چوڑی بنائی گئی ہے۔ دریا کی طرف کا برآمدہ ۹۴۰ فیٹ طویل اور ۳۳ فیٹ عریض ہے جس کی بڑی محرابوں میں ولیم فتاح سے لے کر شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم تک کے لعبت رکھے ہوئے ہیں۔ پارلیمنٹ کی عمارت میں گیارہ سو کمرے اور ایک سو زینے ہیں۔ جس کے مغربی گوشہ میں وکٹوریہ ٹاور کے نام سے ایک ۳۳۱ فیٹ بلند۔ اور ۷۵ فیٹ مربع مینار چار مخروطی ڈاٹوں پر قائم کیا گیا ہے۔ اس مینار کی ۵۵۳ سیڑھیاں ہیں۔ اس کے اوپر دو فیٹ قطر کی ایک لوہے کی سلاخ ۱۲۰ فیٹ اونچائی پر لگی ہوئی ہے۔ کہ جب پارلیمنٹ

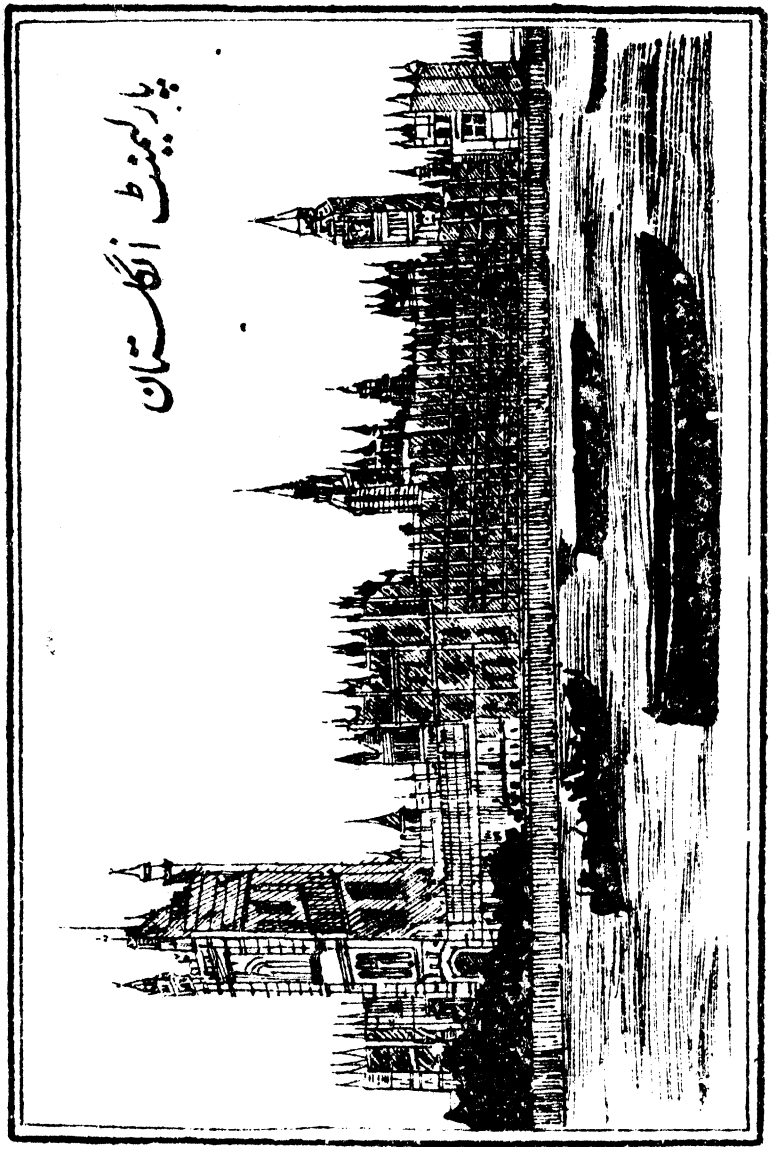

پارلمنت انگلستان

کی نشست ہو اس پر پھریرا اُڑا دیا جائے۔ وکٹوریہ ٹاور کی طرح شمال مغربی گوشہ پر بھی ۳۲۰ فیٹ مرتفع ایک گھنٹہ گھر بنا ہے۔ جس پر ایک بڑا چورُخہ گھنٹہ نصب ہے۔ یہ گھنٹہ دریائے ٹائمس کے پانی کی چال سے خود بخود چابی حاصل کرتا ہے۔ ۲۷۴ من وزن ہے اور ہر ایک ڈائل کا قطر ساڑھے بائیس فیٹ ہے۔ اس کے ہندسوں کے حروف دو دو فیٹ لمبے چھ چھ فیٹ کے فاصلے پر ہیں۔ منٹ والی سوئی ۱۶ فیٹ اور گھنٹے والی ۹ فیٹ طویل ہے۔ اس کے سب ڈائل رات کو قوّتِ برقی سے روشن رہتے ہیں۔ ان برجوں کے سوا درمیانی حِصّہ پارلیمنٹ میں بھی ایک بُرج صرفِ ہوا اور خوبصورتی کے لئے بنا ہُوا ہے جس کے نیچے داخلۂ شاہی کے لئے ایک دروازہ مخصُوص ہے۔ بادشاہ سلامت کے لباس پہننے اور آرام فرمانے کے کمرے بھی نہایت لطافت سے سجائے گئے ہیں اور اسی طرح رائل گیلری (برآمدہ شاہی) بھی معنی خیز تصویروں سے آراستہ ہے۔ پھر ہوس آف لارڈز کا ۹۰ فیٹ طویل ۴۵ فیٹ عریض اور ۴۵ فیٹ کا مرتفع کمرہ ہے جو عمدہ اور قیمتی سامانوں سے سجایا گیا ہے۔ اس کی دیواروں پر دو پُر معنی تصویریں ۴۵ فیٹ طویل اور ۱۲ فیٹ عریض کپڑے پر بنی ہوئی لگی ہیں۔ ایک میں نیلسن کا جنگ ٹریفالگر میں مرنا دکھایا ہے اور دوسری میں بلوچر اور واشنگٹن کی اُس ملاقات کا نظارہ ہے جو واٹرلو کی لڑائی کے بعد ہوئی تھی۔ اس کمرے کو بارہ منقش دریچوں سے روشنی پڑتی ہے جن میں شاہانِ انگلستان اور اُن کی بیگموں کے بُعبت قرینے سے

ترتیب وار رکھے ہوئے ہیں۔ اور پھر کمرے کے تمام طاقچوں وغیرہ میں اُن مشہور بیئیرز (رؤسائے ملک) کی تصویریں آویزاں ہیں جنہوں نے شاہِ جان سے اُس میگنا چارٹا پر دستخط کرائے تھے جو اس وقت تک قومِ انگریزی کے لئے گویا سندِ آزادی ہے۔ اس کمرے کے مشرقی کنارے پر شاہی کرسی ایک تین سیڑھیوں کے چبوترے پر مبنّت کار شاہ بلوط کے شامیانے کے نیچے رکھی ہوئی ہے۔ اس کمرے کے متصل پرنسسز چیمبر (دیوانِ شہزادگان) کا کمرہ بھی نہایت سجا ہُوا ہے۔ ہوس آف لارڈز میں ملکہ وکٹوریہ کا قدِ آدم لعبت سنگ مرمر سے بنا ہوا تخت پر دکھایا گیا ہے۔ تختِ شاہی کے سامنے ایک عمدہ نشست لارڈ چینسلر (صدر نشین) کے لئے موجود ہے اور پھر تمام پی ارز کے بیٹھنے کی نمبروار اور نام بنام مکلف نشستیں بنی ہوئی ہیں۔ تخت کے مقابل اُن ممبرانِ ہوس آف کامنز کے بیٹھنے کو بھی چند جگہیں ہیں جو تقریرِ شاہی سُننے کو آنا چاہیں۔ اور ایک خوبصورت برآمدہ کارسپانڈنٹوں (نامہ نگاروں) کے لئے بھی بنا ہُوا ہے۔ دوسری طرف ہوس کامنز کا کمرہ ہے۔ اور اس میں بھی شاہانِ انگلستان اور اُن کی بیگموں کی تصاویر کے علاوہ اور کئی معنی خیز تصویریں آویزاں ہیں۔ کارسپانڈنٹوں وغیرہ کے لئے یہاں بھی بدستور نشستیں بنی ہیں اس کمرے کے شمالی سرے پر سپیکر کی کرسی ہے۔ جس کے سامنے ایک میز پر کلرک بیٹھ کر کارروائی لکھتا جاتا ہے اور یہ بھی ایک قاعدہ بندھ گیا ہے کہ جب اجلاس ہوتا ہے سپیکر کی میز پر۔ ایک گرز بطورِ علامتِ اجلاس رکھ دیا جاتا ہے۔

سپیکر کے آنے تک سب ممبر صاحبان کمرۂ اجلاس سے باہر برآمدے میں انتظار کرتے رہتے ہیں اندر آکر نہیں بیٹھتے۔ سپیکر صاحب کے آنے پر نقیب آواز دیتا ہے اور سب صاحب سلام کرکے اُن کے ساتھ اندر جا بیٹھتے ہیں لائبریری (کتب خانہ) پیپرز ویٹنگ روم۔ ہوس آف کامنز ویٹنگ روم کے کمرے بھی عالیشان بنائے گئے ہیں۔ غرضیکہ جس طرح دنیا میں پارلیمنٹ انگلستان خاص شہرت رکھتا ہے۔ ویسا ہی اُس کی عالیشان عمارات بھی ہر ایک پہلو سے خاص تعریف کے قابل ہیں +

اس نمائش خانے میں دُنیا کے مشہور آدمیوں کو جو کسی قسم کی فضیلت اور کمال سے متصف یا بدی میں شہرۂ آفاق ہوں۔ موم سے بنا کر حتے الوسع اصلی لباس ورنہ نقلی پہنا کر دکھایا ہے تمام تصویروں کے مجمل حالات بیان کرنے کو بھی ایک دفتر کی ضرورت ہے اور مفصل کا تو کہنا کیا۔ مگر اہم معاملات کے متعلق چند یادگاروں کی کیفیت بیان کی جاتی ہے۔ سب سے پہلے جبکہ دروازے میں داخل ہوتے ہیں۔ تو دیکھتے ہیں ایک عورت پھولوں کی ٹوکری ہاتھ میں لئے کھڑی ہے۔ جن کے اصل، اور نقل میں کسی طرح امتیاز نہیں ہو سکتا دیکھتے ہی بےساختہ جی چاہتا ہے۔ اس سے کچھ بات کریں اور پھول خریدیں اندر جاکر صدہا موم کے آدمی کھڑے بیٹھے کام میں مصروف ملتے ہیں۔ راستوں پر موم ہی کے کانسٹبل کھڑے رہتے ہیں جن کو دیکھ کر اکثر دھوکا ہو جاتا ہے۔ ایک مجلس میں شاہان یورپ

اور شہزادیاں جمع ہیں۔ شاہان قدیم سے رچرڈ شیر دل۔ کروسیڈ کے لباس میں یعنی سینے پر سُرخ فیتے سے نشان صلیب بنا ہُوا اور ہتھیار ہاتھ میں۔ ولیم دی کانکر شاہان فرانس جون آف آرک وغیرہ ہیں۔ ان یادگاروں کے سواء ہز رائل ہائنس پرنس آف ویلز کو شیر کا شکار کرتے ہوئے اس طرح بنایا ہے۔ کہ شاہزادہ ایک ہتھنی پر سوار ہے۔ شیر پہلو میں مرا پڑا ہے شیرنی نے جست کرکے ہتھنی کی مستک پر چاروں پنجے گاڑ کر مُنہ سے بھی پکڑا ہُوا ہے۔ جس پر خُون جھلک آیا ہے اور ہتھنی نے سونڈ کو پیٹ کے نیچے چھپا کر سر زمین پر ٹیک دیا ہے اوپر سے پرنس آف ویلز بندوق چھتیا رہے ہیں۔ فیلبان نے جو دکھنی آدمی معلوم ہوتا ہے تیغ ہانک مارنے کو اُٹھایا ہے۔ زمین پر بانس کی پنتی بچھی ہوئی ہے گویا اتنی زمین کو بَن قرار دیا ہے۔ پورے قد کا ہاتھی اور شیر وغیرہ سب موم سے بنائے ہیں۔ بڑے ہال کے اندر "چیمبر آف ہورز" نام کا ایک اندرونی درجہ ہے۔ اوّل اُس میں نیپولین بونا پارٹ اور اُس کا خاندان۔ واٹرلو کی لڑائی سے اُٹھایا ہُوا بونا پارٹ کا چابک وغیرہ۔ اور حالتِ نزع میں نیپولین سوئم کی ہیئت دکھائی ہے۔ اُس سے اندر کے کمرے میں مشہور بدمعاش اور قاتل اور قدیم زمانہ میں مجرموں کو سزا اور عذاب دینے کے آلات مثلاً لوہے کا کانٹوں دار طوق و زنجیر پھانسی کی لکڑی قتل کا سامان۔ بجلی سے قتل کرنے کا طریقہ۔ ایک ایسی لکڑی جس پر بیس ہزار آدمیوں کو پھانسی مل چکی

ہے رکھی ہے۔آدمی موم کے ہیں اور یہ سب اشیاء اصلی ہیں۔ نہائت عبرت انگیز ماجرا اِس کمرے میں یہ ہے۔کہ ایک امیر زادہ جس کو چند جواریوں نے جوئے پر لگا دیا ہے تمام نقد و جنس جوئے میں ہار کر ایک کوٹھڑی میں مغموں بیٹھا ہے۔تاش کے پتے اِدھر اُدھر زمین پر کچھ میز پر پڑے ہیں۔ ایک دوست بھی برابر کھڑا ہے۔ دوسرے کمرے میں یہ بد نصیب مفلس ہوکر جبکہ بال بال قرض کے پھندے میں پھنس گیا ہے۔ حیران کھڑا ہے سامنے ایک آدمی نہایت روکھی صورت اور تیز نگاہ سے اپنا قرض مانگ رہا ہے دو چھوٹے چھوٹے بچے مبہوت حالت میں ایک دامن پکڑے ہوئے ہے۔ ایک آستین سے لپٹا ہوا باپ کا منہ تک رہا ہے۔ اور بی بی بیچاری میز پر کُہنیاں ٹیکے دونو ہاتھ سے سر پکڑے ہوئے رو رہی ہے۔یہاں تک اپنی دولت بدکاری میں برباد کرکے مفلس ہو جانے کا نتیجہ ہے۔چونکہ یکایک مفلس ہو جانے کے بعد انسان کی یہ خواہش ہوتی ہے۔کہ جس طرح چشم زدن میں افلاس چھا گیا اُسی طرح پلک مارتے پھر دولت ہاتھ آ جائے۔ اسی طرح یہ بد قسمت بھی جبکہ اپنے نفس پر تکلیف۔بی بی بچوں کی فاقہ کشی اور قرضخواہوں کا تقاضا نہ جھیل سکا اور گدائی کو بھی جی نہ چاہا محنت و مزدوری کی بھی عادت نہ تھی۔ ضرورتوں کے شیطان نے بہکایا کہ کسی مالدار آدمی کو قتل کرکے اُس کا مال چُرا کر پھر گئی ہوئی آسودگی کو حاصل کرو۔ ہمسائے میں ایک شخص روپے والا رہتا

تھا۔ رات کو کود پھاند کر بہزار دقت اُس کی خواب گاہ میں پہنچا اور ڈرتے ڈرتے اُس کے دِل میں چھری بھونک دی۔ اِس مقام پر عجیب و غریب قدرتی سانحہ کا سین نظر آتا ہے۔ مقتول کے تڑپنے سے نصف حصّہ جسم کا پلنگ سے نیچے لٹک آیا ہے دل میں چھری چبھی ہوئی ہے۔ خُون کے قطرے نِکل کر گرنے کو ہیں مقتول کا دم توڑنا۔ قاتل کا خوف۔ دل کی دھڑک۔ پھر بزور اپنے حواسوں کو جمع کرکے الماری سے نوٹ وغیرہ نقدی نکالنا ایک ہاتھ بکس میں ایک مقتول کی طرف حیرت سے مائل۔ بکس میں ہاتھ کام کر رہا ہے۔ مگر آنکھ مقتول کے دم توڑنے کا ہیبت ناک تماشا دیکھ رہی ہے۔ کان اِدھر اُدھر کی آواز پر لگے ہوئے ہیں عجیب عبرت انگیز حالت ہے۔ پھر مال لے کر گھر میں صحیح سلامت آنا اور اسی طرح اندھا دھند اُڑانے کی حالت میں خفیہ پولیس کا گرفتار کرنا نوٹوں کی شناخت پھر گرفتاری اور ثبوت کے بعد عدالت کا فیصلہ پھر چند سپاہیوں کی حراست میں پھانسی کے نیچے کھڑے ہوئے پادری صاحب کی آخری تلقین ختم ہونے پر خاتمہ۔ بی بی بچوں کی تباہی۔ اگلے پچھلے واقعات پر گریہ و زاری عجیب نصیحت کُن منظر ہے۔ اس کے سوا میری آف اسکاٹ (سکاٹ لینڈ کی ملکہ) کے قتل کی یادگار ہے۔ ناشاد میری گلابی سایہ پہنے آنکھوں سے پٹی بندھی قتل گاہ پر دونو گھٹنے ٹیکے گردن کٹوانے کو آمادہ ہو رہی ہے۔ ایک ہاتھ پادری کے ہاتھ میں ہے وہ بزرگ خُدا کی یاد دلا کر میری کے ایمان کی

تجدید کر رہا ہے- دوسرا ہاتھ جلاد کی طرف اِلتجا کے واسطے بلند ہے- کہ ذرا مہلت دو- آگے لکڑی کا کندہ رکھا ہے جس پر رکھ کر گردن کاٹی جائیگی- سر پہ ایک مہیب اور بے رحم جلّاد شمشیر لیئے ہوئے کھڑا ہے- پیچھے نامراد شوہر دوامی جُدائی کے خیال میں غرق حسرت بھری نگاہوں سے میری کے مایوس چہرے پر ٹکٹکی باندھے چپ کھڑا ہے- نہایت عبرت انگیز اور دل سوز نظارہ ہے- جس سے انسان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا +

ایک مجلس میں زولولینڈ کا بادشاہ سٹی وایو اور اس کی بی بی- امیر شیر علی خاں مہاراجہ سندھیا مہاراجہ کشمیر وغیرہ بیٹھے ہیں- مہدی سوڈان بھی عربی لباس میں کھڑے ہیں- کمر میں جمبیا- ڈاڑھی منڈھی ہوئی- پکّا سیاہ رنگ- پستہ قد- چہرے سے صاحب ارادہ ہونا ٹپکتا ہے- ایسے ہی اور بھی نہایت دلچسپ اور کمال صنعت و دستکاری کے نمونے ہیں +

زولاجیکل گارڈن یا عجائب قفس

اگرچہ حیوانات زندہ اور مُردہ آور ملکوں میں بھی دیکھے مگر یہاں چند جانور بہت عجیب ہیں- شیر کے ہمرنگ خال دار بلّی مختلف رنگ اور صورت کی لومڑیاں یہ سب ایک مکان میں ہیں- زیادہ نئی اور عجیب چیز "گریٹ آنٹ ایٹر" ہے جسے مورچہ خوار کہ سکتے ہیں- یہ گیدڑ کے برابر چوپایہ جانور ہے- گو تمام جسم پر بڑے بڑے بال ہیں- مگر دُم کے بال تو بہت ہی بڑے ہیں- معلوم ہوتا ہے سر سے دستے تک چونری بنی ہوئی ہے- گردن گاؤ دُم منہ سارس کی چونچ کے مثل لمبا- زبان سانپ کی

طرح باریک - اور منہ سے کسی قدر باہر نکلی ہوئی - خداوندِ عالم کی حکمت ہے اس لمبی زبان سے چیونٹیاں لپیٹ کر کھا لیتا چاروں پاؤں کے ناخن بہت تیز اور ریچھ کی مانند پنجے ہیں۔ اس کے سوا "ہیپوتامی" (دریائی گینڈا) یہ جیوان دریاے نیل میں پیدا ہوتا ہے - جسم اور قد بڑے گینڈے کے برابر۔ مگر جبڑا اور سر بہت بڑا ہے - ہاتھی کے پاٹھے سے کم نہیں ہے - چار دانت چار پانچ انچ لمبے اور چار انچ کے قریب مدّور ہیں یہ نہایت عجیب جیوان ہے - مکان کے صحن میں حوض اور لوہے کا جنگلہ لگا ہوا ہے پانی اور زمین دونو جگہ زندہ رہ سکتا ہے - اسکے سوا ٹاپیر ایک جانور ہے قد بیر، بچھڑے کے برابر - جسم پر بال - دُم اور کان سوّر کی مانند تاوقتیکہ مُنہ کی طرف سے نہ دیکھیں سوّر معلوم ہوتا ہے - منہ کے اوپر کا جبڑا نیچے کے جبڑے سے چند انچ آگے بڑھا ہوا ہے - پاؤں ہاتھی کے پاؤں کی طرح گول ہے - برازیل جنوبی امریکہ اور جزیرۂ سماٹرا میں پیدا ہوتا ہے - یالدار - ببر شیر گنگار ولاما - ایک ہندوستانی اور ایک افریقہ کا ہاتھی زیبرا دریائی سیل اور بھی صدہا عجائبات ہیں افریقہ کا ہاتھی یہاں کے ہاتھی سے بہت مختلف ہوتا ہے - اوّل تو وہ کسی قدر طول میں زیادہ ہے - کان بہت بڑے اور خوبصورت اور نصف دھڑ پر زلفوں کی طرح حائل ہیں - ان کانوں کے بیچ میں شاید سر کا حصّہ ایک بالشت ہوگا - سونڈ لمبی دانت تو افریقہ کے ہاتھی کے مضبوطی اور خوبی میں مشہور ہیں - سر اور منہ بھی گول نہیں ہوتا بلکہ بر خلاف یہاں کے ہاتھی

کے لمبا اور پیشانی کا حصہ ابھرا ہوا ہوتا ہے۔ لنڈن میں
ان دونو ہاتھیوں پر ہودے رکھ کر عورتیں اور بچے کرایہ
دے کر سو دو سو قدم سوار ہوتے ہیں۔ ناگوری بیل ایک
سینگ کا گینڈا جو ناگور و نیپال اور آسام کے جنگلوں میں
میں ملتا ہے افریقہ کے گینڈے بھی ہیں جن کی تھوتھنی
پر ایک سینگ زائد ہے۔ یعنی ہمارے ملک کا گینڈا ایک
سینگ کا ہے۔ اور افریقہ کا دو سینگ کا۔ ان کے سوا
بہت اقسام کے بندر ہیں۔ ان میں سوکو اور گوریلا افریقہ
کے دو بندر بہت بڑے قد آور ہیں گوریلا بھی سوکو کے
برابر ہوتا ہے مگر سیاہ رنگ بد شکل حبشی آدمی کے مثل گول
چہرہ نہایت زبردست اور موذی ہے۔ آدمی سے بہت عداوت
رکھتا ہے۔ نقل ہے کہ ایک فرنچ سیاح افریقہ کے جنگل
میں شکار کو گیا تھا کسی درخت پر گوریلا بیٹھا تھا شکاری
کے ساتھ نوکر یا ہمراہی آدمی بے خبر درخت کے نیچے سے
نکلا گوریلے نے پاؤں لٹکا کر اس کا سر پکڑ کر اٹھا لیا اور
ہاتھ سے گردن مروڑ کر توڑ ڈالی اس کو مار کر شکاری کی
طرف متوجہ ہوا شکاری نے بندوق ماری گولی کاری لگی۔
مگر بندر نے حملہ کیا شکاری بندوق پھینک کر بھاگا گوریلے
نے باوجود مجروح ہونے کے بندوق کو پکڑ کر دونو ہاتھوں
سے زور کیا ٹوٹ تو نہ سکی مگر نال ٹیڑھی ہوگئی۔ صورت
سے مہیب معلوم ہوتا ہے۔ دونو پاؤں پر کھڑا ہوتا ہے۔
تو معلوم ہوتا ہے آدمی کے برابر قد ہے۔ سوکو بھی اس
سے کم نہیں ہے مگر وہ اس قدر موذی اور دشمن نہیں

ہوتا۔ پرندوں میں "فردوس برڈ" (بہشت کی چڑیا) نہایت خوشنما پرندہ ہے۔ دریائی جانور بھی بہت اور نہایت عجیب الخلقت ہیں آسام کی بھینس صورت میں بھینس ہے۔ مگر اس قدر فرق ہے کہ سر اور چاروں ہاتھ پاؤں کہنیوں تک سفید ہیں۔ قد بھی بھینس سے بڑا ہے۔ تاج دار کبوتر بھی ہیں جن کے سر پر بہت خوبصورت اور بڑے بڑے پروں کی چوٹی ہے وغیرہ وغیرہ +

پوسٹ آفس یعنی ڈاک خانے کی عمارت نہایت عالیشان ہے۔ ہلکا بھاری خط جانچنے کے لئے یہ طریقہ ہے۔ کہ پرنالے کی صورت کا ایک آلہ لگا ہُوا ہے اس میں خط ڈالے جاتے ہیں۔ دونو طرف دو بکس ہیں ہلکا خود بخود ایک طرف اور بھاری دوسری طرف گرتا ہے۔ یہ نہایت عجیب چیز ہے۔ خطوط پر مُہر بھی جس طرح وزن کئے جاتے ہیں اُسی طرح ایک کل سے لگ جاتی ہے۔ یہ ڈاک خانہ دنیا کے ڈاک خانوں میں سب سے بڑا شمار کیا جاتا ہے۔ تمام دنیا کے شہروں کو یہاں سے ڈاک جاتی ہے +

اس میں ہزاروں خبروں کی آمد و رفت ہے۔ احتیاط کی غرض سے کہ خبر ضائع نہ ہو جائے ایک آلہ رکھا ہے کہ خبر کی عبارت کو خاص قسم کے حروف میں لکھ دیتا ہے اور خبر محفوظ رہتی ہے ایسا آلہ بھی ہے۔ جس پر ایک حالت اور ایک وقت میں مختلف خبریں آ سکتی ہیں +

اس مکان کے صحن میں چند فائر پمپ اور تین سیڑھیاں جو دو دو پہیوں کی گاڑی پر لگی ہوئی ہیں موجود ہیں جہاں آگ لگے فوراً لے جا سکتے ہیں۔ سیڑھیاں پیچ پھرانے سے بلند ہوتی ہیں۔ بڑا زینہ ستر فیٹ تک بلند عمارت پر پہنچ سکتا ہے۔ یہ زینے اس غرض سے ہیں کہ جب کسی عمارت میں آگ لگ کر اُس کے دروازے اور زینے بھی جل اُٹھتے ہیں اور کسی طرف سے بچنے کا راستہ باقی نہیں رہتا تو اُس وقت مکان کی کھڑکیوں اور چھتوں پر سیڑھیاں لگا کر فائر برگیڈ کے سپاہی سوختہ نیم سوختہ اور سالم آدمیوں کو اپنی پشت پر لاد کر اُتار لاتے ہیں۔ اس گاڑی میں جس پر زینہ لگا ہوا ہے ایک صندوق میں زخمیوں اور جلے ہوؤں کے واسطے مرہم پٹی اور دوا کا سامان رہتا ہے۔ کہ وقت پر ڈاکٹر کو تلاش کرنا نہ پڑے۔ اندر کی بارک میں فائر پمپ کی آٹھ گاڑیاں اور نہایت عمدہ اور شائستہ چھ گھوڑے کھڑے ہیں ضرورت کے وقت گھوڑوں پر صرف گردن کا حلقہ ہی ڈالنا ہوتا ہے جوت اور ساز وغیرہ اپنے محل پر گاڑیوں میں لگا ہوا ہے اوپر کے درجہ میں سپاہیوں کی قدیم و جدید وردیاں اور ہتھیار رکھے ہیں ان میں ۱۶۵۹ء تک کی وردیاں پرانے ہتھیار اور خود نما ٹوپیاں وغیرہ سامان موجود ہے۔ جس سے پہلے زمانہ کی طرز اور حال کی ترقی و ایجاد پر غور کر سکتے ہیں۔ اوپر کی منزل پر سپاہی رہتے ہیں افسر کے کمرے سے سپاہیوں کے کمرے تک برقی گھنٹیاں

لگی ہوئی ہیں خبر دیتے ہی سپاہی فوراً اپنے اپنے کام میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ بیمار سپاہی علٰحدہ کمرے میں رہتے ہیں۔ اس لئے کہ اُن کو گھنٹے کی آواز سے تکلیف نہ پہنچے اُن کے قریب کے گھنٹے پر لکڑی کا ٹکڑا لگا دیا ہے۔ کہ برقی اثر لکڑی سے رُک جائے اور گھنٹے تک نہ پہنچے۔ جونہی سپرنٹنڈنٹ نے الارم کی گھنٹی بجائی۔ دفعتہً آواز سنتے ہی سپاہی تیار ہو گئے گھوڑے گاڑیوں میں جُت کر گاڑیاں اور زینے اپنے اپنے محل پر آکر گاڑیاں روانہ ہوئیں اور یہ سب کام اٹھارہ سکنڈ میں ہو گیا۔

پن

اس میں پیتل اور لوہے کی پن اور چھوٹی کیلیں بنائی جاتی ہیں۔ اوّل لوہے یا پیتل کا تار کھینچ کر برقی کل کے ذریعے سے صاف کرتے ہیں۔ اس کے بعد تار کو تار کشتی کے چکر پر چڑھا کر ایک مشین کے اوپر لگاتے ہیں۔ مشین بجلی کی قوت سے حرکت کرتی ہے ایک طرف سے تار کھل کر اندر کی طرف کھنچتا جاتا ہے۔ دوسری طرف پنیں بن کر نکلتی ہیں۔ اسی حالت میں جب مشین سے باہر گرنے کو پن کی نوک نکلتی ہے فوراً سوہن ہو کر نوک تیز ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ایک دوسری کل پر ایک انچ یا آدھے انچ لوہے کا پتر ایک سوراخ میں لگا دیتے ہیں۔ دوسری طرف نوک اور گھنڈی بنی بنائی کیلوں کا مینہ برستا ہے ایک ایک عورت دو دو کلوں کی نگرانی کرتی ہے۔ کار خانے کے بالائی درجوں میں بنڈل باندھنا پن کو کاغذ پر لگانا اور وزن کرنا وغیرہ بالائی کام ہوتے

ہیں۔ کاغذ پر پن لگانے کے واسطے بھی ایک کل ہے۔ ایک عورت سامنے بیٹھ کر کاغذ کا ورق کل کے مُنہ میں لگاکر دستے کو پھراتی ہے۔ کاغذ پر شکنیں بھی ہو جاتی ہیں اور جس طرح کاغذ پر پنیں لگی ہوئی دیکھنے ہو کئی درجن ایک ساتھ کاغذ میں چُبھ جاتی ہیں۔ اس مشین کی پشت کی طرف پرنالے کی مثل ٹین کا ایک پیالہ لگا ہُوا ہے۔ اُس میں پنیں بھر دی جاتی ہیں اور کل کی ایک حرکت میں ضرورت کے مطابق پنیں کاغذ تک پہنچ جاتی ہیں +

شیشہ گری

یہاں لیمپ فانوس جھاڑ کے پُرزے اور ہانڈیاں وغیرہ ہر قسم کا سامان بنایا جاتا ہے۔ نہایت بڑا اور عمدہ کارخانہ ہے کام تو اسی طرح ہوتا ہے۔ جس طرح ہندوستانی شیشہ گر شیشہ بناتے ہیں۔ مگر اس قدر فرق ہے کہ اُن کی بھٹیاں جھونپڑیوں میں ہوتی ہیں۔ یہ عالیشان عمارت ہے۔ وہاں چھوٹی چھوٹی بھٹیاں ہوتی ہیں یہاں بہت بڑی اور خوبصورت ہیں۔ گلاس کا مادہ ایک قسم کے ریت سے بنایا جاتا ہے۔ اگرچہ ریگ اور جگہ بھی میسّر ہوتا ہے مگر بہت عمدہ اور اعلےٰ قسم کا فرنچ میں ملتا ہے وہاں سے خرید کر کام میں لاتے ہیں۔ دریا کی ریت کے مطابق موٹا ریت ہے جس میں صرف سینڈو، پوٹاش اور شورہ ملا کر تین دفعہ بھٹّی میں گلانے سے بلور کے مثل صاف اور چمکدار شیشہ بن جاتا ہے۔ اگر رنگین کرنا چاہتے ہیں۔ تو صاف شدہ بلوّر میں ضرورت کے موافق بعض فلزات کی اوکسائڈ ملا کر سُرخ یاقوتی زمردی

نیلا اور زرد وغیرہ رنگ بنا لیتے ہیں۔ رنگین نمونے بھی ایک میز پر رکھے ہیں۔ بڑے کمرے میں گول مینار کے مطابق بیس پچیس گز دور میں بھٹی ہے اس کے اندر کئی من شیشے کی گنجائش کے قابل ظرف ہے۔ جس میں کانچ پگھلا ہوا تیار رہتا ہے۔ ایرانی تنور کے مطابق بھٹی میں ہر طرف کو منہ بنے ہوئے ہیں اور کانچ کا ظرف سامنے نظر آ رہا ہے ہر ایک منہ کے قریب کانچ پگھلانے کے ظرف میں نالیاں ہیں کہ پگھلا ہوا شیشہ کاریگر کے قریب رہے انجن کے ذریعہ آگ جلتی ہے۔ کاریگر لوگ لوہے کی نے پر قدرے پگھلا ہوا کانچ اٹھا کر اوّل پھونک سے بڑھاتے ہیں پھر لوہے کی میز پر ہموار اور خواہش کے موافق درست کر لیتے ہیں۔ دستہ یا ٹونٹی علیحدہ بنا کر لگا دیتے ہیں۔ چونکہ کانچ دیر تک موم کے مطابق نرم رہتا ہے دستہ وغیرہ فوراً وصل ہو جاتا ہے اگر کام ختم ہونے سے پہلے کانچ ٹھنڈا ہو جاتا تو بھٹی میں لے جا کر سینکنے سے نرم کر لیتے ہیں تیاری کے بعد ظروف ٹھنڈی ہوا میں رکھتے ہی ٹوٹ جاتے ہیں۔ اس لئے چھتے کی مثل ایک لمبا دالان ہے۔ اس دالان سے بڑے ہال کی طرف جس میں بھٹی ہے صرف ایک کھڑکی اور دوسری طرف بڑا دروازہ ہے اس کے اندر دالان کی سطح کے برابر لوہے کی ایک میز ہے اور یہ مکان بھی اسی گرمی کے وسیلے سے جو شیشے کو پگھلاتی ہے گرم رہتا ہے تازہ بنے ہوئے ظروف کو ٹین کے تختوں پر چُن کر گرم دالان میں رکھ دیتے ہیں۔ کھڑکی کے قریب

زیادہ گرمی ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر بتدریج کم ہوتی گئی ہے۔ یہاں تک کہ دالان کی دوسری طرف جو کھلی ہوئی جگہ ہے بالکل ٹھنڈی ہے۔ ظروف اس طرف سے اس طرف کو ٹھیر ٹھیر کے سرکائے جاتے ہیں یہاں تک کہ دوسرے روز جب بالکل ٹھنڈے ہو جاتے ہیں تو نکال لئے جاتے ہیں اس کار خانے میں ہزاروں سانچے اور نمونے لوہے کے بنے ہوئے محفوظ ہیں اُن کو دیکھ کر ہر ایک چیز آسانی سے بنا سکتے ہیں +

نبیں یعنی قلم بنانے کا کارخانہ

یہ کار خانہ بھی نہایت مفصّل اور دلچسپ ہے مختلف کاموں کے واسطے مختلف قسم کی صدہا کلیں برابر برابر لگی ہوئی ہیں اور ہر ایک پر ایک ایک عورت کام کرتی ہے۔ اوّل نب کی دبازت کے موافق ایک برقی مشین پر لوہے کا پتّر بیلن سے بنایا جاتا ہے۔ تیاری کے بعد اس کا عرض دو گرہ ہوتا ہے پھر اس پتّر سے ایک کل پر نب کے جسم اور قد برابر جیسا بنانا منظور ہو ٹکڑے کاٹ لئے جاتے ہیں اور برابر والی مشین پر جس کو ایک عورت دستے سے حرکت دیتی ہے ہولڈر میں لگانے کے قابل گولائی بنتی ہے۔ پھر تیسری مشین پر شگاف دیا جاتا ہے اور آخر میں کار خانے کا نام منقش ہوتا ہے +

میگنم بونم بنانے کے واسطے علیحدہ مشین ہے۔ اکثر کلیں ایک پاؤں سے چلائی جاتی ہیں۔ اس امر کے دیکھنے سے تعجب ہوتا ہے۔ کہ نہایت نازک اندام عورتیں پہروں

ایک پاؤں سے مشین کو حرکت دیئے جاتی ہیں اور دونو ہاتھ
کام میں لگے رہتے ہیں۔ تیاری کے بعد یہ نہیں دوسری
جگہ تیزاب سے اُجالی جاتی ہیں۔ اور ٹین کے پیپوں میں ڈال
کر جو آگ پر بیلن کی طرح پھرائے جاتے ہیں سیاہ وغیرہ رنگ
کیا جاتا ہے +

نیچے کی منزل میں لکڑی کے ہولڈر بنتے ہیں اِس طرح کہ اوّل
مشین پر تختے چیر کر چھ اُنگل چوڑے اور ڈیڑھ دو گز لمبے
ٹکڑے بناتے ہیں۔ پھر یہ تختہ ایک کل کے اندر سے ہولڈر
کے انداز کے برابر نشان ہوکر نکلتا ہے ہوبہو کاٹ پر رائی
کے مثل خط پڑ جاتے ہیں۔اس کے بعد ایک دوسری
کل میں تختہ ڈالا جاتا ہے۔ دوسری طرف خراد ہوکر گول
نیزہ بنا ہؤا وارنش ہوکر نکل آتا ہے۔یہاں سے انداز کے
موافق دستے کاٹنے کو ایک ایسی کل پر لے جاتے ہیں جس
میں میز کی سطح پر چرخ دار آری لگی ہوئی ہے۔میز کے
کنارے سے آری تک جس قدر طول ہے وہی ہولڈر
کی لمبائی کا پیمانہ ہے ایک عورت چھ سات نیزے اُٹھاکر
ایک طرف کی نوکیں میز کے کنارے سے ملا کر آری کے
سامنے سرکا دیتی ہے چشم زدن میں ٹکڑے کٹ جاتے ہیں۔
میز کے کنارے کو ہٹا کر دور لے جانے یا آری کے
قریب لانے سے ہولڈر کا طول گھٹا اور بڑھا سکتے ہیں +

ایک مشین پر ہولڈر کا دُنبالہ باریک کیا جاتا ہے۔
بعض عمدہ اور بیش قیمت ہولڈروں پر تیاری کے بعد
مکرّر وارنش کی جاتی ہے۔تانبے اور پینل کی نہیں بھی

اسی طرح بنتی ہیں - بہمہ وجوہ تیار ہو جانے کے بعد بکس اور ڈبیوں میں بھر لے اور کارخانے کے نام کا پرچہ لگانے کے واسطے بھی چالیس کے قریب عورتیں رہتی ہیں دبیز کاغذ کے یکساں ٹکڑے کل سے کاٹ کر اُن کے پاس رکھے جاتے ہیں نہایت پھرتی اور خوبصورتی سے ایک پیمانے پر کاغذ کے بکس بھی وہی بناتی ہیں اور اُن میں نبیں بھر کر گوند سے بھی وہی بند کرتی ہیں +

اکسفورڈ یونیورسٹی کی بوڈلین لائبریری

یہ نہایت عالیشان اور بڑی عمارت ہے - اس کتب خانے کو سر طامس بوڈلی ایک مشہور علم دوست امیر نے ۱۶۱۲ء میں قائم کیا تھا - انہیں کے نام سے مشہور ہے اور دنیا کے بڑے کتب خانوں میں شمار کیا جاتا ہے - ساڑھے بارہ لاکھ مجلد کتابیں اس میں ہیں - بے شک دارالعلوم کے لئے ایسا ہی کتب خانہ ہونا چاہیے - عربی - فارسی - سنسکرت - انگریزی - لاطینی - یونانی قبطی - ترکی - چینا اور جاپانی وغیرہ قدیم و جدید زمانوں کے خط اور کتابیں اس وقت اس کتب خانے میں موجود ہیں بعض کتابیں اور کتبے لکڑی کے تختوں پر[1] بعض چمڑے اور

[1] مصر میں پے پائرس نام ایک درخت ہوتا ہے جس میں بانس کی مثل جڑ سے آٹھ نو نخروطی شاخیں نکلتی ہیں اور بانس کی مثل رگ دار اور مضبوط ہے - پہلے زمانے میں جب کاغذ وغیرہ نہ تھا - پے پائرس کے باریک باریک ورق اُتار کر اُن پر لکھتے تھے پھر چمڑے کا کاغذ ایجاد ہُوا - چونکہ سب سے پہلے پے پائرس کے تختوں پر لکھنا شروع ہُوا ہے - اسی مناسبت سے کاغذ کو بھی پیپر کہنے لگے - ایسے تختوں کو جو پے پائرس سے بنائے جائیں پے پائرس کہتے ہیں +

بھوج پتر پر بہت ہی قدیم یعنی حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان سے بھی پہلے کے لکھے ہوئے نوشتے محفوظ ہیں۔منجملہ ان کے ایک کتاب تاریخ کے طور پر قلمی تصویروں کی ہے۔ جس کی ابتدا تسلط اسلام سے پہلے کی ہندو راجاؤں کی تصویروں سے اور انتہا شہنشاہ عالمگیر کی شبیہ پر ہے۔ایک طلا کار دیوان حافظ اشتر خانی کاغذ پر میر علی کاتب کے ہاتھ کا لکھا ہوا۔ اور کسی قدر جلی قلم سے نہایت عمدہ نستعلیق خط میں دیوان خاقانی مطلا موجود ہے +

ایک بڑے ہال میں شاہان انگلینڈ کی تمام قد آور تصویریں دیواروں پر لگی ہوئی ہیں اور بیچ کی سطح پر ہندوستان کی قدیم عمارتوں کے نقشے پتھروں اور لکڑی سے بنا کر رکھے ہیں منجملہ ان نقشوں کے ہمایوں کا مقبرہ اور ہندوستانی قدیم [illegible] ایک باولی جو آسودہ لوگ مسافروں کے پانی پینے۔نہانے دھونے اور گرمی سے راحت پانے کے واسطے راستوں پر بنا کر وقف کر دیا کرتے تھے نہایت عمدہ موجود ہیں۔ اور سب چیزیں بھی بہت خوش نما اور اصل سے مطابق ہیں +

سر طامس بوڈلی کے استعمال کا ایک عجیب صندوق بھی کتب خانے میں رکھا ہے۔ یہ صندوق سوائے پیندے کے ہر طرف سے دبیز لوہے کا بنا ہوا ہے۔ عجیب بات اس میں یہ ہے۔کہ کاریگر نے صندوق کے ڈھکنے میں

سلہ اشتر خان اور ہشتر خان شہر حاجی ترخان کو کہتے ہیں - یہ شہر گیلانات کے متعلق ہے +

صدہا پرزوں کا قفل بنایا ہے۔ تمام ڈھکنا کیڑے مکوڑوں کی طرح پرزوں سے بھرا ہؤا ہے۔ صندوق کے چاروں تختوں میں بھی بہت سے کھٹکے اور پرزے لگے ہوئے ہیں چند دفعہ کنجی پھرانے سے ڈھکنے کے پرزے تختوں کے پرزوں سے گتھ جاتے ہیں۔ تاوقتیکہ سب پرزے نہ کھلیں یا توڑے نہ جائیں صندوق کا کھلنا ممکن نہیں ہے۔ اس میں سرطامس بوڈلی اپنی نقدی رکھا کرتے تھے۔ مگر آخر انسان خطاونسیان سے مرکّب ہے اس احتیاط پر بھی غلطی ہوئی کہ پیندے کو لکڑی کے سے بنایا تھا۔ چوروں نے بغیر پیندے کا تختہ توڑ کر سب مال نکال لیا۔

عجائب خانۂ بمبئی

اُردو زبان کی تقریباً کل کتابیں جو ہندوستان میں تصنیف و طبع ہوئی ہیں۔ اس کتب خانے میں موجود ہیں۔ یہاں تک کہ بارہ ماسہ۔ لاونی چاربیت وغیرہ بھی جو چھپ گئی ہیں رکھی ہیں۔ عمارت کے باقی حصے میں ہندوستان کا بنا ہؤا اسباب رکھا ہے مثلاً ستار۔ ڈھولک۔ ڈھول۔ تاشہ۔ مردنگ وغیرہ اور نامی عمارتوں کے نمونے۔ سنیاسی اور جوگیوں کی مورتیں اور اہل حرفہ کی تصویریں وغیرہ بہت سا اسباب ہے۔ ایک عمارت بڑے بڑے فاضلوں کو ایل ایل ڈی وغیرہ فضیلت کا خطاب اور سندیں دینے کے لئے مخصوص ہے۔ جو کہ ئی درجے کی عمارت ہے یہ اوّل تھیٹر تھا مگر یونیورسٹی نے خرید کر علمی جلسوں کے واسطے مخصوص کر لیا ہے۔ بیچ میں بہت بلند گنبد ہے دو طرف نیم دائرے

کی شکل پر نشست کے واسطے سیڑھیاں بنا کر اُن پر کُرسیاں بچھا دی ہیں۔ لارڈ چانسلر کی نشست جو اس یونیورسٹی کے افسر ہیں صدر میں ہے کرسیوں پر افسران یونیورسٹی کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ اوپر کی منزلوں پر بھی اسی قسم کی نشست ہے۔ اور ہر جگہ سے بڑے ہال کی طرف دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ گنبد کی چھت پر لکڑی کا بنگلہ بنا ہوا ہے۔ جہاں سے تمام شہر اور اکثر کالجوں کی عمارتیں نظر آتی ہیں۔ بنگلے کے تختوں پر سیاحوں نے چاقو وغیرہ سے اپنے نام اور تاریخ وغیرہ کندہ کر دئے ہیں۔ غرضیکہ اس کا کوئی حصّہ تحریر سے خالی نہیں ہے *

اکسفورڈ میں تیس کالج ہیں اور ان سب کا تعلق ایک یونیورسٹی سے ہے۔ انسان کسی کالج میں پڑھے امتحان اور سند فضیلت ملنے کا ایک ہی اصول ہے امراے انگلینڈ کی اولاد کے واسطے علیحدہ کالج ہے جس کی عمارت نہایت عالیشان ہے۔ بورڈنگ ہوس بھی بہت وسیع ہے۔ کھانے کے کمرے میں اکثر لارڈ اور ارل وغیرہ یعنی اُن اُمراء کی تصویریں لگی ہوئی ہیں جنہوں نے اس کالج میں تعلیم پائی ہے۔ زینے کے اوپر جس پر سے کھانے کے کمرے میں جاتے ہیں عجیب صنعت سے بنائی ہوئی لداؤ کی چھت ہے۔ یعنی ایک ستون کے اوپر جو بیچ میں واقع ہوا ہے ہر طرف بارہ گز طول و عرض میں نہایت خوشنما اور مضبوط ڈاٹ بنائی ہے۔ اس

عمارت ہیں مذہبی لیکچر کے واسطے تقریبا چالیس گز لمبا اور پندرہ گز چوڑا ہال ہے۔ جس کی چھت ایک ٹواٹ سے پاٹی گئی ہے۔ اس ہال سے ملا ہُوا ایک طرف ایک اور چھا کمرہ ہے جو ہال کے ساتھ ملکر صلیب کی شکل پر واقع ہُوا ہے۔ یہ بہت پُرانی عمارت ہے +

اس عجائب خانہ ہیں موالیدِ ثلاثہ کے نشو و نما اور طبعی تغیر اور جیوانوں کی طرزِ معاشرت کو حکیمانہ تحقیق و تدقیق کے ساتھ ظاہر کیا ہے کہ انسان اشیائے مذکورہ ہیں طبعی کون و فساد کے وقوع کو گہری نظر سے دیکھے اور قانونِ قدرت کے ٹھرائے ہوئے قاعدوں کے استقلال پر غور کرے۔ میوزیم میں داخل ہوتے ہی صانع قدرت کی اُس حکمت کا نمونہ نظر آتا ہے۔ جو اس نے اپنی مخلوقات کی حفاظت و نگہداشت کے واسطے اُن کی طبیعت ہیں ودیعت کیا ہے۔ یہ امر بدیہی ہے۔ کہ جیوان اپنے دشمن سے بچنے کے لئے بھاگنے اور چھپ جانے کے سوا نجات کا اَور کوئی وسیلہ نہیں رکھتا اور یہ بھی اس وقت کر سکتا ہے جب دشمن کو آنکھوں کے سامنے دیکھ لے اور اُس کے حملے سے مطلع ہو جائے +

اس امر کے ثبوت ہیں کہ کس طرح قادر ذو الجلال نے حیوانات کی حفاظت کا بندوبست فرمایا ہے۔ چند الماریوں میں خرگوش۔ چوہے۔ کبوتر۔ تیتر۔ اور نیولے وغیرہ جانور جو اپنی اپنی سکونت کی زمین اور وہیں کی گھاس کے ہم رنگ پیدا ہوتے ہیں رکھے ہیں یعنی جس زمین پر جانور پیدا

ہوتا ہے۔ اُس کے بال۔ پَر اور روئیں وغیرہ کا رنگ بھی اُسی
زمین کی مٹی کے ہم رنگ ہے اور جس طرح زمین کی حالت
میں تغیّر ہوتا ہے اُسی طرح ان حیوانات کے رنگ و روپ بھی
بدلتے رہتے ہیں۔ چنانچہ جس زمین پر خاک کا رنگ بھورا
ہو اُس میں لاکھی رنگ کے کنکر پتھر ملے ہوئے ہیں۔
وہاں کے جانور بھی لاکھی رنگ کے دھبّوں سے ملے ہوئے
بھورے ہیں اور جہاں زمین کا رنگ خاکی ہے اور اُس میں
بھورے اور زرد کنکروں کی آمیزش ہے وہاں کے جانوروں
کے پر اور پشم بھی خاکی بھوری ہے۔ جب اس زمین پر
ذرا ذرا برف گرنی شروع ہو جاتی ہے اور اُس سے جابجا
سفید دھبّے پڑ جاتے ہیں تو وہاں کے حیوانوں کے رنگ
میں بھی تغیّر ہوتا ہے اور اُن کے بال و پر تھوڑے تھوڑے
سفید ہونے لگتے ہیں یہاں تک کہ تمام سطح زمین برف سے
روئی کی طرح سفید ہو جانے پر جانوروں کے بال و پر
بھی بالکل روئی کا گالا ہو جاتے ہیں اور زمین کے ساتھ
ہمرنگ رہنے کی وجہ سے چلنے۔ پھرنے۔ چرنے چگنے کی
حالت میں عقاب۔ باز۔ بھری یا بھیڑیا اور شیر وغیرہ دشمنوں
کو جو ہمیشہ ان کی تاک میں لگے رہتے ہیں بغیر جستجو کے
نظر نہیں آتے۔ چرند و پرند کے ساتھ اس خاصیت میں
درندے بھی شامل ہیں۔ ان حیوانات کے بال بیماری کے
سبب سے کبھی سیاہ یا بالکل سفید ہو جاتے ہیں۔ مگر اس
حکمت کی سفیدی اور بیماری کی سفیدی میں بڑا فرق
ہے۔ وہ برف کی کمی بیشی کے وقت سفید اور ابلق

ہوتے ہیں اور بیماری والے ہر حالت اور فصل میں۔ جب برف پگھل کر زمین پھر زمین داغ دار ہونے لگتی ہے تو یہ جانور بھی داغ دار ہوکر برف کے معدوم ہونے تک زمین کے ہمرنگ ہو جاتے ہیں۔ شیشے کے تین چار خانوں میں زمین کی اصلی رنگت پھر زمین پر برف کے دھبے اور اس کے ساتھ ہی جیوانوں کا داغ دار ہونا پھر تمام زمین برف سے سپید اور جانوروں کے پر و بال بھی سفید دکھائے گئے ہیں۔ غرضیکہ ہر قسم کے تغیر کی پوری مثال دکھائی ہے۔ زمین تو اصلی زمین کی مٹی اور کنکر ہے۔ برف مصنوعی ہے۔ جانور اصلی ہیں مگر ایسی صنعت سے بنائے ہیں۔ کہ مردے اور زندے میں تمیز نہیں کر سکتے۔ ان کے علاوہ گھاس اور درختوں پر رہنے والی تتلیاں اور کیڑے مکوڑوں کی بھی یہی حالت ہے۔

ایک درخت چھریٹے کی طرح سیاہ رنگ پر سفید پٹیاں رکھتا ہے۔ اس پر رہنے والے کیڑے ٹڈے وغیرہ بھی اسی رنگ کے ہیں ایک تتلی اس شکل کی ہے کہ جب درخت پر اپنی خوراک حاصل کرنے کو بیٹھتی ہے تو پروں کو بند کرکے پتوں کے ہم شکل معلوم ہوتی ہے۔ دونو پر ایک پتہ بن جاتے ہیں ایک بغیر پتوں کے درخت پر جس قدر کیڑے بیٹھے ہوئے ہیں سب تتلیوں کی صورت ہیں۔ زرد پروں کی ایک تتلی ہے۔ جس کو چڑیا بڑے شوق سے کھاتی ہے جیسا انسان شیرینی کو پسند کرتا ہے اسی کے قد برابر دوسری ذات کی تتلی اور ہے اس سے

چڑیا نفرت کرتی ہے کھانا تو درکنار چھوتی تک نہیں۔ خدا
تعالٰے نے اس لئے کہ شناخت ہوکر چڑیوں کے ہاتھ سے
جلد برباد نہ ہو جائیں مرغوب تیتلی کو بھی ایسی علامتوں سے
بنایا ہے کہ نامرغوب کے ساتھ بآسانی تمیز نہ ہو سکے۔ اگرچہ
ان جانوروں کو کھانے والے بہت تلاش و جستجو کے بعد
انہیں کو شکار کرکے اپنا پیٹ پالتے ہیں۔ مگر زندگی
کے واسطے جتنی ضرورت ہے۔ اسی مقدار سے شکار ہاتھ
آتا ہے۔ اگر آسانی سے شناخت ہو جاتی اور سامنے شکار
نظر آیا کرتا تو ضرورت و بے ضرورت برباد کر دیا جاتا ادھر
اس کی جان تلف ہوکر نسل قطع ہو جاتی۔ اُدھر شکاری
حیوان اسراف کے بعد بھوکے مر جاتے۔ اگر انسان ذرا
غور کرے تو ان مثالوں کو سمجھ کر وہ تقدیری تغیّرات
کی سختی پر قانع اور شاکر ہو سکتا ہے اور کبھی شکوے
کی گنجائش نہیں رہتی۔ مثلاً اگر ایک سال میں تین چار
طرح پر متغیّر ہونے والے حیوان اس امر کی شکایت کریں
کہ روز ہمیں پرانے بال گرنے اور نئے پیدا ہونے کی
کی سختی بھگتنی پڑتی ہے۔ ابھی ایک رنگ کے بال گرکر
دوسرے رنگ کے پورے طور پر نہیں جمے تھے۔ کہ ان
میں دھبّے اور داغ پیدا ہونے لگے۔ یا مرغوب تتلی کہے
کہ کڑوی کے ہم شکل بنا کر کیوں قدرت نے میرے میٹھے
حسن پر پردہ ڈال دیا تو وہ جو اس حکمت سے واقف
ہیں۔ کبھی تسلیم نہ کریں گے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے اس تغیّر
میں اُسی کی پیاری زندگی کے واسطے سلامتی رکھی ہے۔

جو لوگ قانونِ قدرت کے زیادہ رازدان ہیں وہ تغیراتِ زندگی پر صانع قدرت کے مشکور ہوتے ہیں +

اسی درجے میں کبوتروں کی نسل کے تغیرات اور نشو و نما کی مثالیں بھی پیش کی ہیں - الماری نما شیشے کی کابک میں اوپر کے تختے پر جنگلی کبوتر کا ایک جوڑا رکھا ہے - اس کے بعد ایک جوڑا سبز رنگ جسامت میں پہاڑی کوّے سے سوایا - پھر چند جوڑے میانہ جسم اور مختلف رنگ کے - ایک جوڑا سپید رنگ چونچ کے اوپر اس طرح گوشت کی گرہ پڑی ہوئی جس طرح پیپل وغیرہ درختوں کی شاخ پر لاکھ پیدا ہوتی ہے - چند جوڑے بھورے - صندلی - چینی - ختنگ - کل دُمے اور کل سرے - آنکھوں کا رنگ بھی جدا جدا - کسی کی کلیاری کسی کی انار دانہ کوئی نرچہ اور کوئی موتی بھور - سب اسی جنگلی جوڑے کی نسل ہیں - جس قدر نسل اپنے باوا آدم سے دور ہوکر مختلف آب و ہوا کی زمین پر پھیلتی گئی اُسی قدر صورت و حالت میں تغیر ہوتا گیا +

پھولوں کی حالت کو اس واسطے جدا جدا حصوں میں مشرح کیا ہے - کہ انسان اس امر کو سمجھ سکے کہ پہلے پھول کا کونسا حصہ پیدا ہوتا ہے - اور تبدیل رنگ کی کیا وجہ ہے - ہر ایک پھول میں دو قوتیں نر اور مادہ شامل ہیں اور اُن کا کیا اثر ہے +

اس کے سوا قسم قسم کے کیڑے مکوڑے سانپ بچھو وغیرہ ابتدائے ساخت سے تبدیلِ ہیئت تک جدا جدا شیشوں

میں رکھے ہیں +

اوپر کے درجے میں زینے کے سامنے چارلس ڈاروِن کا لُعبت رکھا ہُوا ہے۔ اسی شخص نے اس میوزیم کو قایم کیا تھا۔ بعد کو رفتہ رفتہ قومی قوت کی مدد سے بڑھایا گیا ہے +

نیچے کے درجے میں ایک وہیل مچھلی کا پنجر رکھا ہے۔ پچاس فیٹ ایک انچ کی لمبائی ہے۔ منہ کے جبڑے کی ہڈی یعنی باچھوں سے ٹھوڑی تک اٹھارہ فیٹ ہے۔ زندگی کی حالت میں نہایت ہیبت ناک ہوگی +

اوپر کے درجے میں پرند حیوانوں کی صدہا قسمیں ہیں ہر جوڑے کو اس کے اصلی گھونسلے اور انڈے بچوں سمیت لاکر طبعی حالت پر رکھا ہے۔ ان میں ایک پرند بوچڑ (قصاب) ہے جو اپنے شکار کو کھال اُتارنے کے لئے درخت کے کانٹے میں لٹکاتا ہے۔ ہمارے ملک کے لٹورے اور اس پرند میں کسی قسم کا فرق نہیں ہے۔ جس طرح جنگل میں شکار کو گھونسلے کے قریب لٹکاتا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی چڑیا لٹکی ہوئی ہے بوچڑ کھال اُتار رہا ہے۔ چڑیا شکاری پرند وغیرہ ہر چیز اصلی ہے +

درختوں کے سوراخوں میں رہنے والے پرندوں کو معہ اُن کے انڈوں بچوں کے اُن کے گھونسلے یعنی درخت کی شاخ سمیت لا کر رکھا ہے۔ ایک طرف دروازے کا سوراخ ہے۔ دوسری طرف سے لکڑی کو کاٹ دیا ہے کہ اندر کی حالت بخوبی نظر آئے۔ وہی اصلی بچے وہی انڈے

اسی طرح بچوں کو کرم کھلانے کی حالت۔ کبھی انسان تمیز نہیں کرسکتا۔ کہ ان میں سے کوئی چیز مردہ یا مصنوعی ہے +

پرندوں میں سب سے چھوٹا پرند مرغ مگس ہے ۔ خائت درجہ زنبور کے برابر جسم ہوگا لمبی چونچ اور دُم اس پر علاوہ ہے ۔سبز۔ سُرخ ۔ زرد اور سُرمئی کئی قسمیں ہیں۔ اس کا انڈا نو مٹر کے برابر ہے ۔ بچہ بھی شہد کی مکھی برابر نکلتا ہوگا +

پرندوں کی قسم میں سب سے زیادہ خوبصورت "فردوس برڈ" (بہشت کی چڑیا) ہے ۔ جثہ کبوتر برابر اور بازوں کا رنگ سُرخ لاکھی ہے جیسا کتھے اور چونے کو ملانے سے پیدا ہوتا ہے۔ چونچ زنگاری سینہ چمکدار سبز۔ دم میں اوپر کے پر تو جسم کے ہم رنگ ہیں مگر اُس کے اوپر نہایت باریک سونے چاندی کے مثل سفید اور کافوری ریشم کے تاروں کی مثل بالوں کا چنور ہے اور دُم کے اوپر گز بھر کے قریب لمبے سیاہ رنگ کے دو تار لگے ہوئے ہیں ۔ چنور اور بالوں کو پھیلانا اور سمیٹ لینا اُس کے اختیار میں ہے۔ تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ اس کی دو یا تین قسمیں ہیں۔ آسٹریلیا اور نیوگنی جزائر کے قریب بعض جزیروں میں رہتا ہے۔ طوفانی ہوا اور بارش کی شدت کے زمانے میں اپنا وطن چھوڑ کر امن کی جگہ میں چلا جاتا ہے ۔جس وقت اپنے وطن سے سفر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے ۔ تو اس کا ہر ایک گروہ اپنے واسطے ایک جانور کو بادشاہ یا رہنما قرار دیکر اُس کی اطاعت کرتا ہے اور جس طرف کو رہنما اُڑتا ہے۔

سب اس کے پیچھے پیچھے جاتے ہیں۔ رہنما ہمیشہ ہوا کے رُخ کا خیال کر لیتا ہے اور اپنی پارٹی کو لے کر ایسی سمت میں اڑتا ہے۔ کہ ہوا سے باریک اور لمبے پر اُڑ کر سر پر نہ آ جائیں۔ اگر آندھی اور مینہ کا طوفان ہوتا ہے تو رہنما اپنے گروہ کو بہت بلندی پر جہاں ہوا اور ابر نہ ہو لے جاتا ہے۔ یعنی بادلوں سے اوپر جاکر اُڑتا ہے۔ ان جزائر کے جنگلی باشندے مرغ فردوس کو اس طرح شکار کرتے ہیں۔ کہ جنگل میں جہاں پرند بیٹھتے ہیں اپنے چھپ کر بیٹھنے کے لئے لکڑیوں کا سائباں بنا لیتے ہیں اور اُس کی آڑ میں بیٹھ کر تیر مارتے ہیں۔ پہلے بادشاہ کو جس کی دُم مور کے پروں کے مثل سنہری ستاروں سے آراستہ ہے اور اپنی رعیت کی نسبت اس خاص زیور کی خصوصیت سے ممتاز ہوتا ہے۔ پہچان کر مار لیتے ہیں پھر باقی ماندہ رعایا آسانی سے مار کھاتی ہے۔ کیونکہ وہ بغیر رہنما کے تنہا نہیں اُڑتے +

یہ جانور ان جزائر کے رہنے والوں کے لئے بڑی دولت ہے۔ اس کے بال اور کھال یورپین سوداگروں کے ہاتھ بہت مہنگے داموں پر بیچتے ہیں۔ اُن کے سردار امارت اور عزّت کی علامت کے طور پر پروں کو پگڑی میں لگاتے ہیں۔ ان کا خیال ہے۔ کہ خداوند تعالے نے اس سے زیادہ حسین اور خوبصورت کوئی پرند نہیں بنایا ہے۔ اسی سبب سے اس کو گاڈس برڈ (خدائی پرندہ) یا بہشت کا مرغ کہتے ہیں +

چیل - گدھ - عقاب اور باز وغیرہ شکاری پرندوں کی اتنی قسمیں ہیں کہ کسی عجائب خانے میں اس قدر ایک جگہ جمع نہیں کی گئیں - سب سے بڑی ذات کے عقاب کا قد گدھے کے برابر ہے - اور جثہ بھیڑ کے برابر +

اسی طرح قرقاول کی بھی جس کو انگریزی میں فیسنٹ (مرغ زریں) کہتے ہیں اتنی قسمیں ہیں - کہ کسی عجائب خانے میں نہیں - بعض کی چنور دار سر پر کلغی - جثہ اور صورت ہوبہو مور کی شکل - بعض مختلف رنگ اور خوشنما خال و خط سے آراستہ ہیں - منجملہ ان کے ایک قسم کا رنگ اس قدر گہرا اور چمکدار سنہری ہے کہ کندن کی دمک بھی اس کے آگے ماند ہے - یہ اسم بامسمے مرغ زریں ہے - ان کے سوا معمولی مرغ کا ایک جوڑا نہایت عجیب ہے جسم اور صورت میں تو ہندوستان کا ٹینی مرغ ہے - مگر دم اس قدر لمبی ہے کہ کسی پرند کی دم ایسی دیکھی نہ سنی - بیچ کے دو تین پر ڈھائی اور تین گز تک لمبے باقی اُتار چڑھاؤ کے ساتھ چھوٹے ہوتے گئے ہیں +

ایک کمرے میں تمام دنیا کے شیر جمع کئے گئے ہیں ہندوستان کی نسل سے کاٹھیاواڑ کا یک رنگ شتری ببر کا گبھری - ایرانی - افریقہ کے بالدار شیر - بنگالی - رومی - امریکہ کے جیگر اور مختلف شکل و صورت کے تیندوے ہیں - شیروں میں سب قسموں سے چھوٹا امریکہ کا ایک زرد رنگ شیر ہے اور قد و قامت میں سب سے

بڑا بنگالی - ایک شیر نہایت عجیب اور خوبصورت ہے اس کا قد ہمارے ملک کے شیر کے برابر ہے مگر زرد رُوئیں پر دُم تک سرمئی لمبی سیاہ دھاریاں ہیں - اگر چہرے مُہرے پر نظر نہ پڑے - تو زیبرا ہیں اور اس میں فرق نہیں کر سکتے - سوائے اس کے کہ زیبرا کی جلد میلی بھوری ہے - اور اس کی زرد +

اسی پارٹی میں بندروں کی جماعت بھی شامل ہے - قسم اور صورت کا شمار کرنا تو کسی قدر مشکل ہے - مگر سب سے بڑی ذات والے افریقہ کے دو بندر سوکو اور گوریلا ہیں - اگرچہ سوکو بھی دو پاؤں پر کھڑا ہوکر پانچ چھ فیٹ قد کے انسان برابر اور بہت ہی قوی الجثہ ہے - مگر گوریلے سے اس قدر فرق ہے - کہ سوکو میلا خاکی ہے اور گوریلا کالا بھونرا - گوریلے کا سر گدھے کے سر کے برابر ہے - مگر انسان کے سر کی طرح چپٹا اور گول - دانتوں کی تیزی اور چوڑائی بھی شیر کے دانتوں سے کم نہیں - چہرے پر بال نہیں ہوتے - دم بھی ندارد ہے - نہایت زبردست اور نوع انسان کا جانی دشمن ہے +

سوکو اکثر درختوں کے اوپر رہتا ہے - افریقہ کے بعض سیاح بیان کرتے ہیں کہ درخت کے اوپر چند شاخوں کو باہم ملا کر جھونپڑے کے مثل سایہ کر لیتا ہے - افریقہ کا شیر اکثر سوکو کو شکار کرتا ہے - مگر سوکو بھی ہمیشہ اس کی تاک میں لگا رہتا ہے - جب شیر اس کی تلاش میں درخت کے نیچے آ نکلتا ہے - تو سوکو اوپر سے کود کر

اُس کی پشت پر آ لپٹتا ہے اور جب تک شیر کو جان سے نہ مار ڈالے جُدا نہیں ہوتا۔ انسانوں میں مرد کو کسی قدر نوچ کھسوٹ لیتا ہے مگر عورتوں کو نہیں ستاتا اور بعض دفعہ اپنے جھونپڑے میں اُنہیں روک رکھتا ہے۔عورت کو مادہ بھی کچھ نہیں کہتی۔ ایسی روائتیں اور بندروں کی نسبت بھی مشہور ہیں جو شاید صحیح ہوں۔ بعض بندر لومڑی اور گیدڑ کے رشتہ دار معلوم ہوتے ہیں۔ یعنی سوائے درختوں پر اُچھل کُود کرنے کے اُن کی صورت کو بندروں سے کسی قسم کی مشابہت نہیں ہے +

ان کے سوا اورانگ اوٹانگ اور بہت لمبی لمبی پشم کے لنگور۔سیاہ اور ابلق کتے اور چوہے کی شکل کے بندر تو صدہا قسموں کے ہیں +

ان کے برابر دوسرے کمرے میں دریائی جانور رکھے ہیں ۔جن میں وال رس ایک مچھلی ہے جس کو ہمارے ملک میں شیر ماہی کہتے ہیں اور بیش قیمت دانتوں کی وجہ سے مشہور ہے۔ اس کے جُثّے اور قد کی تمثیل میں اس قدر کہنا کافی ہوگا۔کہ ہاتھی کو پاؤں کاٹ کر زمین پر رکھ دیا جائے اور طول میں ہاتھی کی نسبت ڈیوڑھا سوایا پچھلا جسم کسی قدر گاؤ دُم تصور کرلیں تو والرس کے مطابق ہو جائے۔ چہرہ شیر کے چہرے سے ملتا جُلتا ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے۔کہ والرس کے منہ پر ہاتھی کی طرح دس بارہ گرہ لمبے نوکدار دانت زمین کی

کی طرف جھکے ہوئے ہیں - ہاتھی کے دانت کی نسبت شیر ماہی کے دانت بہت مضبوط سفید اور جوہر دار ہوتے ہیں - نہایت مہیب اور خطرناک جانور ہے - آدمی یا کشتی کو دریا میں دیکھ کر بغیر حملہ کئے نہیں رہتی - مگر انسان کو خدا نے ہر چیز پر غالب آنے کی قدرت دی ہے - ایک امریکن اسکیمو والرس کو برچھی سے مار لیتا ہے +

اسی طرح ہال کے گوشے میں اکثر ممالک دُنیا کے ریچھ بھی رکھے ہیں - یہ حضرت رکابی مذہب آدمی کی طرح درند اور چرند دونو طرف آمیزش کا سلسلہ رکھتے ہیں - بالعموم تو پھل اور گھاس پات کے کھانے والے ہیں - مگر پول بیر (شمالی برفستان کا ریچھ) وغیرہ بعض قبیلے شکار پر زندگی بسر کرتے ہیں - ان میں ایک ریچھ گھوڑے کی برابر قد کا ہے - رنگ بھی سب کے مختلف ہیں +

اس کے بعد چرند اور شکار کے اقسام کو جمع کیا ہے - ہرن اور بک وغیرہ تو زیادہ عجیب جانور نہیں ہیں - مگر روسی ہرن بہت عجیب ہے - قد ناگوری بیل کے برابر ہے - اور رینگ وغیرہ معمولی ہرن کی شکل ہیں +

اس کے سوا کئی قسم کی چمگادڑیں ہیں - سب سے بڑی چمگادڑ ولیسی کتے کے برابر ہے - اور سب سے چھوٹی چوہے کے برابر - ان کے علاوہ تابیر - بجھو کے برابر بجر کیٹ (اسلو سانپ) گدھے برابر شور - جن کے دو دانت

پاؤ پاؤ گز لمبے ہیں۔ ہیپوپوتامی اور شترمرغ ہیں۔ شترمرغ کے ایک روز کے نکلے ہوئے بچے سے لگا کر سال بھر تک عمر کے پٹھے ترتیب وار رکھے ہیں۔ پیدائش اور نشو و نما کے تغیرات کو نہایت عمدہ طور پر ظاہر کیا ہے +

انسانی تشریح کے واسطے ہر ملک کے آدمیوں کی کھوپریاں اور پنجر اور بعض آدمیوں کے سر و چہرے کے پوست اور سر کے بالوں سمیت خشک کر کے رکھے ہیں۔ جن سے اصلی رنگ اور نقشہ معلوم ہوتا ہے۔ امریکن اسکیمو وغیرہ جنگلی قوم کے آدمیوں کے سر جو اپنے چہروں کو گود کر سُرخ اور نیلی دھاریاں بنا لیتے ہیں۔ ایسی عمدگی سے خشک کئے ہیں۔ کہ مردہ اور زندہ میں فرق نہیں کر سکتے +

اس کے محاذی دوسرے درجوں میں جمادات اور نباتات کی تاریخ ہے۔ چار سو پچاس برس کی عمر کا ایک درخت تنے سے گنڈیری کی طرح کاٹ کر رکھا ہے۔ یہ درخت صنوبر کی قسم ہے اور زرد لکڑی میں سیاہ خطوں سے تنے کی گولائی کے موافق دائرے کھنچے ہوئے ہیں۔ انہیں لکیروں سے عمر کا حساب کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ہر سال ایک سیاہ لکیر کے برابر درخت موٹا ہو کر ایک دائرہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس درخت کا قطر تین گز اور دور نو گز سے کچھ زیادہ ہے۔ وہی جنس ہے جو یوسی مٹی و بلی کے قریب دادونہ درختوں کی ہے۔ سیاہ

خطوط پر جا بجا عمر کے سال لکھے ہیں یعنی کس سنہ میں یہ درخت کس قدر موٹا تھا اور اُس وقت اُس کی کیا عمر تھی +

یہاں بھی خشکی و تری کے بعض جانور رکھے ہیں - ایک شارک مچھلی اٹھائیس فیٹ (نو گز سوا پانچ گرہ) لمبی اور تیرہ فیٹ موٹی ہے - امریکن میمتھ کا بھی پورا ڈھانچ رکھا ہے - اسی کی صورت اور جسامت کے قریب مستوڈن ایک حیوان ہے - یہ حیوان گویا ہاتھی اور میمتھ کے بیچ میں ایک نسل ہے +

ایک اور حیوان کا پنجر درخت پر چڑھتا ہُوا دکھایا ہے - دونو ہاتھ خشک درخت کے اوپر اور تمام جسم نیچے ہے - یہ جانور بھی اپنی زندگی کی حالت میں ہاتھی کے برابر ہوگا - فرق صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے - کہ اس کے پاؤں کی بناوٹ شیر وغیرہ درندوں کے مثل معلوم ہوتی ہے - یہ صرف ہڈیاں ہیں - گوشت پوست - رگ و پے سب ملا کر بڑا جسم ہوگا - انگریزی میں اس حیوان کو "گرونڈ سلوتھ" کہتے ہیں - ان جسیم حیوانوں کی نسلیں زیادہ تر طوفانِ نوح سے پیشتر ہوتی تھیں اب نظر نہیں آتیں - بعض آدمیوں سے سنا ہے - کہ میمتھ کی نسل افریقہ میں اب بھی موجود ہے +

غرضیکہ طبقات الارض کے متعلق صدہا چیزیں یہاں رکھی ہیں - بعض حیوان زمین کے اندر سے پتھر کا کوئلہ بنے ہوئے نکلے ہیں - بعض دوسری قسم کے پتھر بن

گئے ہیں۔ کوئلا بنا ہؤا ایک بس کٹہرا ہے۔ جس کا طول دو فیٹ سے زیادہ ہے۔ کوئلے کے ٹکڑے میں پلٹا ہؤا ہے۔ انہیں قسموں میں ایک پچھوا اتنا بڑا ہے۔ کہ اگر اُس کے منہ کی چوڑائی میں آدمی لیٹ جائے تو گنجائش پا سکتا ہے۔ اس کمرے میں اکثر شوقین طالب علم اور طبقات الارض کے محقق مطالعہ میں مصروف رہتے ہیں ✤

پینٹنگ گیلری

اس عمارت میں دنیا کے نامی آدمیوں کی تصویریں اور حیوانوں کی طبعی حالت کے نقشے۔ دریا۔ کشتی۔ جہاز۔ طوفان۔ درخت اور جنگل ہر چیز کی اصلی حالتوں کو مختلف طور سے تصویر میں ظاہر کیا ہے۔ اس کے سوا مقتدیین مذہب اور انبیا علیہم السلام کی شبیہیں بھی ہیں۔ بتول عذرا حضرت مریم عیسےٰ ؑ ابن مریم اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تصویریں ولادت با سعادت کے زمانے سے عیسائیوں کی خیالی صلیب تک مختلف سن و سال کی حالت میں کھینچی گئی ہیں۔ حضرت یحییٰ ؑ کو اکثر تصویروں میں ہم عمر ہونے کی وجہ سے حضرت عیسےٰ ؑ کے ساتھ ظاہر کیا ہے۔ ایک تصویر میں قادرِ بے ہمال و بیچگوں کو بخیالِ خود مجسم کیا ہے۔ اور ایک اوسط العمر۔ میانہ قد۔ سیاہ و سپید ملے ہوئے بالوں کی متوسط ڈاڑھی والے کی تصویر بناکر اُس کی گود میں صلیب اور صلیب کے تختے پر حضرت مسیح کے خیال کو کیلوں سے مربوط کیا ہؤا ظاہر کیا ہے۔

ان کے سوا شاہان یورپ عموماً اور شاہانِ فرانس و انگلینڈ خصوصاً مختلف مصوروں کے ہاتھ سے مجسّم کئے گئے ہیں +

بابِ دوم

خاندانِ شاہی کی سوانح عمری

خاندانِ وکٹوریہ

تخت و تاج انگلستان مختلف زمانوں میں اگرچہ متعدد نام کے خاندانوں سے ممتاز رہا ہے۔ لیکن یہ سب خاندان ایک ہی اصل یعنی سیکسن قوم سے ہوئے ہیں۔ جن کے فیضی مورثوں کے نام پر مسکن یا کسی دوسری خصوصیت سے کسی شاخ کا نام کچھ ہوگیا اور کسی کا کچھ۔ ورنہ دراصل سلطنتِ انگلشیہ ابتدائے قیام سے اب تک ایک ہی خاندان میں چلی آتی ہے اور ملکۂ وکٹوریہ بھی اُسی خاندان کی ہنوور والی شاخ سے ہوئی ہیں۔ جن کی تخت نشینی کی پہلے یا اسباب ظاہر کسی کو بھی توقع نہ تھی۔ اگرچہ ان کے والد ڈیوک آف کینٹ شاہ جارج سوم کے فرزندِ

سوم ڈھائی لاکھ روپیہ سالانہ کے وظیفہ خوار تھے۔ مگر اوّل
تو باپ کے سامنے ہی اُن کا انتقال ہو چکا تھا۔ دوم
خاندانِ شاہی میں آدھی درجن کے قریب ملکہ سے فائق
حقدار زندہ و سلامت موجود تھے۔ مگر قدرتِ الٰہی نے شہزادی
کو ملکۂ انگلستان بنانے کے لئے خود بخود ایسے سامان پیدا
کر دئے۔ کہ کسی کو اُن کے انتخاب میں سوچنے سمجھنے کی
ضرورت نہ رہی۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ جارج سوم
ملکہ کے دادا کے بعد اُن کے ولی عہد جارج چہارم بادشاہ
ہوئے۔ جن کی صُلب سے ایک لڑکی کے سوا (جو شیر خوارگی
میں انتقال کر گئی) کوئی اولاد نہ تھی۔ پس اُن کے
انتقال پر بجائے اولاد کے وراثت نے بھائیوں کی طرف
باز گشت کی۔ اور اُن کے بھائی (ملکہ کے تایا) ولیم
چہارم کے نام سے تخت نشین ہوئے۔ جن کے لا ولد
مرنے سے تخت و تاجِ انگلستان نے ان کے برادرِ
مرحوم کی اولاد میں سے ملکہ وکٹوریہ کی طرف رجوع
کیا۔ کیونکہ ان کے والد سے بڑے ڈیوک آف یارک۔ اُن
سے بڑے ولیم چہارم اور ان سے بڑے جارج چہارم
بھی انتقال کر چکے تھے۔ البتہ ملکہ کے دو اَور چچا
ابھی تک زندہ و سلامت موجود تھے۔ مگر چونکہ انہوں نے
اپنی شادیاں منظوریٔ پارلیمنٹ بغیر کر لی تھیں۔ اور
اپنی مرضی سے بود و باش بھی انگلستان کے باہر اختیار
کر رکھی تھی۔ اس لئے قانوناً ان کو حق نہ پہنچتا تھا۔
پھر بھی ملکہ کی تخت نشینی سے اِن کے بڑے چچا ڈیوک

آف کلیرنس کو اتنا فائدہ ضرور پہنچا کہ علاقہ ہنوور جو قانونِ سابق کے رُو سے عورت کے زیرِ حکمرانی نہ آ سکتا تھا وہ ڈیوک آف کلیرنس کو دیا گیا +

ملکۂ وکٹوریہ

ملکہ وکٹوریہ ۲۴- مئی ۱۸۱۹ء کو ایوان کنسنگٹن میں پیدا ہوئیں - اور پیدائش کے سال بھر بعد اِن کے والد کی وفات کے باعث ان کی والدہ کو صرف ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ وظیفہ پر گزارہ کرنا پڑا - لیکن ملکہ کی چھٹی سالگرہ پر جارج چہارم کی طرف سے خاص اِن کی پرورش کے لئے ساٹھ ہزار روپے سالانہ کا وظیفہ اَور مقرر ہوگیا - جس کے بعد دربار اور رعایا کو ان کی جانشینی کی امیدیں بندھنے لگیں اور یہ بھی زیادہ مُحتاط اور قابل بنتی گئیں - چنانچہ بلوغت تک پہنچتے پہنچتے یہ پوری دبنہار - با خبر کفایت شعار فیّاض اور فرائضِ ملک داری کو سمجھنے والی ملکہ بن گئیں - تخت نشینی سے پہلے بھی ان کی جس قدر حکایات موجود ہیں - وہ اُن کی سلیم الطبعی اور سمجھ داری کی دلیلِ ناطق ہیں - مثلاً ایک دفعہ تخت نشینی سے پہلے ملکہ کسی جوہری کی دوکان پر تشریف لے گئیں تو آپ نے ایک خوش پوش لیڈی کو دیکھا جس نے دوکان میں سے ایک عمدہ زنجیر نہایت تلاش و تجسّس سے اپنے لئے پسند کی مگر جب اس کی قیمت کو اپنے مقدور سے بڑھ کر پایا تو ناچار ایک کم قیمت زنجیر

سے دل بہلا لیا۔ ملکہ اُس رنج و افسوس کو بخوبی دیکھتی رہیں جو پسندیدہ زنجیر کے چھوڑنے سے لیڈی مذکور کو ہوا تھا۔ آپ نے اُس کے چلے جانے کے بعد اُس کا پتہ و نشان دریافت فرما کر وہی زنجیر خرید کر اپنی طرف سے اس چٹھی کے ساتھ اس کے مکان پر بھجوا دی۔ کہ "یہ ہدیہ صرف تمہاری اُس دور اندیشی کا صلہ ہے۔ جو تم نے اپنی بساط سمجھنے میں دکھائی اور اُمید ہے۔ کہ آئندہ بھی اس پر کاربند رہوگی"۔ اسی طرح کہا گیا ہے۔ کہ بلوغت کے قریب ایک دن اُن کی گورنس نے جب ان کو تخت نشینی کے آثار دکھا کر پوچھا کہ آپ کس طور و طریق سے حکومت فرمائینگی۔ تو آپ نے کہا کہ "میں نیک اور مہربان بننے کی کوشش کرونگی"۔ اسی طرح ۲۰ جون ۱۸۳۷ء کو صبح دم جب آرچ بشپ اوف کنٹربری۔ لارڈ میئر لنڈن اور لارڈ ملبورن وزیر انگلستان اِن کو باقاعدہ طور پر تخت نشینی کی اطلاع دینے آئے تو پھر بھی آپ نے یہی فرمایا کہ "گو رتبہ بڑا ہے۔ مگر ذمہ واری اس سے بھی بڑی ہے" +

حکومت پانے کے بعد جس سلیقہ و لیاقت سے ملکہ نے سلطنت کے اہم فرائض انجام دئے وہ اُنہیں کا حصّہ تھا۔ رحم۔ فیاضی۔ ضابطہ پسندی آپ کی خصوصیات سے تھیں۔ چنانچہ تخت نشینی سے چند عرصہ بعد جب لارڈ ولنگٹن بہادر سپہ سالار انگلشیہ نے ایک مفرور سپاہی کا قتل نامہ آپ کے حضور دستخطوں کے

لئے پیش کیا تو آپ نے فرمایا "کیا آپ نے اس کے متعلق جملہ امور دیکھ لئے اور سوائے قتل کے کوئی صورت اس کی رہائی کی نہیں رہی" ؟ جس پر اُس فرزانہ مدبّر نے عرض کی - کہ "اگر مراحم خسروانہ سے حضور معاف فرماویں تو اُمید ہے - کہ ملزم آئندہ اصلاح پذیر ہو جائے" پس اس کے سُنتے ہی آپ نے لفظِ "معاف" لکھ کر دستخط کر دینے کے بعد کاغذ سرکاتے ہوئے فرمایا - کہ "لارڈ صاحب ایک عیسائی عورت کے لئے قتل نامہ پر دستخط کرنا سخت مشکل کام ہے" جس کا نتیجہ یہ ہُوا - کہ برائے آئندہ ملکہ کو ایسے سخت کاغذات پر دستخط کرنے سے معاف رکھا گیا +

ہر امر کو غور سے دیکھنا بھی آپ کا خاص شعار تھا - چنانچہ ایک دفعہ لارڈ ملبورن وزیر اعظم نے چند کاغذات پیش کر کے عرض کی - کہ ان پر اسی وقت دستخط ہو جانے ضرور ہیں - تو آپ نے فرمایا - کہ "لارڈ صاحب جب تک میں ہر ایک کاغذ کو بخوبی سمجھ کر قرار نہ دے لوں - کہ اس پر یہی ہونا چاہئے - جو آپ نے تجویز کر رکھا ہے - دستخط کیسے کر سکتی ہوں" ؟ جس کے بعد پھر کبھی آپ سے جلد بازی کا تقاضا نہیں کیا گیا +

علےٰ ہذا ایک دن سنیچر کو انہیں لارڈ صاحب نے ملکہ سے عرض کی - کہ "کل (اتوار) مجھے چند ضروری کاغذات پیش کرنے ہیں" - جس کا جواب دیا گیا - کہ

اوقاتِ عبادت کے بعد آپ پیش کر سکتے ہیں"۔ لیکن صبح جب لارڈ ملبورن اور ملکہ اپنے محلات سے حسب معمول گرجا تشریف لے گئے۔ تو پادری صاحب نے اتوار کی تقدیس پر ایک وعظ کیا جس کے مضمون کی عمدگی پر حاضرین نے بہت کچھ داد دی۔ لیکن لارڈ ملبورن یہ سن کر حیران رہ گئے۔ کہ ملکہ نے ہی صبحدم اس وعظ کے نوٹ پادری صاحب کے پاس بھیجے تھے۔ ایسے حالات میں کسی امیر و وزیر کو کیونکر مجال ہوسکتی تھی۔ کہ کوئی بات خلاف ضابطہ اور بے محل پیش اور پاس کرالے +

ملکہ وکٹوریہ کی شادی خانہ آبادی پارلیمنٹ کی منظوری سے ۲۰- فروری ۱۸۴۰ء کو پرنس چارلس آگسٹس البرٹ کے ساتھ نہایت خوش اسلوبی سے عمل میں آئی۔ یہ شہزادہ خاندانِ سیکسن کا چشم و چراغ۔ صورت و سیرت میں یکتائے روزگار اور رشتہ کے اعتبار سے ملکہ کا ممیرا بھائی تھا۔ جس کی خاندانی سکونت گو پہلے جرمن کے علاقے میں تھی مگر شادی کے بعد اُسے انگلستان میں ہی رہنا لازمی ہوگیا۔ جس کے لئے شہزادہ کو پرنس کانسرٹ (شوہرِ تاج) کا خطاب "آرڈر آف دی گارٹر" کا اعزاز اور تیس ہزار پونڈ کا وظیفہ دیا گیا۔ مگر یہ بھی شرط کی گئی۔ کہ شہزادہ معاملاتِ ملکی میں کبھی دخل نہ دیگا +

اِس ازدواج سے ملکہ وکٹوریہ کی نو اولادیں ہوئیں

ضرور وہ جاہ و حشم اور قانون و ضابطہ کی چار دیواری میں
گھری رہتی نہیں۔ مگر جہاں ذرا بھی فراغت ہوئی۔ تو
دیہات میں جاکر آزادانہ زندگی بسر کرتیں۔ جس میں پیادہ
پا و بے نمائش سیر کرنا اور دیہات والوں کے ہاں بے
تکلفانہ آنا جانا۔ بلکہ اُن کی ضروریات کا بہم پہنچانا اُن
کو بہت مرغوب تھا +

اولاد کی پرورش اور تعلیم و تربیت بھی خاص اہتمام
سے ہوتی تھی جن کے لئے چیدہ و برگزیدہ فضلائے عصر
اُستاد منتخب ہوتے اور ہر ایک علم کی عملی تعلیم بھی
لازمی طور پر دی جاتی تھی۔ چنانچہ شاہی اولاد کے لئے
ایک عالیشان میوزیم (عجائب خانہ) مہیا کیا گیا۔ جس میں
دنیا بھر کی مصنوعات و مناظر۔ سکّے اور پیداوار۔ چرند
و پرند۔ درند و گزند کی اصلی صورتیں۔ ہر قسم کی کلوں
کے نمونے اور ہر علم و فن کے متعلقہ آلات وغیرہ جمع
تھے۔ باغبانی سیکھنے کے لئے فارم۔ تعلیم جہازرانی کے لئے
باقاعدہ جہاز مقرر تھے۔ مختصر یہ کہ کوئی شعبہ ایسا نہ
تھا۔ جس میں صرف علمی تعلیم ہو اور نظری و عملی تکمیل
نہ ہو۔ جس کا نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ ملکہ کی اولاد دُنیا بھر میں
علم و عمل اور لیاقت و متانت میں ہمعصر بادشاہوں
سے فوق لے گئی۔ ملکہ وکٹوریہ کو حصولِ علم و ہنر کا
اس قدر شوق تھا۔ کہ ساٹھ برس کی عمر میں آپ نے
نہ صرف اُردو زبان سیکھنی شروع کی بلکہ حروفِ فارسی
کی نوشت و خواند پر یہاں تک توجہ فرمائی۔ کہ اُردو

میں ہی روز نامچہ لکھنے لگیں +

عہدِ سلطنت کی ترقیاں

اِن میں اگرچہ متعدد جنگ و جدال بھی نظر آتے ہیں۔ مگر ملکہ اور اُن کے ایما و اشارہ پر دربارِ انگلستان کا رویّہ عموماً امن پسندی کی طرف زیادہ مائل تھا۔ آپ کے عہد میں امریکہ۔ آسٹریلیا اور کئی نو آبادیوں کو حکومتِ خود اختیاری دی گئی۔ امریکہ و افریقہ میں کئی نو آبادیاں قائم ہوئیں۔ برٹش قوم کی تجارتی وسعت نے تمام دنیا کو مُسخّر کر لیا۔ ۱۸۵۸ء میں ہندوستان کا براہ راست تاجِ برطانیہ سے تعلق ہؤا۔ جس کے بعد اس ملک میں عِلمی و عملی ترقیات کا آغاز ہو گیا اور کمپنی کا راج جو ملکہ کی براہ راست حکومت سے پہلے صرف چھبیس ہزار مربع میل تھا۔ اِن کے عہد میں دس لاکھ اڑسٹھ ہزار مربع میل تک ترقی کر گیا۔ ۱۸۷۵ء میں ملکہ نے اپنے ولی عہدِ سلطنت کو سیر و سیاحت اور یہاں کے رؤسا و عمائد سے ملنے کو ہندوستان روانہ فرمایا اور ان کی خوش وقت واپسی پر ۱۸۷۷ء میں خطابِ "قیصر ہند" اختیار کر کے دہلی میں لارڈ لِٹن کی صدارت سے ایک بے نظیر دربارِ شاہی منعقد کرایا۔ ۱۸۵۸ء میں پارلیمنٹ انگلستان کی ممبری کے لئے ملکیتِ اراضی کی شرط موقوف ہو کر ہر ایک ایسا شخص جو ایک سال تک باشندۂ انگلستان اور ۴۰ پونڈ سالانہ کرایہ ادا کرتا ہو۔ رائے دینے اور ممبری کی درخواست کرنے کا مجاز کیا گیا۔ اور ووٹ بذریعہ بیلٹ (سر بند)

لئے جانے لگے۔ بلکہ ۱۸۵۸ء میں تو انگریزوں کے سوا ہر مذہب کا آدمی ممبر ہونے لگا۔ ۱۸۷۰ء میں ایجوکیشن ایکٹ پاس ہوکر انگلستان میں تعلیم لازمی کی گئی اور آکسفورڈ۔ کیمبرج اور ڈبلن کی یونیورسٹیوں میں سے مذہبی تفریق اُٹھا دی گئی۔ اور ہر مذہب کا آدمی اُن میں تعلیم پانے کا مجاز ہُوا۔ ۱۸۵۰ء میں آسٹریلیا کو حکومتِ خود اختیاری دی گئی۔ اور پھر ۱۹۰۰ء میں اُسے جداگانہ پارلیمنٹ بھی عطا کر دیا گیا۔ ۱۸۶۹ء میں آئرلینڈ کا علحدہ شاہی گرجا موقوف کرکے صرف چرچ آف انگلینڈ کی دینی حکومت بحال رکھی گئی ۱۸۷۲ء میں نٹال کا فریہ۔ کیپ کالونی اور اورنج فری سٹیٹ کو حکومتِ خود اختیاری عطا ہوئی۔ اور ۱۹۰۰ء میں ٹرانسوال کے بوئروں کو انگریزی رعایا کے ساتھ جور و ظلم کرنے کی پاداش میں جنگ کرکے مغلوب کیا گیا۔ جس میں ہندوستان کی سپاہ بھی شریک تھی۔ ۱۸۵۷ء کا مفسدہ ہندوستان اور اسی زمانہ کی جنگ چین۔ ۱۸۶۷ء کی مہم ابی سینیا۔ ۱۸۷۳ء کی مہم اشانٹی۔ ۱۸۸۰ء میں قوم زولو کے ساتھ لڑائی۔ عہدِ وکٹوریہ کی مشہور لڑائیاں ہیں۔ اسی زمانہ میں انگریزی فوج نے عربی پاشا کے مقابلہ میں مصر کی حفاظت کے لئے لڑائی کی اور عربی پاشا کو گرفتار کرکے مصر کو اپنے زیرِ حفاظت قرار دے لیا۔ وغیرہ +

ملکہ نے امنِ دنیا کے لئے خود سفر کی تکلیف اُٹھائی۔

شاہانِ دنیا سے دوستانہ تعلقات

اور کئی جلیل القدر بادشاہانِ دنیا کو اپنے ہاں مہمان بنایا۔ اور اُن سے ایسے دوستانہ تعلقات قایم کر لئے کہ کسی کو کم میتسر ہو سکتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ بڑے بڑے اختلافات تحریر و تقریر کے ذریعے ہی سے طے ہو جانے لگے۔

توسیعِ سلطنت

ملکہ وکٹوریہ نے جس وقت عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی تھی۔ سرکارِ انگریزی (برٹش امپائر) کا زیرِ حکومت رقبہ کل سترہ لاکھ ستاسی ہزار مربع میل تھا۔ لیکن وفات کے وقت برٹش امپائر کا رقبہ ایک کروڑ گیارہ لاکھ تیس ہزار مربع میل ہوگیا تھا۔

یہ رقبہ پہلے رقبہ سے آٹھ گنا ہے۔ یہ حیرت ناک وسعت صرف جنگ و جدال سے ہی حاصل نہیں ہوئی۔ بلکہ کئی ملکوں میں نو آبادیاں قائم ہوئیں اور کئی ممالک صلح سے زیرِ حکومت ہوئے وغیرہ وغیرہ۔

ملکہ کا وظیفہ

ملکہ کو خاندانِ شاہی سمیت چالیس لاکھ روپیہ سالانہ وظیفہ ملتا تھا جس میں سے آپ ایک معقول حصّہ رفاہِ عام کے کاموں اور خیرات خانوں کو عطا فرماتی تھیں۔ اور اس کے علاوہ باوجود اس بات کے کہ بادشاہوں کی کی ذات قانونًا ہر قسم کے ٹیکسوں وغیرہ سے بَری ہے۔ لیکن آپ اپنی آمدنی کا باقاعدہ ٹیکس ادا فرماتی رہیں۔

رعایا سے سلوک

ہمیشہ ایسا کیا جیسے کوئی حقیقی ماں اپنی اولاد سے کرتی ہے۔ جہاں کہیں لوگوں کو حکومتِ خود اختیاری کے لائق پایا فوراً بلا توقف خود مختار کر دیا۔ جہاں

کسی خاص قانون کے اجراء یا مسدود کرنے پر رعایا کو متفق پایا فوراً اُن کی درخواست کے مطابق حکم دیا۔ اس کے علاوہ والیانِ ریاست اور سردارانِ قوم جس کسی حصہ ملک سے لنڈن پہنچے۔ پوری فراخ دلی سے اُنہیں باریابی کی عزت دی گئی +

گولڈن اور ڈائمنڈ جوبلی

۱۸۸۷ء میں ملکہ کی گولڈن جوبلی اور ۱۸۹۷ء میں ڈائمنڈ جوبلی کے جشن برٹش امپائر میں جس تزک و احتشام اور دھوم دھام سے عمل میں آئے وہ خاص طور پر یادگار کے قابل ہے۔ جوبلی کی رسم قدیمانہ ہے۔ یوبیل عبرانی زبان میں سینگ کو کہتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں دستور تھا۔ کہ ہر ساتویں سال بادشاہ کی ہفت سالہ حکومت کی خوشی میں بوق و کرنا بجاتے۔ اور خوشیاں مناتے تھے۔ اور پھر ان ہفت سالہ سات دوروں یعنی ۴۹ سال کے بعد ایک بہت بڑا جشن ترتیب دیتے تھے۔ مگر ایسے جشن ایک ہزار سال اِدھر دنیا میں بہت کم بادشاہوں کو نصیب ہوئے تھے۔ لیکن ملکہ کی خوش قسمتی سے خدا نے اُن کو یہ مبارک نظارہ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ساٹھ سالہ حکومت کے بعد ڈائمنڈ جوبلی کا بے نظیر موقع نہایت عمدگی سے دکھایا۔ ان دونو تقریبوں پر یوں تو حکام نے بھی ہر ایک شہر و پریزیڈنسی میں بذریعہ درباروں اور مسرت و بہجت کے جلسوں کے پورا جاہ و جلال دکھایا۔ لیکن رعایائے ہندوستان نے جس محبت و خلوص سے خود بخود جلسے کرکے۔ دعوتوں۔

کھیل تماشوں اور دعا و ثناء کا اہتمام کرکے ملکہ کی بےنظیر
ہر دل عزیزی کا عظیم الشّان ثبوت دیا وہ ایسی روشن
مثال ہے۔کہ غالبًا بادشاہوں کی تاریخ میں نہ نکل سکیگی۔
چنانچہ ملکہ کے دل پر بھی اُس کا بے حد و پایاں اثر
ہُوا۔اور ولائت میں جو اعلان ان تقریبوں کے متعلق
انہوں نے جاری فرمائے۔اُن میں ہندوستان کے والیانِ
ریاست۔رئیسوں۔امیروں اور تمام رعایا کی نسبت پرلے
درجہ خوشنودی کا اظہار فرمایا تھا*

ان تمام تقریبوں کے بعد ۲۱۔جنوری سنہ ۱۹۰۱ء کو جبکہ
وفات ملکہ کی عمر اکاسی سال آٹھ ماہ اور مدّتِ حکومت تریسٹھ
سال سات ماہ تھی۔اس بے نظیر ہر دل عزیز اور
با اقبال بزرگ ملکہ کا انتقال ہو گیا۔جن کا جنازہ شاہی
مراسم و جلوس کے ساتھ یکم فروری سنہ ۱۹۰۱ء کو دو بجے
دن کے ونڈسر کیسل گرجہ میں لائے اور وہیں ۴۔فروری
سنہ ۱۹۰۱ء کو تدفین کی رسم عمل میں آئی ؎

برفت آں گلشنِ خرّم بہ بادے
دریغے ماند۔فریادے و دادے

ملکہ کی ہر دلعزیزی اور مقبول حکومت کا اس سے
بڑھ کر کیا ثبوت ہوگا۔کہ اُن کی وفات نے نہ صرف
انگلستان کو سوگوار کیا بلکہ تمام سلطنتِ انگریزی میں جس
مذہب و ملّت کے لوگوں نے اس حادثہ سے اطلاع پائی
ہک دبک رہ گئے۔اور ماتم وگریہ و زاری میں مصروف
ہوگئے*

شاہنشاہ ایڈورڈ ہفتم

شاہنشاہ موصوف ملکہ وکٹوریہ کے فرزند اکبر تھے۔ جو ۹۔ نومبر ۱۸۴۱ء کو پیدا ہوئے۔ اور باپ کے نام کی رعایت سے "البرٹ ایڈورڈ" آپ کا نام رکھا گیا۔ آپ کی رسم اِصطباغ ۵۔ جنوری ۱۸۴۲ء کو ادا ہوئی۔ جس میں شاہنشاہ فریڈرک ولیم متوفی قیصرِ جرمن آپ کے دینی باپ قرار پائے۔ جو خاص طور پر اسی رسم کی ادائیگی کے لئے انگلستان رونق افروز ہوئے تھے۔ پھر رسوم ولیعہدی بھی آپ کی نہایت شان و شوکت سے ادا ہوئیں۔ اور آپ پرنس آف ویلز کہلانے لگے۔ ان تقریبوں پر شاہی جلسوں کے لئے پارلیمنٹ کی طرف سے بیس لاکھ روپیہ منظور کیا گیا تھا۔ ان رسوم کی تقدیس کے اندازے کے لئے غالبًا یہ مثال کافی ہوگی۔ کہ آپ کی رسم اصطباغ کے لئے جو کیک بنایا گیا تھا۔ اس کا ایک ٹکڑا کسی شخص نے محفوظ رکھ چھوڑا تھا۔ نیلام میں اس کے دام اس قدر آئے جس قدر کہ اس سے بیس گنا وزن سے سونے کے دام ہوتے تھے +

آپ کی تعلیم و تربیت ملکہ وکٹوریہ اور پرنس کانسرٹ کے زیرِ اہتمام جس احتیاط و عمدگی سے ہوتی رہی اس کے لئے اول ان دونو صاحبوں کا نام ہی کافی ہے۔ دوم کہ جس قدر آپ کی عمر بڑھتی گئی۔ خود قوم انگریزی آپ کی

شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم آنجہانی

تعلیم و تربیت پر گہری نظریں ڈالتی چلی گئی۔ چنانچہ پرنس آف ویلز کی تعلیم و تربیت“ کے عنوان سے ایک دفعہ ایک مبسوط پمفلٹ قوم کی طرف سے شائع ہوا۔ تو اس کی کئی مفید تجاویز کو آپ کے والدین نے قبول و منظور فرمایا لیا انگلینڈ کے منتخب روزگار فاضل و قابل اشخاص آپ کے اُستاد تھے اور ہر صیغہ و شعبہ کی تعلیم کے لئے جملہ سامان اس خوبی و جامعیت سے مہیا کئے گئے تھے۔ کہ ہر علم کی عملی تعلیم بھی آپ کو دی جاتی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جب آپ فارغ التحصیل قرار دئے گئے۔ تو علاوہ نوشت و خواند۔ تحریر و تقریر۔ تاریخ و جغرافیہ۔ ریاضی و مساحت۔ سائنس و ڈرائنگ جاننے کے آپ ایک واقفکار جہاز راں۔ ایک تجربہ کار سپاہی اور ماہر باغبان بھی تھے۔ چنانچہ ۱۸۵۹ء میں جبکہ آپ اپنے معزز والدین کے ساتھ شاہنشاہ فریڈرک ولیم قیصر جرمن کے مہمان ہوئے تو شاہنشاہِ موصوف نے جو آپ کے دینی باپ قرار پا چکے تھے۔ انہیں ”آرڈر اوف دی بلیک“ کا معزز خطاب و تمغہ دیتے ہوئے۔ ان کے والدین سے فرمایا۔ کہ ”پرنس آف ویلز کا وجود اُن تمام آرزوں کا پورا کرنے والا ہے۔ جو آپ جیسے عالی قدر والدین کو اپنی نیک اور قابل اولاد کی نسبت ہو سکتی ہیں“

آپ کی شادی ۷۔ مارچ ۱۸۶۳ء کو ڈنمارک کی عالی خاندان شہزادی جناب پرنسس الگزنڈرا کے ساتھ پوری شان و شوکت اور جاہ و تجمل کے ساتھ عمل میں آئی

جن سے آپ کے چھ اولادیں ہوئیں - انہیں میں سے سب
سے بڑے شہزادے البرٹ وکٹر ولی عہد قرار پائے تھے - مگر
۱۸۹۲ء میں اُن کی یک لخت وفات سے ولی عہدی کا
درجہ پرنس جارج فریڈرک آرنسٹ آپ کے فرزندِ دوم
کے حصے میں آیا جو بلا شراکت غیرے اس وقت آپ کے
جانشین اور برٹش امپائر کے شاہنشاہ ذی جاہ ہیں +
شاہنشاہ ایڈورڈ ہفتم بلوغت سے وفات تک مُلکی و
قومی خدمات میں برابر مصروف رہے - زمانۂ ولی عہدی
میں بحیثیت ولی عہدِ سلطنت ۱۸۶۰ء میں کینیڈا
(امریکہ) کا ملکی و قومی پارلیمنٹ انہیں کے مبارک ہاتھ
سے کھولا گیا - جو ایک بڑا مہتم بالشان کارنامہ ہے -
اور اسی ضمن میں دریائے مانٹریل کے ریلوے پل اور
مقام ہملٹن کی صنعتی نمائش کا بھی افتتاح آپ نے فرمایا
اور اسی سفر میں آپ نے نہایت فراخ دلی سے واشنگٹن
کے مقبرے کی زیارت کو جاکر اہالیانِ امریکہ کو اپنا گرویدہ
اخلاق بنا لیا - کیونکہ واشنگٹن ہی وہ شخص تھا جو امریکہ
کی طرف سے انگلینڈ کے ساتھ کامیاب لڑائیاں لڑ کے
آخر الامر امریکہ کو چھڑا لے گیا - جس کی قبر پر جاکر
اظہارِ تقدیس کی امید ایک نوجوان ولی عہدِ انگلینڈ سے
کبھی ہرگز نہ ہو سکتی تھی - چنانچہ آپ کی واپسی پر
پریزیڈنٹ امریکہ نے ملکہ معظمہ وکٹوریہ کی خدمت میں
شہزادہ کی فراخ دلی کے متعلق مندرجہ ذیل چٹھی لکھی
"امریکہ کے ہر ایک مقام پر جہاں پرنس اوف ویلز ٹھہرے

یا ان کا گذر ہوا۔ استقبال و خیر مقدم کی مراسم پبلک نے دلی محبّت و اشتیاق سے ادا کیں۔ جس کی وجہ نہ صرف ان کا ولی عہد انگلستان ہونا ہی تھا۔ بلکہ اُن کی ذاتی خوبیاں اس قابل ہیں۔ کہ وہ جہاں کہیں وارد ہوئے۔ عزت و احترام سے دیکھے گئے +

اس سفر میں شہزادے نے واشنگٹن کے مقبرے کی زیارت اور اظہارِ تقدیس سے اپنی جس فراخ دلی اور اخلاقی جُرأت کا اظہار کیا۔ سچ جانئے کہ وہ نہ صرف ہمارے ہی دلوں پر منقّش ہوا۔ بلکہ ابدالاباد تک دنیا کی تاریخ میں اُن کی برگزیدگی کی روشن مثال سمجھی جائیگی +

۱۸۶۲ء میں بیت المقدس کی زیارت اور مصر و قسطنطنیہ فرانس وغیرہ کے سفروں میں اُن کے جلیل القدر بادشاہوں کی ملاقات سے برٹش امپائر کے تعلقاتِ دوستانہ کو وسیع بنانے کا کام بھی آپ نے نہایت خوبی سے سر انجام دیا۔ اور اسی طرح ۱۸۶۸ء کے ایک طویل سفر میں آپ نے ڈنمارک۔ سویڈن۔ جرمنی۔ مصر۔ اٹلی۔ یونان کے فرمانرواؤں سے ملاقاتیں تازہ فرمائیں۔ اور ۱۸۶۶ء میں سینٹ پیٹرز برگ پہنچ کر زار روس کے مہمان بنے۔ جس کے بعد ۱۸۷۵ء کے سفر میں آپ نے ہندوستان کا سفر فرمایا اور ہندوستان جیسے کامل تاریخ برطانیہ کے اس درخشندہ گوہر کی سیاحت میں بمبئی۔ کلکتہ۔ مدراس۔ الہ آباد۔ پنجاب وغیرہ کے پریزیڈنسی مقامات پر ہر صوبہ کے حکام و رؤسا اور والیانِ ملک سے ملاقات فرما کر سب کو اپنے

اخلاق و کرم کا مدّاح بنایا۔ بلکہ حیدر آباد میسور و جموں وغیرہ عظیم الشّان ریاستوں میں خود تشریف لے جاکر اظہارِ قدر دانی فرمایا۔ مختصر یہ کہ یہی وہ پہلا موقعہ تھا۔ جبکہ حکومت انگلشیہ کے اول ولی عہد برطانیہ نے اس ملک کی سیر و سیاحت سے رؤسا و رعایائے ملک کے ساتھ بالمشافہ واقفیت بہم پہنچائی اور اُن کو ملاقات کا شرف بخشنا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوُا۔ کہ آپ کی واپسی کے بعد ۱۸۷۷ء میں ملکہ وکٹوریہ نے خطاب "قیصر ہند" قبول فرمایا۔ اور جب صاحب موصوف یہاں سے تشریف لے گئے اس ملک کی صلاح و فلاح سے کبھی غافل نہ ہوئے۔ چنانچہ ۱۸۸۶ء میں ملکہ وکٹوریہ کی تقریب جوبلی پر لنڈن امپیریل انسٹی ٹیوٹ کے ہندوستانی حصّہ میں آپ کی مؤثر کوششیں خاص طور پر قابلِ یاد ہیں۔ جس کے بعد شہنشاہ ہونے پر بھی ہندوستان کو آپ نے کبھی فراموش نہ کیا۔ بلکہ اس کی یاد یوماً فیوماً ترقی کرتی گئی +

آپ کے حزم و احتیاط کی دلیل یقیناً اس سے زیادہ نہیں مل سکتی۔ کہ آپ نے ساٹھ سال کی طویل مدّت ولی عہدی میں باوصف لائق فائق اور باخبر و باریخ ہونے کے اپنے کو پولیٹیکل امور سے اتنا علیحدہ رکھا کہ کسی کو نکتہ چینی کا موقع نہ مل سکا۔ سینکڑوں قوانین اور ہزاروں تجاویز آپ کے سامنے پیش ہوئی تھیں۔ اور انگلستان کے اخبارات ان پر جوشیلے مضامین لکھ لکھ کر اور نو اور ہوا تک اپنے رنگ میں رنگنے کی کوشش

کرتے تھے۔لیکن آپ اُن کی تحریروں سے مؤثر نہ ہوتے تھے۔
اس کے سوا عام طور پر آپ کو کسی نہ کسی سوسائٹی کی شرکت یا رسم افتتاح وغیرہ کی تقریب پر ہر مہینے ایک یا دوبار تقریر کا بھی موقع ضرور ہی مل جاتا تھا۔مگر کیا مجال کہ ملکی معاملات میں آپ نے ایک حرف بھی فرمایا ہو +
شاہنشاہ موصوف ابتدائے عمر سے ہی رحمدل عالی خیال اور ضابطہ دان تھے۔چنانچہ مندرجہ ذیل چند مثالیں اس خیال کی تصدیق کے لئے مشتے نمونہ از خروارے لکھی جاتی ہیں +

ایک دن آپ گاڑی پر سوار بازار میں جا رہے تھے۔ کہ آپ کی نظر ایک نابینے بڈھے پر پڑی جو بازار کی ایک جانب سے دوسری جانب جانا چاہتا تھا۔ اور قدم قدم پر گاڑیوں اور سواریوں کی بھیڑ بھاڑ سے ٹھوکریں کھا رہا تھا۔ آپ نے فوراً گاڑی کو ٹھیرا کر بڈھے کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کے آستے بازار کی دوسری جانب پہنچا دیا۔ اور پھر کچھ نقدی دے کر آپ چپ چاپ رخصت ہوگئے چند دنوں کے بعد آپ کے پاس ایک چاندی کا قلمدان پہنچا۔ جس پر یہ عبارت تھی۔ کہ "یہ ناچیز تحفہ پرنس آف ویلز کی خدمت میں ایک ایسے شخص کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے۔ جس نے انہیں سچے مسیحیوں کی طرح اپنے مرتبوں کو بالائے طاق رکھ کے ایک اندھے کی خدمت کرتے دیکھا ہے" +

ایک دفعہ آپ تنہا بائیسکل پر سوار جا رہے تھے۔ کہ

آپ نے کسی بدمعاش کو ایک عورت سے بائیسکل چھیننے کی
کوشش کرتے دیکھا۔ اور دیکھتے ہی اُتر کر بدمعاش
کو وہ ڈانٹ بتائی۔ کہ پھر اس کا پتا نہ چلا۔

ایک بار آپ سیر و شکار کے لئے چند آدمیوں کے ساتھ
کسی کھیت سے گذر رہے تھے۔ کہ زمیندار نے کہا تم لوگ
میرے کھیت میں بے اذن آئے ہو۔ بس ایک ایک شلنگ
جرمانہ ادا کرو۔ اس پر کسی ساتھی نے زمیندار کو آپ کے
رتبہ سے واقف کرنا چاہا۔ مگر آپ نے فوراً روک کر کہا۔
کہ اس کا جرمانہ اسی وقت ادا کر دینا چاہئے۔ بتاؤ کسی
سلطنت کا ایسا ولی عہد ہوا ہے۔ کہ اپنی ہی رعایا کے
ایک شخص کا بے وجہ جرمانہ ادا کرے۔

ایک دفعہ کسی دوست کے ساتھ آپ کسی گاؤں میں
پیادہ پا سیر فرما رہے تھے۔ کہ بارش آ گئی۔
ناچار آپ کو ایک ڈبل روٹی والے کے مکان میں کسی
قدر ستانا پڑا۔ لیکن سرسری انتظار کے بعد جب بارش
نہ تھمی۔ تو آپ کے ہمراہی نے مالکِ مکان سے پوچھا۔
کہ تمہارے ہاں کوئی چھتری بھی ہے؟ مکان والے نے
جواب دیا۔ کہ میرے پاس چھتریاں تو دو ہیں۔ ایک نئی
اور ایک پرانی۔ نئی تو میں کبھی کسی نہیں دیتا خواہ
پرنس اوف ویلز ہی کیوں نہ ہوں۔ البتہ پرانی اس قرارداد
پر پیش کر سکتا ہوں۔ کہ آپ واپس ضرور پہنچا دیں۔
چنانچہ ہمراہی نے وہی پرانا چھاتا لے کر آپ کو محل سرا
تک پہنچا دیا۔ جہاں پہنچ کر آپ نے پرانے گھٹیا چھاتے کے

ساتھ ایک اعلےٰ درجے کا نیا چھاتا اپنی طرف سے عطا فرما دیا۔ اسی قسم کے صدہا حالات سے آپ کی زندگی عموماً لبریز نظر نظر آتی ہے +

۲۲- جنوری ۱۹۰۱ء کو آپ اپنی والدہ کی جگہ وارثِ تخت و تاج ہوئے۔ جس کے شاہانہ جلوس کے لئے آپ نے لنڈن میں ۲۶- جون ۱۹۰۲ء اور ہندوستان میں یکم جنوری ۱۹۰۳ء کی تاریخیں مقرر فرمائیں۔ مگر لنڈن کے جشن سے پہلے یک لخت آپ ایسے بیمار ہوگئے۔ کہ جانبری کی امید نہ رہی۔ جس پر نہ صرف انگلستان بلکہ ہندوستان کی رعایا نے بھی صدق دل سے آپ کی صحت کے لئے دعائیں مانگیں اور خدا نے پھر آپ کو دوبارہ زندگی عطا فرما دی۔ جس کے بعد ۹- اگست ۱۹۰۲ء کو لنڈن میں آپ کی تخت نشینی و تاجپوشی کی رسوم ادا کی گئیں۔ اور ہندوستان میں یکم جنوری ۱۹۰۳ء کو لارڈ کرزن کی صدارت سے وہ دربار عالیشان منعقد ہوا۔ جس کا لطف ہندوستانی اور لارڈ ممدوح دونو نہ بھولینگے +

شہنشاہِ موصوف رعایا برایا کو اُس کے مناسب حال حقوق دینے میں بھی آپ ہمیشہ فیاض و نیک دل ثابت ہوتے رہے ہیں۔ جب آپ تختِ حکومت پر متمکن ہوئے ہیں۔ اُس وقت انگلستان اور ٹرانسوال کے بوئروں میں جنگ ہو رہی تھی۔ مگر جب افواجِ شاہی نے ٹرانسوال کو فتح کر لیا۔ اور بوئروں کے لیڈر شاہنشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے نہایت فیاضی کے ساتھ

اُن کی درخواستوں کو منظور فرما کر ٹرانسوال کے لئے جداگانہ پارلیمنٹ اور حکومتِ خود اختیاری منظور فرمائی۔ علےٰ ہذا ہندوستان میں بھی جب آپ نے تعلیم یافتہ گروہ کو اعلےٰ ملازمت پانے اور انتظامی معاملات میں دخل دینے کے لئے جد و جہد کرتے دیکھا۔ تو گورنمنٹ ہند کے مشورہ سے امپیریل کونسل اور پراونشل کونسلوں کی توسیع اور اُن میں غیر سرکاری دیسیوں کے ایک حصہ کا بذریعہ انتخاب لیا جانا منظور فرمایا۔

انگلستان میں بھی آپ کے عہد میں کئی مفید قانون پاس اور رائج ہوئے۔ جن میں سے ایک اہم قانون بڈھے کاریگروں کی پنشنوں کے متعلق تھا۔ جس سے انگلستان کی قومی ہمدردی دنیا بھر میں ضرب المثل ہو گئی۔ اس قانون کے رو سے مزدور پیشہ فرقہ کے لوگ مختلف کارخانوں میں کام کرنے کے بعد جب آخری عمر میں کام کے قابل نہیں رہتے اور بسبب اپنی قلیل آمدنی کے کچھ پس انداز بھی زمانۂ ضعیفی کے لئے نہیں رکھتے ان کے گذارے کے لئے سرکار کی طرف سے ایسی پنشن مقرر ہو جاتی ہے۔ جو سادہ اور معمولی گذارہ کو کافی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اس قانون کے رو سے جو پنشنیں سرکار سے مقرر ہوئیں۔ اُن کی مجموعی تعداد پندرہ کروڑ روپیہ سالانہ ہے۔

کونسی سلطنت اس دنیا میں ہے۔ جو پندرہ کروڑ روپیہ کی پنشنیں ان لوگوں کو دے جنھوں نے سرکاری ملازمت ہی نہ کی

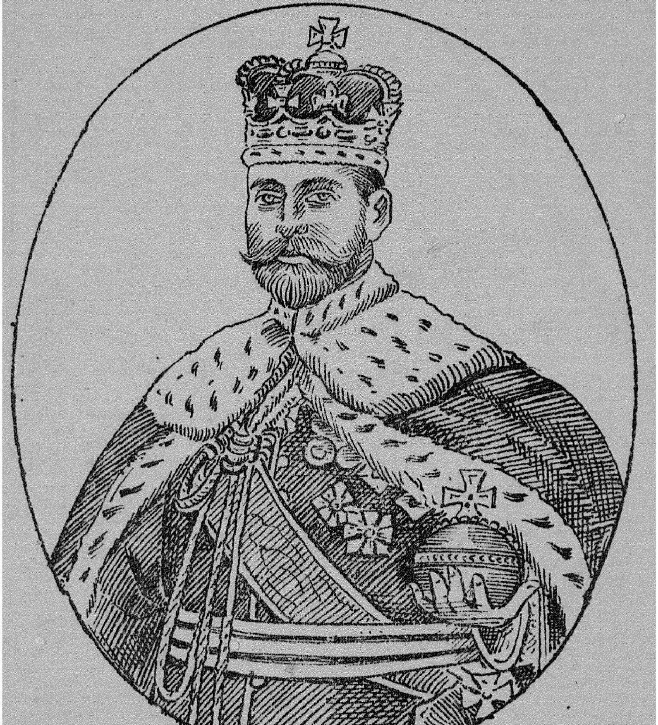

شہنشاہ جارج پنجم

ہو۔ ایسی ہی اور بھی کئی بیش قدر رعائتیں آپ کے عہد میں جاری ہوئیں۔ لیکن افسوس کہ شاہنشاہ کا زمانۂ حکومت کچھ وسیع نہ ہو سکا۔ اور ۶ مئی ۱۹۱۰ء کو آپ کی وفات سے برٹش امپائر میں ایک کہرام مچ گیا۔ شاہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کی عمر انتقال کے وقت ۶۷ سال چھ ماہ اور زمانۂ حکومت سوا نو سال تھا۔ جن کی وفات پر ہر ملک کی رعایا نے ان کی یادگار کے لئے بذریعۂ چندہ معقول رقوم جمع کر کے مقامی حکام کے مشورہ اور رہنمائی سے مناسب یادگاریں قائم کیں۔ چنانچہ آل انڈیا میموریل یعنی ہندوستان کی مجموعی یادگار کا سنگ بنیاد تو ۸۔ دسمبر ۱۹۱۱ء کو موجودہ شاہنشاہ جارج پنجم نے دہلی میں بدست خاص نصب فرمایا اور لاہور میں تین لاکھ کے سرمایہ سے میو ہسپتال کی توسیع کا سنگ بنیاد لفٹنٹ گورنر پنجاب نے رکھا۔ علیٰ ہذا ہر صوبہ میں آپ کی متعدد مفید یادگاریں قائم ہوئیں +

شاہنشاہ جارج پنجم دام ملکہم

حضور ممدوح ۳۔ جون ۱۸۶۵ء کو ایک بج کر ۱۸ منٹ[1] پر قصر مالبرو ہوس میں پیدا ہوئے۔ اور ۷۔ جولائی ۱۸۶۵ء کو محل ونڈسر کیسل میں آپ کے نام رکھنے کی مبارک رسم

[1] انگریزی حساب میں رات کے بارہ بجے سے نئی تاریخ شروع ہوتی ہے۔ گویا کہ ہندوستانی حساب کے مطابق یوں سمجھنا چاہئے کہ شاہنشاہ کی ولادت دوسری اور تیسری جون کی شب میں ہوئی +

ادا ہوئی۔ جس میں ڈیوک اور ڈچس اوف کیمبرج آپ کے دینی[1] باپ اور دھرمی ماں قرار پائے شاہی اولاد کی تعلیم و تربیت کے متعلق آپ کے والدین اور دادی صاحبہ کو جو خاص ملکہ حاصل تھا۔ وہ کسی کو بہت کم حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ بادشاہی کے حقوق اور اُن کے مطابق اپنی اولاد کو تیار کرنے کی ضرورت کو وہ ایسا سمجھتے تھے۔ کہ بہت کم آدمی سمجھ سکتے ہیں۔ بالخصوص شہزادہ کے بڑے بھائی پرنس البرٹ ایڈورڈ وکٹر کے لئے تو شاہی تخت و تاج یقینی امر تھا۔ پس دونو بھائیوں کی خدمت کے لئے چھٹپن سے فرنچ اور جرمن نواصبین اس لئے مقرر کر دی گئیں۔ کہ شہزادوں کو ان دونو زبانوں میں کامل مہارت ہو سکے۔ جس کے بعد انگریزی قاعدہ وغیرہ آپ کو خود ملکہ الگزینڈرا نے پڑھایا۔ اور پھر اگست ۱۸۷۱ء میں آپ کی با قاعدہ پڑھائی کے لئے پادری جان نیل ڈالٹن اور بشپ دلبر فورس مقرر کئے گئے۔ جنہوں نے کمال محنت سے آپ کو تھوڑے عرصے میں علوم مروّجہ میں کامل بنا دیا۔ اور ۱۸۷۷ء میں دونو شہزادے "برطانیہ" نام شاہی جہاز پر بحری سپاہ گری کی تعلیم کے لئے بھیج دیئے گئے۔ جہاں دو تین سو علم لڑکوں کے ساتھ بلا لحاظ درجہ و منصب اس طرح تعلیم پائی۔ کہ سب کے ساتھ ایک

---

[1] یہ فخر خاص طور پر شاہنشاہ کے لئے مخصوص ہے۔ کہ ان کے دینی والدین بھی مثل جسمانی والدین کے خاص انگلستان کے شاہی خاندان سے ہوئے ہیں +

میز پر عام اور سادہ کھانا کھاتے۔ سب کے ساتھ رسّہ کشی۔
کشتی رانی۔ تار پیڈو سازی و تار پیڈو شکنی وغیرہ سیکھتے۔
توپ چلانا۔ اور جہاز کی مرمت وغیرہ کرنا بھی سب کے
ساتھ مل کر انجام دیتے۔ چنانچہ ان ہنروں میں کامیابی
حاصل کرکے دونو صاحب بیکانٹی جہاز پر ملازمانہ و سپاہیانہ
کام کرنے کے لئے بھیجے گئے۔ اور جب جہاز مذکور ان
کو بحری سفر کراکے واپس لایا۔ تو شہزادے کئی مشقی بحری
لڑائیوں اور قواعد میں شریک ہوئے۔ جس کے بعد دونو
بھائیوں نے جنوبی امریکہ آسٹریلیا۔ جاپان چین۔ سیام۔
سنگاپور۔ سیلون۔ مصر شام و فلسطین کے سفر کئے۔
جن میں تری اور خشکی۔ ریل۔ جہاز۔ موٹر۔ گھوڑا۔
گاڑی۔ اور اونٹ سب قسم کی سواریاں استعمال میں
آئیں۔ اور بے شمار لوگوں سے اتحاد و ارتباط کے رشتے
قائم کرکے دنیا بھر میں محبتِ برطانیہ کا بیج بویا اس امر
کے اظہار کی ضرورت نہیں۔ کہ ہر جگہ دونو بھائیوں کی
خاطر و مدارات شاہانہ طور پر ہوتی رہی۔ کیونکہ وکٹوریہ
جیسی با اقبال اور ہر دلعزیز ملکہ کا پوتا ہونا کوئی معمولی
خصوصیت نہ تھی۔ ان سفروں سے واپسی کے بعد آپ
کے بڑے بھائی تو بحیثیت ڈیوک[1] اوف کلیرنس ہونے کے
انگلستان کی سکونت پر مجبور ہوگئے اور شہزادہ جارج نے
دلی شوق و ذوق کے ساتھ بحری صیغہ میں ناموری پیدا

---

[1] ولیعہدِ سلطنتِ برطانیہ کے بڑے لڑکے کے لئے ڈیوک اوف کلیرنس کا خطاب مع متعلقہ جاگیر و وظائف کے مخصوص ہے +

کرنے کے لئے کمر ہمت چست باندھی - چنانچہ پہلے
پہل یکم مئی ۱۸۸۳ء کو آپ "کنیڈا" نامی جہاز کے
ماتحت افسر مقرر ہوئے - اور ۱۴ - جنوری ۱۸۸۶ء کو تھنڈرر
جہاز کے افسر بنائے گئے - یکم فروری ۱۸۸۹ء کو آپ
"نارتھمبرلینڈ" جہاز پر تبدیل ہوئے - اور پھر تارپیڈو
جہاز نمبر ۷۹ کے کپتان مقرر کئے گئے - جس کے بعد
۶ - جون ۱۸۹۰ء کو "تھرش" جہاز کی کپتانی ملی - اور
۱۸۹۱ء میں آپ کی منصب اعلائے ایڈمیرل (امیرالبحر)
کے عہدے پر ترقی ہوئی - جس کے بعد ۱۸۹۲ء
میں آپ کو بڑے بھائی کے انتقال پر بحری صیغہ چھوڑنا
پڑا - لیکن جس محنت و مستعدی اور دلچسپی سے آپ نے
بحری خدمات ادا فرمائیں - اُن کا اندازہ ان دو مثالوں
سے ہو جائیگا - ایک تو جب آپ بیکانٹی جہاز پر بحری
سفر کرتے ہوئے بندر سالونیکا پر پہنچے - اور وہاں کا
ترکی گورنر آپ کی ملاقات کو آیا - تو آپ جہاز میں کوئلہ
ڈالنے کا کام کر رہے تھے آستینیں چڑھی ہوئی تھیں -
کپڑے میلے ہو رہے تھے - اور چہرہ بھی دھوئیں سے
سیاہ نظر آتا تھا - پس کپتان جہاز نے آپ کو ترکی گورنر
سے ملنے کو طلب کیا - تو آپ بے ساختہ ویسے ہی چلے
آئے - اُن کے بگاڑ میں بھی تو لاکھوں بناؤ ہیں -
ترکی گورنر سمجھا - کہ مجھ سے تمسخر کیا گیا ہے - مگر اس
کو یقین دلایا گیا - کہ یہی خاندانِ شاہی کے شہزادے
ہیں اور ایسی ہی دلچسپی و مستعدی کے باعث آج برطانیہ

کی بحری طاقت دنیا بھر میں خصوصیت کے ساتھ مانی جاتی ہے ؛

دوسری مثال آپ کے مؤثر طریق کار کنی اور رحمدلی کی یہ ہے۔ کہ ایک فوجی سپاہی کی بابت جب آپ کو یہ معلوم ہوا۔ کہ اس کے افسر اُس کی عدول حکمی اور غفلت اور غیر حاضری کے باعث سخت مخالف ہیں۔ تو آپ نے اُسے اپنے جہاز پر بدلوا لیا۔ اور جس وقت پہلی مرتبہ وہ شخص اپنا فائل لئے حاضر ہوا۔ تو بغیر کسی سرزنش کے آپ نے فرمایا۔ "مجھے اُمید ہے۔ کہ میرے جہاز پر تم اپنے کو ایک نیک مرد اور بہادر سپاہی بن کے دکھاؤ گے۔ اور پچھلے واقعات بالکل بھول جاؤ گے" مزید براں آپ نے اس کا سروس شیٹ جو بد اعمالی سے پُر تھا۔ چاک کر کے فرمایا۔ کہ "جاؤ اب تمہاری سروس بک بالکل کوری ہے۔ اور اس کے آئندہ ریمارک تمہارے چلن پر منحصر ہیں" کہتے ہیں۔ کہ شہزادہ کی اس تقریر نے سپاہی کے دل پر ایسا اثر کیا۔ جس کا سواں حصہ بھی سزاؤں اور معطلیوں سے نہ ہو سکا تھا۔ چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں وہ اپنی مستعدانہ خدمات کے باعث اتنا نامور ہو گیا۔ کہ افسر جہاز بنایا گیا ؛

۲۴۔ مئی ۱۸۹۲ء کو ملکہ وکٹوریہ کی طرف سے آپ کو ڈیوک اوف یارک ارل اوف ان ورنس اور بیرن اوف کلارنی کے خطابات عطا ہوئے۔ اور ۱۷۔ جون ۱۸۹۲ء کو جب آپ نے پارلیمنٹ کے عالیشان مجمع میں اپنے ادائے

فرض کا حلف لیا۔ تو لارڈ سالس بری جیسے جہاندیدہ مدبر نے آپ کی گذشتہ خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے آئندہ نیک امیدوں سے لبریز ایسی تقریر کی۔ کہ لوگوں کو شہزادہ کی ذات سے بڑی بڑی اُمیدیں بندھنے لگیں +

ملکہ میری اوف ٹیک جن کی نسبت (سگائی) آپ کے بڑے بھائی سے ہوچکی تھی۔ اور وہ اس وقت شہزادہ کی بے وقت موت سے مغموم تھیں۔ ملکہ وکٹوریہ نے عین دانشمندی سے اُن کی شادی خانہ آبادی کی منظوری آپ کے ساتھ دیدی۔ جس سے ملک میں عام خوشنودی پھیل گئی۔ اور یہ مبارک مناکحت ملکہ وکٹوریہ کی شمولیت کے ساتھ ۶۔ جولائی ۱۸۹۳ء کو اس اہتمام سے انجام پائی۔ جیسے کہ اس شاہی جوڑے کی شان کے شایاں تھا۔ اس موقع پر شرفا و امرائے ملک اور سفرائے دُوَلِ یورپ کے علاوہ شاہانِ جلیل القدر میں سے شاہنشاہ روس۔ ولی عہد جرمنی۔ شاہ و ملکہ ڈنمارک بنفسِ نفیس شریک تھے۔ اور حسنِ اتفاق سے ہندوستان کے والیانِ ریاست میں سے مہاراجہ کپورتھلہ۔ ٹھاکر صاحب گونڈل اور سر آغا خاں بھی بوجہ موجودگی لنڈن مدعو فرمائے گئے تھے۔ اس موقع پر لنڈن کی آئینہ بندی اور شاہی جوڑے کی مبارکباد میں اہالیان انگلستان نے اس قدر خلوص و تپاک ظاہر کیا۔ کہ ملکہ وکٹوریہ کو ایک شاہی فرمان کے ذریعہ اُن کی وفاداری کا اعتراف کرنا پڑا +

شاہی جوڑے کی مناسبت ازلی طور پر ایسی موزون

واقع ہوئی ہے۔ جس پر بے مبالغہ انگلینڈ کو فخر و افتخار ہونا چاہیئے۔ اول تو یہ کہ جس طرح شاہنشاہ جارج اپنے روحانی والدین بھی جسمانی والدین کی طرح برطانوی شاہی نسل سے رکھتے ہیں۔ ویسے ہی ان کی دُلہن صاحبہ بھی انگلستان ہی کے شاہی خاندان کے خون سے ہیں۔ دوسرے یہ کہ دلہن صاحبہ کی تعلیم و تربیت آپ کے ساتھ ہی ہوتی رہی تھی۔ جس کی وجہ سے دونوں میں خاص اُلفت باہمی پیدا ہوچکی تھی۔ تیسرے یہ کہ بیگم صاحبہ عمر میں بھی آپ سے دو سال ایک ہفتہ چھوٹی ہیں۔ بہرحال اس ازدواج سے حضور ممدوح کی اب تک مندرجہ ذیل چھ اولادیں ہوئی ہیں :-

اول شہزادہ البرٹ کرسچن جارج انڈریو پیٹرک ڈیوڈ جو ۲۳ - جون ۱۸۹۴ء کو شادی سے ساڑھے گیارہ ماہ بعد پیدا ہوئے - اور اب یہی صاحب پرنس آف ویلز ہیں +

دوم - پرنس البرٹ فریڈرک آرتھر جارج ۱۴ - دسمبر ۱۸۹۵ء کو پیدا ہوئے +

سوم - پرنسس وکٹوریہ الگزنڈرا ایلس میری ۲۵ - اپریل ۱۸۹۷ء کو پیدا ہوئیں +

چہارم - پرنس ہنری ولیم فریڈرک البرٹ ۳ - مارچ ۱۹۰۰ء کو پیدا ہوئے +

پنجم - پرنس جارج ایڈورڈ الگزینڈر ایڈمنڈ +

ششم - پرنس جان چارلس فرانسس - ۱۲ - جولائی ۱۹۰۵ء

کو پیدا ہوئے +

۲۲ - جنوری سنہ ۱۹۰۱ء کو ملکہ معظمہ وکٹوریہ کی وفات پر آپ کے والد ماجد شاہنشاہ ایڈورڈ ہفتم اُن کے جانشین قرار پائے - تو ۹ - نومبر سنہ ۱۹۰۱ء کو باضابطہ آپ کی رسمِ ولی عہدی عمل میں آئی - گو سنہ ۱۸۹۲ء سے ہی ملک آپ کو اپنا آئندہ شاہنشاہ تسلیم کر چکا تھا - اور آپ کی ہر رونق افروزی اور روانگی میں یہ امر برابر مدِ نظر رکھا جاتا تھا - چنانچہ سنہ ۱۸۹۷ء میں جب آپ نے معہ بیگم صاحبہ کے آئر لینڈ کا سفر فرمایا - تو باوصفیکہ وہ ملک خاص طور پر مُنہ زور مشہور ہے - مگر ہر ایک چھوٹے بڑے موقع پر کیا حکّام اور کیا پبلک آپ کے ساتھ اسی طرح پیش آئے - جیسے آئندہ شاہنشاہ سے پیش آ سکتے تھے - اور یہ تو آپ کی ذاتی خوبی ہے - کہ جو شخص ایک دفعہ ہمکلامی سے مشرف ہوا - عمر بھر کے لئے بندۂ احسان بن گیا - سنہ ۱۹۰۱ء میں آپ بحیثیت ولی عہدِ انگلستان پارلیمنٹ آسٹریلیا کی افتتاح کو تشریف لے گئے - اور یہ بہت بڑی رسم ۹ - مئی سنہ ۱۹۰۱ء کو آپ نے اس کشادہ دلی اور خوبی کے ساتھ ادا فرمائی - کہ یہاں کے باشندے آپ پر قربان تھے - یہاں سے فراغت پاکر آپ نے جنوبی افریقہ کا سفر فرمایا - جہاں ٹرنسوال کے بوئر کچھ تو گذشتہ جنگ میں اپنے بھائی بندوں اور عزیز و اقارب کی قتل و مفارقت سے غمگین اور کچھ اس سوچ اور بچار میں پریشان تھے - کہ دیکھئے نئے شاہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کیسا

سلوک فرماتے ہیں۔ جن کی ہمدردانہ استمالت میں شہزادہ نے اپنے جادو بھرے پرُ صداقت الفاظ سے یقین دلایا۔ کہ "جس طرح سورج کے لئے روشنی اور دریا کے لئے روانی لازم ہے ویسے ہی شاہی وعدوں کے لئے بھی ایفا لازم و ملزوم ہے"۔ جس سے وہ لوگ بہت کچھ مطمئن ہوگئے۔ آپ یہاں سے روانہ ہوکر کینیڈا تشریف لے گئے۔ جہاں اُن دنوں لارڈ منٹو گورنر جنرل تھے۔ اور جنہوں نے آپ کے استقبال و مدارات میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ پھر شہزادے اور شہزادی کے حُسنِ اخلاق نے کینیڈا والوں کو اتنا مسخر کر لیا۔ کہ وہ آپ کے قدموں کی جگہ آنکھیں بچھاتے تھے ⁕

ہندوستان

اکتوبر ۱۹۰۵ء میں ہندوستان کے نصیب جاگے۔ اور حضورِ ممدوح پہلی دفعہ بحیثیت ولی عہدِ سلطنتِ برطانیہ یہاں کے رؤساء و امراء سے رابطۂ اتحاد بڑھانے اور اس برّ اعظم کے نشیب و فراز سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے ولایت سے روانہ ہوکر ۹۔ نومبر ۱۹۰۵ء کو اُس روز رونق بخش بمبئی ہوئے۔ جبکہ ایک تو لوگوں میں آپ کی تشریف آوری کی خوشی اور دوسری طرف ایڈورڈ ہفتم کی سالگرہ کی مسرت تھی۔ پس آپ استقبال ڈنر۔ جلسہ وغیرہ کی تقریبات میں یہاں کے امیروں غریبوں کے چہروں سے وفاداری و شاہ پرستی کے جذبات کی تحریریں پڑھ پڑھ کر نہال ہوگئے اور ارشاد فرمایا:۔

"ہم نے اپنے نامور باپ اور ہر دل عزیز دادی سے

ہندوستان اور ہندوستانیوں کی محبت ورثہ میں پائی ہے
جس کے مطابق بچپن سے ہی اس مُلک کی وفاداری مہربانی
تواضع اور بہادری کی صفات ہمارے دل پر منقش ہو رہی
ہیں۔ امید ہے۔ کہ چند مہینوں کے تجربے سے یہ نقوش
اَور بھی مستحکم ہو جائینگے۔ اور نہ صرف ہم بلکہ ہماری
آئندہ نسلیں بھی اِن روایات کی تصدیق و استحکام سے
اپنے نامور باپ اور دادی صاحبہ کی (محبت ہندوستان
کی نسبت) تقلید کو اپنا فخر سمجھینگے" +
بمبئی کی سیر کے بعد آپ ہندوستان کے مختلف اقطاع
اور پریزیڈنسیوں میں تشریف لے گئے۔ جن کے نام یہ
ہیں۔ بمبئی۔ لاہور۔ پشاور۔ راولپنڈی۔ امرتسر۔ دہلی۔
آگرہ۔ لکھنؤ۔ کلکتہ۔ دارجیلنگ۔ رنگون۔ منڈالے۔
مدراس۔ بنگلور۔ بنارس۔ علیگڑھ۔ کوئٹہ۔ کراچی۔ ان
سب مقامات پر وفادار رعایا نے جس طرح آنکھوں پر
آپ کو بٹھایا۔ اور استقبال و مدارات کی مراسم میں اپنی
قوتیں اظہار خرچ کی۔ اس کا لطف شہنشاہ کا دل بخوبی
جانتا ہے۔ ہر موقع پر چیدہ والیاں ملک اور رؤساء
و اُمرا کو آپ کے حضور اعزاز بار یابی دیا گیا۔ میونسپل
کمیٹیوں نے پر خلوص ایڈریس پیش کئے۔ مشہور عمارات
کی سیر کرائی گئی۔ اور اس ورودِ بہجت آمود کی خوشی
میں آتشبازی و دعوت کے اہتمام ہوئے۔ برٹش انڈیا کے
سوا آپ نے اس سفر میں قدیم ریاستہائے اندور اودے پور
جے پور۔ بیکانیر۔ جموں۔ گوالیار۔ میسور اور حیدر آباد کو

بھی اپنی میزبانی سے معزز فرمایا - اور ان والیان ریاست نے بھی اس تشریف آوری کو نعمتِ غیر مترقبہ سمجھ کر اس اہتمام سے میزبانی کی شرائط ادا کیں - کہ حضور ممدوح نہایت ہی متاثر ہوئے - چنانچہ یہاں سے خوش ہوکر جب آپ مصر کی راہ خدیوِ مصر کو عزتِ مہمانداری دیتے ہوئے براہِ جبرالٹر رونق افروزِ وطن ہوئے - تو آپ نے گلڈ ہال کی عظیم الشان دعوت میں سیاحتِ ہندوستان کی نسبت ارشاد فرمایا +

"اگر کوئی مجھ سے دریافت کرے - کہ اس سفر سے میرے دل پر عام اثر کیا ہوا - تو میں کہونگا - کہ ہندوستان کوئی معمولی علاقہ نہیں - کیونکہ ہندوستان کا ذکر کرتے ہوئے علم طور پر - ہم لوگ اس قدیم ملک کی وسعت کو نظر انداز کر جاتے ہیں - در اصل ہندوستان ایسا ملک ہے - جس کا رقبہ باستثنائے روس کے باقی کل یورپ کے برابر ہے - جس میں مختلف قوموں مختلف فرقوں اور مختلف زبانوں کے بولنے والے تیس کروڑ آدمی آباد ہیں - جن کی تہذیب و شائستگی کے مدارج بھی مختلف ہیں - مجھے ہندوستان کی وسعت اس کی شان و شوکت اور قسم قسم کی آب و ہوا - سر بفلک کشیدہ برفانی پہاڑ اور طویل و دراز ریگستان و نفع بخش دریا - جدید و قدیم عمارتیں اور اُن کی تاریخی و ضروری روائتیں دیکھ کر اور ساتھ ہی ہندوستانیوں کا صبر و استقلال سادہ طریقِ معاشرت مذہبی جذبات اور برٹش تاج کے ساتھ پوری عقیدت مندی کی نمائش

سے بیشک حیرت انگیز مسرت ہوئی - میں واقف ہوں کہ
ہندوستانی ہمارے انصاف و ایمان پر پورا بھروسہ
رکھتے ہیں - مگر میں اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتا - کہ اگر
حکومت ہندوستان میں ہمدردی کا جزو کسی قدر بڑھا دیا
جائے - تو وہاں کی حکمرانی نہایت آسان ہو جائے اور
میں پیشینگوئی کرتا ہوں - کہ ایسی ہمدردی و محبت
کا معاوضہ ہندوستانیوں کی طرف سے اُسی جوش کے ساتھ
دیا جائیگا - جس کے لئے وہ وفا دار ملک مشہور ہے میرا
خیال ہے - کہ اگر وہ حکام جو حکومتِ ہندوستان پر
بھیجے جاتے ہیں - ملک میں پہنچ کر ضروریاتِ ہندوستان
کو جانچنے اور حاکم و محکوم کے تعلقات کو وسیع کرتے رہیںگے
تو اس سے ہندوستان و انگلستان کے تعلقات اور بھی
مستحکم و مضبوط ہو جائینگے“ +

یہ الفاظ اور خیالات ایسے ہیں جن پر ہندوستان اور
ہندوستانیوں کو جس قدر فخر و افتخار ہو بجا و روا ہے -
اور پھر یہ کہ حضور ممدوح نے صرف زبانی ہی نہیں -
بلکہ ہندوستان سے تشریف بری کے بعد عملی طور پر بھی
ہندوستان کی سود و بہبود میں خاص توجہ مبذول رکھی
چنانچہ تھوڑے دنوں بعد ہی امپیریل لیجسلیٹو کونسل اور
پراونشل کونسلوں کی توسیع کے قوانین ہندوستان کی
نسبت پاس کئے گئے - اگزکٹو کونسل اور سکرٹری اوف
سٹیٹ کی کونسل میں ہندوستانیوں کو ممبر بنایا گیا - اور
جسٹس امیر علی پریوی کونسلر مقرر کئے گئے وغیرہ وغیرہ

جس پر ہندوستانی اپنے قدردان بادشاہ کے اَور بھی ممنونِ منت ہو گئے +
سفرِ ہندوستان کے بعد حضور ممدوح نے یورپ کے اَور بھی کئی سفر فرمائے - جن کی غرض اتحادِ باہمی کا قیام اور امن و امانِ ملک کی کفالت تھی - جو بوجہ احسن پوری ہوئی +
۶ - مئی ۱۹۱۰ء کو شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کے انتقال پر ۹ - مئی ۱۹۱۰ء کو انگلستان کے اُمراے پریوی کونسل اور عماید دینی و دنیوی نے جمع ہوکر شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کی وفات اور جائز حقدار وارثِ تخت و تاجِ انگلستان شہنشاہ جارج پنجم بہادر کی جانشینی کا اعلان کیا - اور جدید شہنشاہ والا جاہ نے ارکانِ پارلیمنٹ اور عمائدِ ملک و ملت کے روبرو اپنے نامور والدِ آں جہانی کی وفات پر تاج و سریر سنبھالنے اور امدادِ الہٰی سے اس بزرگ منصب کی ادائیگی کا اقرار فرماکر اپنے اجداد کی پیروی میں ملک و ملت کی سرپرستی کا یقین دلایا - جس کے سوا ہمیں شفقت سے ہندوستانی رؤسا و رعایا کو بھی ایک خاص شفقت آمیز پیغام بھیج کر سر بلند فرمایا - جس کے بعد ۲۲ - جون ۱۹۱۱ء کو انگلستان (لنڈن) میں اور ۱۲ - دسمبر ۱۹۱۱ء کو ہندوستان (دہلی) میں تاجپوشی و تخت نشینی کے وہ عالیشان دربار منعقد ہوئے - جو تاریخ دنیا میں خاص امتیاز رکھتے ہیں +
شہنشاہ جارج پنجم بہادر بفضلِ خدا ان تمام اوصاف

شہنشاہ کی عادات

کا مجموعہ ہیں۔ جو ایک لائق فرمانروا میں ہونے چاہئیں اور کیوں نہ ہوں جبکہ ابتداء سے ہی ملکہ وکٹوریہ اور شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم نے خاص طور پر اسی مطلب کے لیئے آپ کی تربیت کی ہو +

شہنشاہ ذی جاہ عام طور پر بے تکلف زندگی بسر کرنے کے عادی ہیں۔ یعنی شہنشاہی کے زعم میں اپنے یا دوسروں کے قدرتی جذبات کو دبانا روا نہیں رکھتے۔ اخلاق ایسے وسیع ہیں۔ کہ غریب و امیر سب کے ساتھ محبت سے پیش آتے ہیں +

بات چیت میں اگرچہ محتاط ہیں۔ مگر بے باکانہ تقریر کرنا اور تقریر میں سامعین کے روبرو ہر معاملہ و حالت کی تصویر کھینچ دینا آپ پر ختم ہے۔ مُغلق الفاظ اور مشکل محاورات کا استعمال پسند نہیں فرماتے۔ بلکہ سلیس زبان میں چھوٹے چھوٹے جملوں سے دلوں پر جادو کا اثر کر دیتے ہیں۔ اور ہر معاملہ پر نہایت فراخ دلی سے رائے قائم فرما کر صفائی کے ساتھ بے ساختہ اظہار سے پس و پیش نہیں فرماتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ معاملات میں خود بخود اصلاح ہو جاتی۔ اور کئی گتھیاں یوں ہی سُلجھ جاتی ہیں +

شہنشاہ اپنے پہلو میں ایسا ہمدرد دل رکھتے ہیں۔ جو کسی کی مصیبت دیکھنے یا سُننے پر پسیج جاتا ہے۔ چنانچہ ایک دن ایک بڈھے میاں شہر سے باہر گھوڑے پر سوار جا رہے تھے۔ آپ بھی گاڑی پر سوار نکلے۔ بڈھے کا گھوڑا

جو بھڑکا۔ تو پیر مرد زمین پر جا گرا۔ آپ نے دیکھتے ہی
گاڑی ٹھہرائی۔ اور اس کو خود جاکر اُٹھایا۔ اور گرد جھاڑ
کر اپنے ساتھ گاڑی میں بٹھا کر قیام گاہ تک پہنچا دیا۔
وغیرہ وغیرہ۔ آپ کی ہمدردی کا حلقہ اتنا وسیع ہے۔ کہ
سلطنت بھر میں بنی نوعِ انسان کی ہمدردی کے جس
قدر کام ہوتے ہیں۔ سب سے ان کو بشرطِ واقفیت خاص
دل چسپی رہتی ہے۔ ۱۸۹۷ء کے قحطِ ہندوستان اور
۱۹۰۵ء کے زلزلۂ پنجاب میں یورپ سے جو شخص سب
سے پہلے ہمدردانہ تار دینے والا اور مصیبت زدوں کے
لئے چندہ کھولنے والا تھا۔ وہ یہی ہمارے ہونے والے
شہنشاہ تھے۔ علےٰ ہذا ہسپتالوں۔ محتاج خانوں اور غربا
کے ساتھ دوسرے ہمدردانہ کاموں میں خواہ کہیں ہوں۔
آپ کو خاص ہمدردی ہے۔ تعلیم کے ساتھ بھی آپ کو
خاص دلچسپی ہے۔ چنانچہ جس دن سے آپ نے زمامِ
حکومت سنبھالی۔ اس صیغہ کو بہت بڑی ترقیاں نصیب
ہوئیں۔ خاص ہندوستان کو بھی پچاس لاکھ سالانہ کی
بے نظیر شاہی بخشش آپ نے ہی عطا فرمائی۔ تاریخی کتابوں
کا شوق بالخصوص زیادہ ہے ؎

قدامت پسندی اور واقف نوازی بھی آپ کے خاص
اوصاف میں داخل ہے۔ چنانچہ شہنشاہ ہوکر اب بھی
اگر کوئی پُرانا واقف یا بحری فوج کا سپاہی آپ کو مل
جاتا ہے۔ تو بکشادہ پیشانی اُس سے مصافحہ و مزاج پُرسی
کرتے ہیں۔ ہندوستان کے جن رئیسوں سے ایامِ ولیعہدی

ہیں آپ کی ملاقات ہوچکی تھی۔ اُن سے اب تک اُسی محبت سے ملتے ہیں +

راست گوئی اور ایفائے وعدہ کا بھی آپ کو پورا خیال ہے۔ گویا کسی مصلحت سے دفع الوقتی کرنا جانتے ہی نہیں۔ چنانچہ آئر لینڈ۔ آسٹریلیا۔ ٹرنسوال اور ہندوستان کے ساتھ با وصف صریح وعدہ نہ فرمانے کے جو مراعات فرمائیں۔ وہ آپ کی صداقت کی شاہد ہیں +

زراعتی کام سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور شکار سے تو اس قدر دل بستگی ہے۔ کہ اس کے لئے کوئی نہ کوئی وقت نکال ہی لیتے ہیں۔ موسیقی سے بھی خاص لگاؤ ہے۔ خصوصاً ملکہ معظمہ تو پوری ماہر ہیں +

کھیلوں میں آپ کو کرکٹ سے تو چنداں دلچسپی نہیں۔ البتہ بلیرڈ خوب کھیلتے ہیں۔ گھوڑ دوڑ کا بھی شوق ہے۔ مگر بازی نہیں لگاتے۔ پُرانے ٹکٹوں کا بہت بڑا ذخیرہ آپ کے پاس ہے۔ جو آپ نے بڑی گراں قیمت دے کر جمع کیا ہے +

فیاضی بھی آپ کے خاص اوصاف میں شامل ہے جہاں کہیں تشریف لے جائیں۔ مناسب وقت ضروریات کے لئے کچھ نہ کچھ عطا فرمانا آپ کی عادت میں داخل ہے۔ چنانچہ سفر ہندوستان میں ہندو مسلمانوں کے معابد میں جب کبھی آپ جا نکلے۔ شاہی بخشش کا اظہار ضرور فرمایا۔ پس وہ ممالک بڑے درجے کے خوش نصیب ہیں۔ جن کی فرمانروائی خدا نے آپ کے ہاتھ میں عطا

فرمائی ہے ؎

خدا رکھے شہنشاہ کو سلامت سر بیرِ سلطنت پر باکرامت

باب سوم

سلطنتِ انگریزی کی وسعت و عظمت

[illegible]

برِّ اعظم یورپ کے شمال مغرب میں مثلث مستطیل وضع کے جو دو بڑے جزیرے نظر آتے ہیں۔ اُن میں سے بڑے جزیرے کا جنوبی حصّہ انگلینڈ کہلاتا ہے۔ جو نامور قوم انگریزی کا ابتدائی گہوارہ اور اس وسیع و سیر حاصل سلطنت کا دار الصّدر (کیپٹل) یا اصلی وطن ہے جسے سیکسن قوم کی انگل شاخ کا مسکن ہونے کی وجہ سے انگلینڈ کا خطاب ملا اور جب اس نے اوپر والے حصے سکاٹ لینڈ کو بھی فتح کر لیا۔ اور مغربی جزیرہ آئرلینڈ بھی مفتوح ہو گیا۔ تو اُن کا مجموعی نام "گریٹ برٹن" (برطانیہ عظمےٰ) قرار دیا گیا۔ ان جزائر کا مجموعی رقبہ تو ایک لاکھ بیس ہزار مربع میل ہے۔ جسے پنجاب کے برابر سمجھنا چاہیے۔ لیکن برطانوی قوم کے اصلی وطن انگلینڈ کا رقبہ صرف اٹھاون ہزار مربع میل ہے +

رقبہ | ایک کروڑ چودہ لاکھ مربع میل اراضی پر اس وقت حکومتِ انگریزی قابض و متصرف ہے۔ جو اتنا بڑا وسیع رقبہ ہے۔ کہ سوائے روس کے دنیا بھر کی کسی یورپ یا ایشیا کی سلطنت کو ہرگز میسر نہیں۔ چنانچہ حساب کیا گیا ہے۔ کہ یہ رقبہ تمام یورپ کے رقبہ سے بھی چار گنا زاید ہے۔ جس میں بیس خود مختار سلطنتیں باہم مساوات کا دعوےٰ رکھتی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ رقبہ تمام دنیا کے رقبہ کا چوتھا حصہ ہے۔ جس کی صحیح نسبت $\frac{1}{4}$ نکالی گئی ہے۔ یعنی یورپ۔ ایشیا۔ افریقہ۔ امریکہ و اوشینا کا کوئی سا حصہ شمار کر لو۔ سو میل میں ۲۲ پر سرکارِ انگریزی حکمران ہے۔ اس رقبہ کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ ہندوستان جیسا وسیع ملک بھی سلطنتِ برطانیہ کے مقبوضات کا صرف چھٹا حصہ ہے۔ اور برٹش پنجاب سے تو یہ رقبہ ایک سو بیس حصہ زائد ہے اور انگریزوں کے اصلی وطن نے اس رقبہ کو تقریباً $\frac{1}{۲۳}$ کی نسبت ہے۔ جو اتنی بڑی بے نظیر ترقی ہے۔ کہ دنیا کی کوئی قوم دکھا نہیں سکتی اور چونکہ دنیا کا کوئی نہ کوئی برِّ اعظم اور سمندر ایسا نہیں پایا جاتا۔ جس کا کوئی نہ کوئی حصہ سلطنتِ انگریزی کے ماتحت نہ ہو۔ اس لئے یہ سچی بات بطور ضرب المثل مشہور ہے۔ کہ "برٹش امپائر پر آفتاب کبھی غروب نہیں ہوتا" یعنے شب و روز میں دنیا کا خواہ کوئی حصہ آفتاب سے منور ہو۔ اس میں برٹش گورنمنٹ کا کوئی نہ کوئی علاقہ ضرور شامل ہوگا"۔

دنیا کے مشہور ممالک انگریزی

آبادی

برٹش امپائر کی آبادی بیالیس کروڑ سے اوپر شمار کی گئی ہے۔جو دنیا کی آبادی کے چوتھے حصے برابر یعنی ۲۳/۱۰۰ ہے۔گویا ہر سو آدمیوں میں ۲۳ سرکار انگریزی کی رعایا ہیں۔ اتنی آبادی اور کسی سلطنت میں تو کیا ہوگی۔ دنیا میں سب سے بڑے رقبہ والی سلطنت روس ہے۔ جس کو اس آبادی سے ۱/۳ کی نسبت ہے۔ ہاں اس باب میں ہندوستان کو یہ خاص فخر حاصل ہے۔کہ اگر وہ رقبہ کے اعتبار سے سلطنت انگریزی کا چھٹا حصہ ہے۔ تو آبادی کے اعتبار سے ۳/۴ ہے +

اختلاف مذاہب و ملل

کثرت آبادی کے سوا جو بہت بڑا فخر سلطنت انگریزی کو حاصل ہے۔ وہ اُس کی رعایا میں ہر ملک و علاقہ کے باشندوں اور ہر ملت و مذہب کے ماننے والوں کی کثرت ہے۔یعنی اگر ملکی تقسیم کے لحاظ سے یورپین یوروشین۔ افریقن۔ امریکن اور اندرونی تفریق کے اعتبار سے ہندی۔سندھی۔ افغانی۔ایرانی وغیرہ اس کی

رعایا میں داخل ہیں۔ تو مذہبی تقسیم کے لحاظ سے عیسائی۔

موسائی - مسلمان - بدھ - ہندو اور اُن کی اندرونی تفریق
کے اعتبار سے رومن کیتھولک پراٹسٹنٹ - شیعہ - سُنی -
یہودی - زردشتی - بدھ - سراوگی - برہمن - سکھ اور شودر
سب اس کی رعایا ہونے پر فخر کرتے ہیں - کیونکہ اعتقادات
کا ایسا ہی پاس و ادب کرتی ہے - جیسا کہ ہونا چاہیئے -
پس ہر شخص اس کی حکومت پر مطمئن اور اپنے اپنے
مذہب میں آزاد ہے - اس بات کو معمولی نہ سمجھنا چاہیئے
غیر مذاہب پر مساوات کے ساتھ حکومت کرنا ایسا مشکل
کام ہے - کہ بہت کم سلطنتیں اس میں کامیاب ہوتی
ہیں - روس کی رعایا میں عیسائی یہود اور مسلمان آباد ہیں
مگر یہود اور مسلمان ہمیشہ نالاں نظر آتے ہیں +

اختلافِ زبان

سرکارِ انگریزی کی رعایا ہر قسم کے ملت و مذہب
کی معجون مرکب ہے - اور اِس کثرت کے ساتھ
علمی اور رواجی زبانیں اس کی عملداری میں رائج ہیں -
کہ کسی دوسری سلطنت میں اِن کا عُشر عشیر بھی نہ
ہوگا - اس کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے - کہ صرف
ہندوستان میں ایک سو چھیالیس زبانیں بولی جاتی ہیں -
انتظام کی خوبی اس سے زیادہ کیا ہوگی - کہ ہر زبان کا
بولنے والا اپنا مدعا پا سکتا اور اپنی داد کو پہنچ سکتا ہے
کیونکہ سرکار کی طرف سے اس باب میں خاص توجہ کی
جاتی ہے - اگرچہ سرکاری محکموں کی زبان انگریزی ہے -
مگر ہر ایک علاقے کے عرضی نویسوں - اہلکاروں بلکہ
حاکموں تک کو اُس زبان کی واقفیت لازم کر دی گئی ہے

اور علمی زبانوں مثلاً۔ اُردو۔ ہندی۔ گورمکھی۔ بنگلہ۔ گجراتی۔ وغیرہ کی سرپرستی کے لئے تو ہر ایک علاقہ کے محکمہ ہائے تعلیم انعام دے کر دیسی زبانوں کی برقراری کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ تار اور ڈاک کی فارمیں بھی اکثر دیسی علمی زبانوں میں رائج ہیں۔ تاکہ رعایا کو اختلافِ زبان کے سبب تکلیف نہ ہو +

محاصل

جس طرح انگریزی قوم کے تموّل کے روبرو اس وقت دنیا کی سب قومیں سرنگوں ہیں۔ ویسے ہی سلطنتِ انگریزی کے سالانہ محاصل کا بھی کوئی دوسری سلطنت مقابلہ نہیں کر سکتی۔ جس کا سالانہ مقدار چھ ارب روپے سے بھی کسی قدر زائد ہے۔ اور جب اس کے ساتھ اس پر بھی خیال کیا جائے۔ کہ دنیا کی اکثر سلطنتیں قوم انگریزی کی مقروض ہیں اور اپنی قوم و رعایا کی طرف سے سرکار انگریزی ہی ان کی کفالتوں کی نگران ہے۔ تو ماننا پڑتا ہے۔ کہ سرکارِ انگریزی دولت و اقبال میں اپنی نظیر آپ ہی ہے +

فوجی نوکری

سرکار انگریزی کی تنخواہ دار فوج کی تعداد زمانہ امن میں تو معمولی ہے جو ہر طرح کے نئے سے نئے سامانِ حرب و ضرب سے آراستہ اور فنون سپاہ گری سے پیراستہ ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ بعض دوسری سلطنتوں میں بھی اس قدر فوج ضرور ہے۔ مگر سرکارِ انگریزی کی بڑی خوبی یہ ہے۔ کہ اس کی ساری کی ساری فوج میدانِ جنگ میں جا سکتی اور خدماتِ جنگی کو بجا لا سکتی ہے۔ ملکی

حفاظت اور رعب سلطنت کے لئے سوائے پولیس کے
کسی زائد فوج کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ رعایا اپنی سرکار

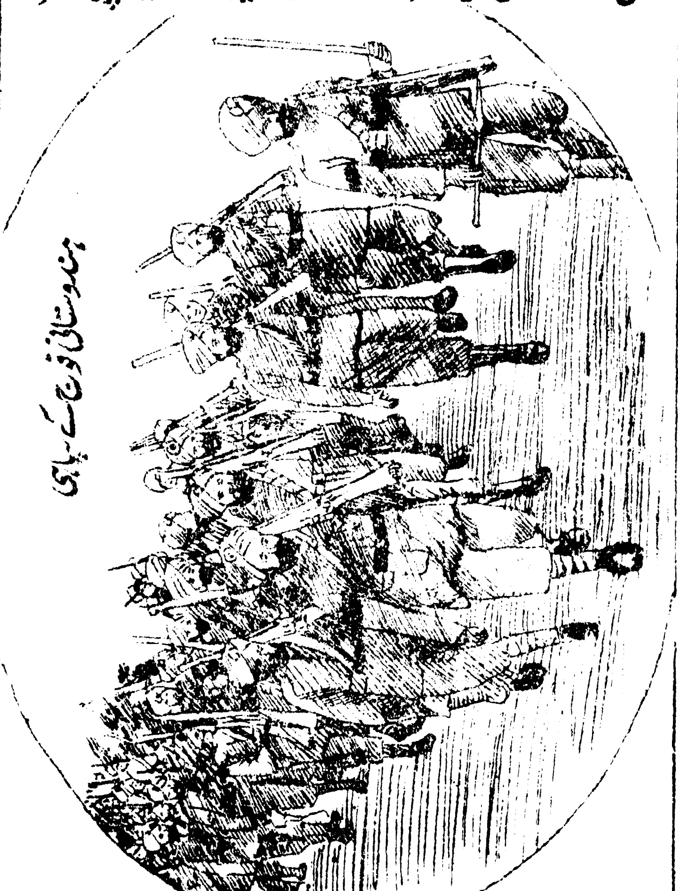

ہندوستانی فوج کے سپاہی

کی تہ دل سے شکر گذار ہے۔ اس کے سوا یہ بھی دیکھنے

کے لایق ہے۔ کہ بعض دوسری سلطنتوں میں رعایا سے فوجی خدمت جبریہ لی جاتی ہے۔ جس سے وہاں کی رعایا اکثر شاکی رہتی ہے۔ لیکن یہاں جبر کا نام تک نہیں رعایا کے لوگ خود فوجی ملازمت کے اس قدر خواہشمند نظر آتے ہیں۔ کہ ان کی خواہشوں کے مطابق گنجائش نہیں نکل سکتی۔ چنانچہ والنٹیر فوج کا ایک ایسا صیغہ ہے۔ کہ سرکار کے فدائی اس میں بے تنخواہ داخل ہوکر قواعد سیکھنے اور بوقت ضرورت امداد کیلئے مستعد رہتے ہیں۔ اور گو رعایا کو اِس بے تنخواہ اعزاز کی بھی بڑی آرزو رہتی ہے۔ مگر سوائے خاص آدمیوں کے عام لوگ اُس میں بھی نہیں لئے جاتے+

بحری طاقت

پہلے زمانوں میں تو قلعہ بندیوں کے استحکام اور فوجی جمعیت ہی عروج سلطنت کی نشانیاں سمجھی جاتی تھیں۔ لیکن اب جبکہ نقل و حرکت اور صنعت و تجارت نے دنیا بھر میں تسلط جما لیا ہے۔ وہی سلطنت سب سے زیادہ قوی اور سب سے زیادہ نامور سمجھی جاتی ہے۔ جس کی بحری طاقت عروج پر ہو۔ بحری طاقت بھی پرانی بادبانی کشتیوں پر منحصر نہیں۔ بلکہ بڑے بڑے گرانڈیل جہاز سمندروں کو طے کرتے کروڑہا من مال اور لاکھوں آدمیوں کو اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر پہنچاتے رہتے ہیں۔ جنگی جہاز صف شکن مغفری کی توپوں اور طرح طرح کے آلات حرب و ضرب سے آراستہ کئے جاتے ہیں۔ اور ہر ایک جہاز میں تقریبًا سات سو بحری سپاہ متعین ہوتی ہے۔ جو بیش قرار تنخواہیں پاتے

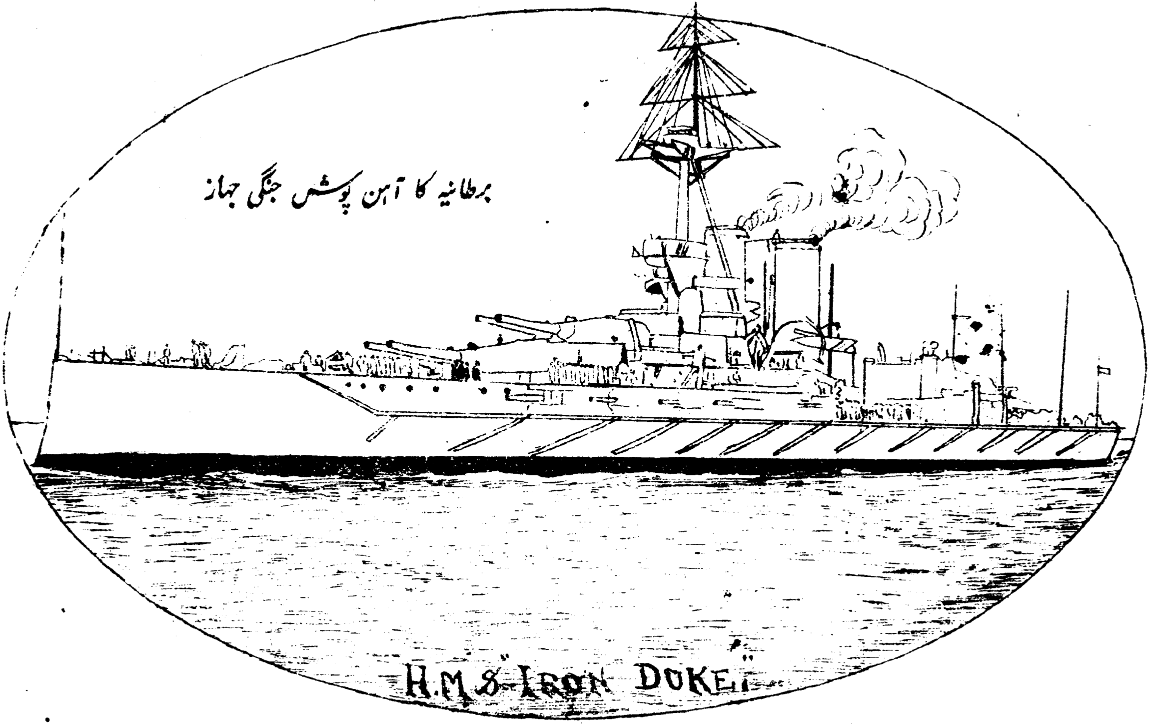
برطانیہ کا آہن پوش جنگی جہاز
H.M.S "IRON DUKE"

اور عمدہ خدمات بجا لاتے ہیں - لاگت کا یہ حال ہے - کہ
کوئی معمولی جنگی جہاز بھی دس بارہ لاکھ سے کم میں نہیں پڑتا
جن کا عام وزن بارہ چودہ ہزار ٹن اور عام طاقتِ بارکشی
بارہ چودہ ہزار گھوڑوں کی ہوتی ہے گذشتہ چند سال ہوئے
جب حساب ہوا تھا - کہ سرکاری جہازوں کا
وزن چونتیس کروڑ ٹن یا نو ارب باون لاکھ
من ہے اور بحری فوج کی تعداد بھی
تین لاکھ سے کم نہیں اس کے سوا برطانوی
سوداگروں اور رعایا کے بنائے ہوئے
تجارتی جہاز تعداد میں اس قدر زیادہ
ہیں - کہ تمام دنیا کے جہازات میں ہر سو
جہازوں میں سے ستر پر انگریزی جھنڈا
لہرا رہا ہے - دنیا کا کوئی سمندر
کوئی خلیج اور کوئی بڑا دریا ایسا نہیں
جس میں انگریزوں کے جنگی اور تجارتی
جہاز نہ چل رہے ہوں یہی وجہ ہے
کہ انگلستان "ملکہ بحر" کے معزز خطاب سے
مخاطب اور اپنی بحری طاقت کے لئے دنیا
بھر میں ممتاز سمجھا جاتا ہے +

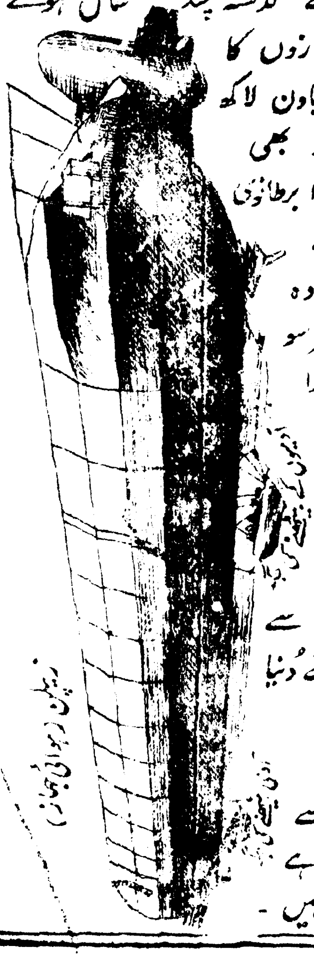
زیپلن (ہوائی جہاز)

طیارے یا آلۂ پرواز

دنیا کی تازہ جنگی ایجاد
ایروپلین یا زیپلن ہیں جسے
ہماری زبان میں ہوائی جہاز کہا جاتا ہے
یہ جہاز بہت کم سلطنتوں کو میسّر ہیں -

کیونکہ ایک تو اِن کے بنانے کی قابلیت ہر سلطنت کو حاصل نہیں دوسرے صرف بھی بہت آتا ہے۔ لیکن عالمِ وجود میں آتے ہی معقول تعداد میں انگلستان نے مہیا کر لئے ہیں اور وہ برابر کام دے رہے ہیں +

شہنشاہی اقتدار

اصطلاحی طور پر بادشاہ وہ ہے۔ جو اپنے ملک کا خود مختار فرمانروا ہو۔ اور شہنشاہ وہ ہے جو اپنے زیر سایہ کئی بادشاہ رکھتا ہو۔ کیونکہ لفظِ شہنشاہ در اصل شاہانِ شاہ باضافت مقلوب ہے۔ یعنی شاہِ شاہان۔ بادشاہوں کا بھی بادشاہ جیسے کہ سرکار انگریزی کے زیر سایہ کئی خود مختار بادشاہ اتنے بڑے عالیشان رقبوں پر خود مختار حاکم ہیں کہ یورپ میں ویسے ہی رقبوں کے بادشاہ باہم مساوات کا دعوےٰ رکھتے ہیں جیسے کہ بڑے پیمانے پر آسٹریلیا و کینیڈا وغیرہ کے ممالک اِس کے شاہد ہیں اور چھوٹے پیمانے پر ہندوستان کی چند ریاستوں سے ہی مقابلہ کر لو کہ حیدر آباد کا رقبہ ایک لاکھ مربع میل ہے۔ تو اٹلی کا ایک لاکھ گیارہ ہزار +

کشمیر کا ستاسی ہزار ہے تو یونان کا پچاس ہزار +
بڑودہ کا چالیس ہزار ہے تو رومیلیا کا پچاس ہزار +
جودھ پور کا سینتیس ہزار ہے تو پرتگال کا چھتیس ہزار +
بہاولپور کا بیس ہزار ہے تو ڈنمارک کا ساڑھے اٹھارہ ہزار +

پس ثابت ہوا کہ شہنشاہ کا معزز خطاب برٹش شہنشاہ کے ویسے ہی مناسبِ حال ہے۔ جیسے کہ "بادشاہِ بحر و بر" کا +

تجارت - ریل
جہاز - ڈاک - تار

یہ مُسلّہ مسئلہ ہے کہ برٹش قوم اور برٹش گورنمنٹ بالکل تجارتی قوم اور تجارتی گورنمنٹ ہے ہر ملک میں انگریزی سوداگر بڑے بڑے وسیع کاروبار کر رہے ہیں - اور قسم قسم کے کارخانے اتنے کثیر سرمایوں سے قائم کرتے ہیں کہ بڑی بڑی سلطنتیں اِن کا منہ دیکھتی رہ جاتی ہیں - ساہوکارہ ہے تو ایسا کہ سلطنتیں مکفول ہیں - تجارت ہے تو ایسی کہ اشیاء کی کایا ہی

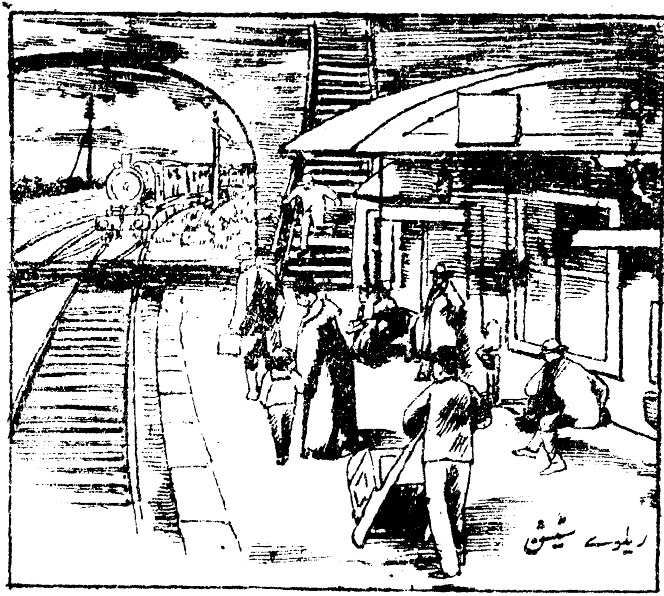

ریلوے سٹیشن

پلٹ گئی - دوست دشمن اپنے بیگانے سب کے ہاں انگریزی ساخت کی اشیاء موجود - ایجاد کا یہ عالم کہ نت نئی سے نئی چیز کی ایجاد ہو رہی ہے - پس تجارت کے متعلق

جتنے بھی سامان ہوں۔ ان کی جو افراط انگریزی قوم اور انگریزی حکومت میں ہو سکتی ہے۔ وہ دوسری قوموں یا سلطنتوں کو میسر ہی کب ہونے لگی۔ اندازہ کیا گیا ہے۔ کہ برٹش گورنمنٹ کے تجارتی جہاز ہر سال سات ارب اڑتیس کروڑ من مال ڈھوتے ہیں۔ ریلوے بھی ایک لاکھ میل میں چل رہی ہے۔ جس میں سے چالیس ہزار میل کے قریب تو ہندوستان ہی میں جاری ہے جو اربوں من مال اور کروڑوں مسافر لاتی اور لے جاتی رہتی ہے۔ ایسی ہی ڈاکخانہ کی برکت ہے کہ جس نے تقریباً تمام برٹش امپائر کے شہروں قصبوں بلکہ آباد دیہات تک کو بھی اپنے وجود سے خالی نہیں چھوڑا۔ اور نہایت خفیف خرچ پر رعایا کی مذاقی اور کاروباری ضروریات انجام پا رہی ہیں۔ تار برقی تیز رفتاری میں اُس سے بالا تر ہے۔ جو ہزاروں میل کی خبر منٹوں اور گھنٹوں میں پہنچاتی رہتی اور تجارتی دُنیا میں اپنے کرشموں سے عجیب عجیب کارنامے دکھاتی رہتی ہے۔ جس میں ترقی ہوتے ہوتے ٹیلیفون اور ہیلوگراف اور پیغام رسانئے بے تار تک کے سلسلے قائم ہو گئے ہیں ❖

تعلیم

رعایا کی تعلیم و تربیت کا خیال جس قدر سرکارِ انگریزی کے مرکوزِ خاطر ہے۔ یقیناً بہت کم سلطنتوں کو ہوگا۔ یعنی سلطنتِ انگریزی میں اس وقت چوتن یونیورسٹیاں قائم ہیں۔ جن میں ہر سال تقریباً ایک کروڑ طالب علم ادنےٰ سے اعلےٰ درجوں تک

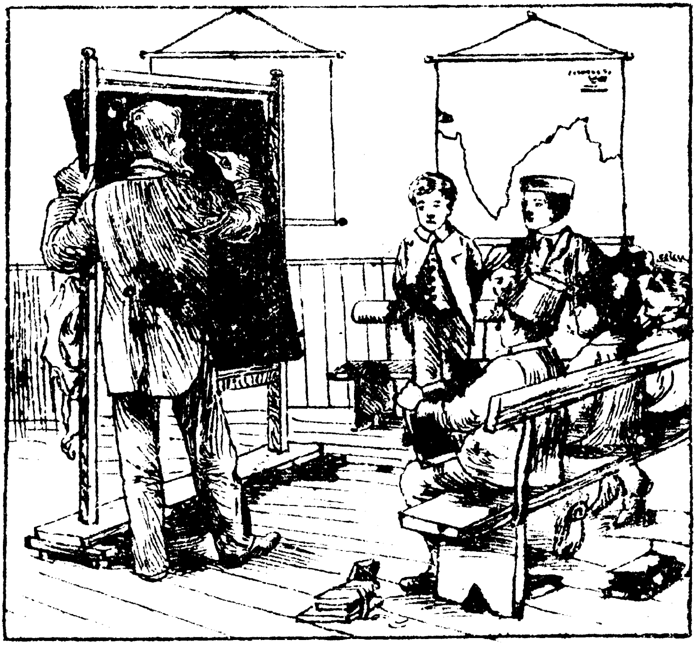

تعلیم پا رہے ہیں - انگلستان وغیرہ ممالک میں تو تعلیم قانونی طور پر لازم ہے - مگر جن ملکوں کے باشندے ابھی تک پورے مستعد نظر نہیں آتے - اُن کی ترغیب و تحریص کی مناسب کوششیں بھی برابر جاری ہیں اور اُمید ہے کہ چند سالوں میں تعلیم کو ہر جگہ لازمی کر دیا جائے +

اعتبار اور ساکھ

سرکارِ انگریزی اخراجات مقررہ کے مطابق روپیہ تو ٹیکسوں وغیرہ کے ذریعے رعایا سے وصول کرتی ہی رہتی ہے - مگر بعض اوقات ضروریاتِ سلطنت زیادہ ہوتی ہیں تو قرض لینے کی بھی حاجت پڑتی ہے - جو

اس طرح حاصل کیا جاتا ہے - کہ تین چار روپیہ فیصدی سالانہ سود کی ہُنڈیاں جاری کر دی جاتی ہیں - جنہیں روپے والے لوگ سود کے نفع کے خیال سے خرید لیتے ہیں - ان ہُنڈیوں کی کفالت میں کوئی جائداد رہن نہیں کی جاتی - نہ کسی محاصل کا اجارہ دیا جاتا ہے - صرف سرکاری اعتبار پر لوگ ان کو خریدتے ہیں - اور ضرورت سے چوگنی درخواستیں پیش ہوتی ہیں - ان ہنڈیوں کو پرامیسری نوٹ اور اس روپیہ کو "نیشنل ڈٹ" یا "قومی قرضہ" کہا جاتا ہے +

سکے

عام خرید و فروخت کے لئے سرکار کی طرف سے تانبہ - نکل سلور - چاندی اور سونے کے سکے ہر ملک میں الگ الگ قیمت اور وضع کے جاری ہیں - جن میں ان کی قیمت کے برابر مال نہیں ہوتا بلکہ کسی قدر کم ہی ہوتا ہے - مثلاً ہندوستان میں تانبے کا پیسہ جاری ہے - جس کا وزن چھ ماشہ ہوتا ہے - جو تانبہ کی قیمت سے زائد ہے - اسی طرح چاندی کے روپیہ کا وزن بھی ساڑھے گیارہ ماشہ سے زیادہ نہیں ہوتا - حالانکہ چاندی کا نرخ سوا اور ڈیڑھ تولہ فی روپیہ ہوتا رہتا ہے - یا سونے کا پندرہ روپیہ کا پونڈ ہے - جس میں تیرہ چودہ روپے کے سوا سونا نہیں ہوتا - مگر گورنمنٹ کا اعتبار ہے - کہ نہ صرف اپنے ملک میں بلکہ دوسرے ممالک میں بھی اس کے جاری کئے ہوئے سکے برابر چل رہے ہیں - اور ان سے بھی بڑھ کر کرنسی نوٹوں کا سلسلہ ہے - کہ ایک معمولی کاغذ پر پانچ - دس - پچاس - سو - پانسو - ہزار کی جو رقم لکھ دی - وہ سونے چاندی کے سکوں

کی طرح مقبول ہو گئی - ان پر کوئی سود نہیں ملتا - کیونکہ انہیں زرِ نقد سمجھا جاتا ہے - چنانچہ دولتمندوں کے گھروں میں اب سونے چاندی کی اینٹیں ہرگز نہ دیکھوگے - سرکاری سکّے کے روپے - پونڈ اور کرنسی نوٹ ہی پڑے ہونگے - یہ نوٹ بھی کروڑوں روپے کے جاری ہیں - جو سرکار کے اعلیٰ اعتبار کی بیّن دلیل ہے +

نظامِ سلطنت

برٹش امپائر بادشاہ اور پارلیمنٹ سے مرکّب ہے - بادشاہ سلامت کا قدیم شاہی خاندان سے ہونا لازم ہے - اور پارلیمنٹ میں برطانیۂ کلاں کے ۶۷۰ ممبر دیوانِ وکلا میں رعایا اپنی پسند سے انتخاب کر کے بھیجتی ہے - جن کو شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کے زمانہ سے کچھ معاوضہ بھی دیا جاتا ہے - لیکن پارلیمنٹ کا طبقۂ اعلیٰ جو دیوانِ اُمرا کہلاتا ہے اس میں بادشاہ سلامت اپنی رائے سے قدیم امیروں کو نامزد فرماتے ہیں - ہر ایک اہم قانون اور ہر ایک بڑا معاملہ پارلیمنٹ کے دونو ہوسوں (طبقوں) کے منظور کرنے کے بعد نفاذ پاتا ہے - یہاں تک کہ وزارت کی تبدیلی یا بحالی بھی ممبرانِ پارلیمنٹ کی ہی کثرت رائے پر منحصر ہے +

طریقِ حکومت

جس قدر ممالک گورنمنٹ کے زیرِ حکومت ہیں - سب کا انتظام اُن کے حسبِ حال جداگانہ ہوتا ہے - مثلاً گریٹ برٹن کا انتظام دربار کی طرف سے بپابندئ احکامِ پارلیمنٹ انجام پاتا ہے - اور وزیرِ اعظم انگلینڈ اس کے صدرِ اعلیٰ ہیں - عدالتوں کے ججوں کا تقرر بادشاہ سلامت کرتے

ہیں - اور یہ عہدہ دار اپنی زندگی بھر موقوف نہیں ہو سکتے - تا وقتیکہ پارلیمنٹ کے دونو ہوس کسی کی موقوفی کی بابت رپورٹ نہ کریں - شہروں اور قصبوں کا انتظام مقامی کونسلیں کرتی ہیں - "ہندوستان کی حکومت" وائسرائے اور اس کی اگزکٹو و لیجسلیٹو کونسلوں (انتظامی اور قانونی مجلسوں) کے سپرد ہے - جن کی نگرانی تاج کی جانب سے سیکرٹری اوف سٹیٹ اور اس کی کونسل کے متعلق ہے +

ایسے تمام "ممالک و جزائر" جو ہندوستان و انگلستان میں داخل ہیں چھ اقسام پر تقسیم ہو سکتے ہیں - جن کی نگرانی دربار کی طرف سے کالونیل سکرٹری کے سپرد ہے جن کے تمام و قوانین پر بحث و مباحثہ کے لئے انگلستان میں ہر چوتھے سال ایک امپیریل کانفرنس منعقد ہوتی ہے - جس میں وزیر اعظم انگلشیہ پریزیڈنٹ اور کالونیل سکرٹری ممبر ہوتا ہے - ان ممالک کے قسموار نام یہ ہیں :-

اوّل خود مختار نو آبادیاں اُن ممالک کو کہا جاتا ہے جہا کے انتظام کے لئے اُسی ملک کے نائبوں کا پارلیمنٹ مقرر ہو - اور تاجِ انگلستان سوائے اپنی طرف سے گورنر بھیجنے کے زیادہ مداخلت نہ کرتا ہو - ان خود مختار نو آبادیوں کے نام یہ ہیں - (۱) آسٹریلیا (۲) کنیڈا (۳) نیو فونڈ لینڈ (۴) نیوزی لینڈ (۵) کیپ کالونی (۶) نٹال (۷) ٹرنسوال (۸) اورنج کالونی +

دوم - وہ نو آبادیاں جن میں سرکارِ انگلشیہ کے گورنروں کی امداد و مشورت کے لئے منتخبہ ہوس اوف اسمبلی اور مقرر کردہ لیجسلیٹو کونسلیں کام کرتی ہیں - یہ تعداد میں تین ہیں

(۱) بہاماز (۲) بار بے ڈوس (۳) برمیوڈا +

سوم - ایسی نو آبادیاں جن میں انتخاب اور نامزدگی دونو کے ذریعے سے لیجسلیٹو کونسلیں بنتی ہیں - انہیں نظامِ ہندوستان کے قریب قریب سمجھنا چاہئے - ان میں مندرجہ ذیل علاقے شامل ہیں، (۱) برٹش گائنا (۲) فجی (۳) جیمیکا (۴) جزائر ایورڈ (۵) مالٹا (۶) ماریشس (۷) سائپرس +

چہارم - ایسے ممالک و جزائر جن کی کونسلوں کا تقرر صرف سلطنتِ انگلشیہ کی طرف سے ہوتا ہے - ان میں مندرجہ ذیل ممالک شامل ہیں (۱) برٹش ہانڈوراس (۲) فاک لینڈ (۳) سینٹ لوئیسیا (۴) سینٹ ون سینٹ (۵) ٹرینے ڈاڈ (۶) گرسانیڈا (۷) ایسٹ افریقن پروٹیکٹ (۸) گیمبیا (۹) جنوبی گولڈ کوسٹ (۱۰) سیرا لیون (۱۱) نائی جیریا (۱۲) نیاسی لینڈ (۱۳) سیلون (۱۴) ہانگ کانگ (۱۵) سٹریٹ سٹلمنٹ +

پنجم - وہ ممالک و جزائر جہاں کا انتظام برٹش امپائر گورنر اور چیف کمشنر باختیارات خود کرتے ہیں - وہ یہ ہیں - (۱) اشانٹی (۲) بسوٹو لینڈ (۳) بچوانا لینڈ (۴) جبل الطارق (۵) شمالی نائی جیریا (۶) شمالی گولڈ کوسٹ (۷) سینٹ ہلینا (۸) برٹش لینڈ (۹) یوگنڈا (۱۰) وی ہائی وائی (۱۱) مغربی مجمع الجزائر بحر الکاہل وغیرہ +

ششم - افریقہ کا صوبہ روڈیشیا - جس پر گورنمنٹ کی طرف سے "برٹش ساؤتھ افریقن کمپنی" حکمران ہے +

مثل مشہور ہے کہ ملک گیری آسان ہے لیکن ملک رانی بہت مشکل ہے - تاریخ شاہد ہے - کہ گو بڑے بڑے

اولو العزم بادشاہ ملکوں کو فتح کرتے رہے - مگر بد انتظامی کے باعث بہت جلد وہ ملک اُن کے یا اُن کی اولاد کے قبضوں سے نکلتے چلے گئے - بخلاف ان کے سلطنتِ انگریزی کو دیکھو ابتدا سے اب تک بڑھتی ہی چلی جاتی ہے - اور یقیناً کوئی ملک ایسا نہ ہوگا - جو انگریزی حکومت میں[۱] آ کر نکل گیا ہو - جس سے ثابت ہوا - کہ انتظام و ملک داری انگریزی سلطنت کے وہ جوہر ہیں جو ابد الآباد تک اُس کی ترقی کا ٹھیکہ لے چکے ہیں +

سرکارِ انگریزی کے اُصُولِ حکومت

سکندرِ اعظم کا نام تم نے سُنا ہوگا - جو زمانۂ قدیم کے نامور اور فتحمند بادشاہوں میں ایک اولو العزم فرمانروا گزرا ہے - اور جس نے دُنیا کے ایک معقول حصّہ کو ایامِ جوانی میں ہی فتح کر لیا تھا - مقدونیہ کو دیکھو اور ہندوستان و مصر وغیرہ کی طرف نگاہ کرو - اور اُس زمانہ کے راستوں کی مشکلات پر غور کرو - تو سکندر کی فتوحات بڑی قابلِ قدر معلوم ہوتی ہیں - کہتے ہیں کہ اُس کی اِس عالمگیر ہمت و استقلال اور دولت و اقبال کو دیکھ کر ایک دفعہ لوگوں نے تعجب کے ساتھ اس سے دریافت کیا - کہ" آپ نے اس تھوڑی سی عمر میں جس قدر ممالک کو فتح کیا - کیا وجہ

[۱] امریکہ کی آزادی سرکار کی منظوری سے عمل میں آئی ہے - چنانچہ اب بھی جہاں کے باشندے علم و عمل میں ترقی کر جاتے ہیں - بے تامل شریک حکومت کر لئے جاتے ہیں +

کہ پہلے بادشاہ آپ کی نسبت عمر اور خزانہ و فوج کے زیادہ رکھنے کی حالت میں بھی ایسا نہ کر سکے"؟ سکندر اعظم نے جواب دیا کہ "میں نے جس ملک کو فتح کیا۔ وہاں کے رئیسوں امیروں اور رعایا کو برباد نہیں کیا۔ جس سے سب مفتوحہ ممالک و اقوام میرے سلوک کی ثنا خواں اور میری وسعت سلطنت کے خواہاں و جویاں ہوتی چلی گئیں۔ اس واسطے خدا نے مجھ کو اتنی بڑی سلطنت کا مالک بنا دیا"۔

واقعی سکندرِ اعظم نے اپنی عالمگیر سلطنت کی کامیابی کا جو راز بتایا تھا ہماری بیدار مغز گورنمنٹ کی کامیابی کا بھی یہی راز ہے۔ جس کا سب سے بڑا اصل اصول یہ ہے۔ کہ "ہر ملک پر خاص اس ملک کی بہتری کے لئے حکومت کی جائے"۔ یہی وہ زرّیں اصول ہے جس کو انگریزی قوم جہاں کہیں لے کر پہنچی۔ لوگوں نے اسے سر آنکھوں پر بٹھا لیا۔ اور اسکے سایہ کو اپنے واسطے راحت و آرام سمجھا۔

سلطنت کے معنے ہیں۔ غلبہ۔ قابو پانا۔ جس قوم یا ملک پر کوئی شخص یا قوم غلبہ پا جائے۔ وہ اس کی سلطنت کہلاتی ہے۔ پہلے زمانہ میں یہ غلبہ صرف بہادری اور قوت شمشیر پر منحصر تھا۔ چنانچہ پرانی مثل ہے ع
ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند۔ لیکن دنیا میں جس قدر علمی ترقیاں ہوتی گئیں۔ مہذب اور شائستہ قوموں نے بجائے تلوار کے قلم سے کام لینا شروع کیا۔ جن میں سب کی پیش رو برٹش گورنمنٹ ہے۔ جس نے اپنا گولڈن رول یہ سمجھ رکھا ہے۔ کہ اگر تلوار صرف دہشت ناک حکومت

قائم کرتی ہے ۔ تو قلم کی طاقت رعایا کے دلوں پر حکمران
ہو جاتی ہے ۔ اس لئے سلطنت کے ہر کام میں قلم مقدم
اور تلوار مُؤخر ہے ۔ اور گو برقراریِ امن اور رفع فساد
و جہالت کے لئے اب بھی تلوار کو بڑے بڑے کام کرنے
پڑتے ہیں ۔ مگر سرکار کا میلانِ خاطر ہمیشہ اسی طرف رہتا
ہے ۔ کہ جہاں تک ہو سکے ۔ پہلے قلم و زبان سے کام لیا
جائے ۔ اور تلوار کے ذریعہ بندگانِ خدا کی تباہی کا کام اُس
وقت تک قطعی شروع نہ کیا جاے ۔ جب تک اِس کے بغیر
چارہ ہی نہ رہے ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے ۔ کہ انگریزی
قوم جدھر جاتی ہے ۔ ہر دلعزیز ہو جاتی ہے ۔ اور تھوڑے
ہی دنوں میں رعایا کے دلوں پر قبضہ پا جاتی ہے ✤

۱ ۔ برٹش قوم یا امپائر نے اپنا سب سے بڑا ضابطہ
"آزادی یعنی حُریّت" رکھا ہے ۔ حالانکہ پرانے سلاطین اور
بعض حکما بھی یہی چاہتے رہے ۔ کہ فرقہ بندی اور پیشہ وری
کی زنجیر سے کسی کو رہائی نہ ہو ۔ اور امیروں کو غریبوں
پر جبریہ حکومت کے اختیارات حاصل رہیں ۔ مزدوروں کو
ذلت میں رکھا جاے ۔ اور اُن کی کمائی سے بڑے آدمی
فائدہ اُٹھاتے رہیں ۔ مگر برٹش امپائر امیر و غریب کو یکساں
حقوق دے کر ہر ادنےٰ شخص کو ذاتی سعی و کوشش سے
بڑا آدمی اور ہر بڑے آدمی کو ذاتی نا قابلیت و جہالت کے
باعث ذلیل شخص بننے کا اختیار دیتی ہے ۔ اس سلطنت
کے ادنےٰ پیشہ ور اور مزدور بھی اپنی مرضی کے مطابق
معقول اُجرتیں لیتے ہیں ۔ اور کسی کو مطلق یہ خطرہ نہیں

ہوتا - کہ کوئی شخص ہمارا حق واجب چھین سکتا ہے - اس سے بڑھ کر اصولِ مساوات کی کیا مثال ہوگی - کہ ایک طرف پارلیمنٹ انگلستان میں مزدوری پیشہ فرقہ کے قائم مقام اشخاص ممبر بنائے جاتے ہیں - تو دوسری طرف ہندوستان کی ڈسٹرکٹ اور میونسپل کمیٹیوں اور بڑی بڑی کونسلوں میں ایسے کئی اشخاص موجود ہیں - جن کے والدین کوئی خاص وجاہت نہ رکھتے تھے بیشک اس وقت اس نعمت کی ہم کو اس لئے کوئی قدر و وقعت معلوم نہیں ہوتی - کہ ہم نے آنکھ ہی ایسے زمانہ میں کھولی ہے - جبکہ گورنمنٹ کی بدولت بڑے بڑے جاہلانہ اصول کالعدم ہو چکے ہیں - ورنہ اب سے سو دو سو برس پہلے ہم کبھی یہ نظارہ نہ دیکھ سکتے - کہ عام سے عام آدمی بھی گورنمنٹ کے برخلاف نالشیں کریں - اور خود گورنمنٹ کی عدالتیں ان کو ڈگریاں دیں ؂

۲ - اگلے زمانہ میں تو کجا اب بھی تم دیکھو گے کہ جہاں کہیں تہذیب و ترقی کا آفتاب بلند نہیں ہوا قوموں ملکوں اور متفرق آدمیوں میں صرف مذہب پر ہی فساد ہوتے رہتے ہیں - سلطنتوں کا ہندو - مسلمان - عیسائی - موسائی ایک نہ ایک مذہب ہوا کرتا تھا جو دوسرے مذاہب کو نیست و نابود کرنا اپنا ضروری کام سمجھتی تھیں - مگر برٹش گورنمنٹ نے روحانی خیالات اور مذہبی تنازعات کو سلطنت سے قطعی الگ کر دیا - ہندو - بدھ - مسلمان - عیسائی - موسائی - تمام مذاہب کے لوگ اسکی رعایا ہیں اور سب اپنے اپنے مذہب میں آزاد ہیں - ہر چند بادشاہ کا مذہب عیسائی

ہے - مگر سلطنت سب مذاہب کا مجموعہ ہے - نہ وہ کسی کو عیسائی بننے پر مجبور کرتی ہے نہ کسی کے رسم و رواج اور عقائد و عبادات مذہبی میں دست انداز ہوتی ہے - جس کا نتیجہ یہ ہے کہ کسی قوم اور مذہب کو اس سے مخالفت نہیں ہوتی - اور سب فرقے اُسے اپنی ہی گورنمنٹ جانتے ہیں ؎

۳ - قاعدہ ہر ملک و قوم کی روایات و اعزاز کا قائم رکھنا ہے - تم دیکھتے ہو - کہ جو ممالک برٹش امپائر میں داخل ہیں - ان میں جس قدر اشخاص پہلے سے معافیدار - جاگیردار یا حکمران چلے آتے تھے - گورنمنٹ نے اُن کو برطرف نہیں کیا - بلکہ ہر ایک کی معافی - جاگیر اور ریاست کو بدستور قائم رکھا ہے حالانکہ پہلے جاگیردار و تعلقہ دار نئی حکومت کے سامنے تقریباً کالعدم ہو جاتے تھے پس اس رواداری کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ ہر ملک کے با اثر اشخاص برٹش گورنمنٹ کی خیر خواہی میں اپنی خیر جانتے ہیں؎

۴ - ضابطہ ظلم و بدعت کی بیخ کنی ہے - چنانچہ تاریخ میں برٹش قوم کا نام اس نیکی کے لئے ہمیشہ سُنہری حروف سے لکھا جائیگا - کہ دُنیا میں یہی وہ سلطنت ہے - جس نے انسدادِ غلامی میں وہ بے نظیر کام کیا کہ کبھی فراموش نہ ہوگا - اور پھر زبانی ہی نہیں - بلکہ چالیس کروڑ روپیہ نقد اُن بے کس بے یار و بے مددگار بندگانِ خدا کی قیمت میں ان کے مالکوں کو اپنے خزانہ سے ادا کیا - جن کے ہاتھ عاجز لوگ غلام ہو کر بک چکے تھے علےٰ ہذا ستی ہونے کا جو پرانا رواج ہندوستان میں رائج تھا - اسکی موقوفی

کا سہرہ بھی اسی گورنمنٹ کے سر پر بندھا +

۵ - ضابطہ رعایا کا مہذّب و شائستہ بنانا ہے - تم دیکھتے ہو کہ امریکہ (کینیڈا) کے باشندے پہلے کیا تھے - جس کو برٹش قوم نے تعلیم دے کر اس درجہ پر پہنچایا - کہ اب علیحدہ پارلیمنٹ اور حکومتِ خود اختیاری سے ممتاز ہے - اسی طرح ہندوستان کو دیکھ لو - کہ یہاں کے باشندے علم و عمل میں جس قدر ترقیاں کرتے جاتے ہیں - سرکار بھی ان کو اعلےٰ ملازمتوں - قانونی کونسلوں اور انتظامی صیغوں میں کھلے دل سے شامل کرتی جاتی ہے - ایسا ہی افریقہ کی حالت دیکھو جہاں کے باشندے پہلے مادر زاد ننگے پھرتے تھے - لیکن اب سرکار کی طفیل کپڑا پہننے لگے ہیں - علےٰ ہذا آسٹریلیا کا ملک ہے - جہاں پہلے برطانیہ کے قیدی آباد کئے گئے تھے - مگر جب اُن لوگوں کی اولادوں میں لیاقت اور سمجھ پیدا ہوئی - ان کو شریکِ حکومت کر لیا گیا +

۶ - ضابطہ تجارتی ترقی و آزادی ہے - جس کی بدولت ملک اور قومیں مالدار ہوتی ہیں - اسی کی برکت سے ریل - تار - ڈاک اور جہازات چل رہے ہیں - تجارت ہی وہ چیز ہے - کہ برٹش قوم دُنیا کے ہر حصّہ میں پہنچ کر اپنے ساتھ دوسروں کو بھی مالا مال کر رہی ہے - اور دُنیا بھر میں تجارتی حمایت کے لئے جس قدر بھی کوششیں ممکن ہیں عمل میں لا رہی ہے +

باب چہارم

قدیم و جدید ہندوستان کا تاریخی نظّارہ

قدیم باشندے

پانچ ہزار سال پیشتر یہاں کے باشندے ننگ دھڑنگ درختوں کی کھوؤں یا غاروں میں رہتے تھے اور شکار و قدرتی پھلوں پر گذرِ اوقات کرتے تھے اور بدن درختوں کے پتّوں سے ڈھکتے تھے۔ اس کے بعد موٹے جھوٹے کپڑوں کا رواج ہوا ۔ رہنے کو

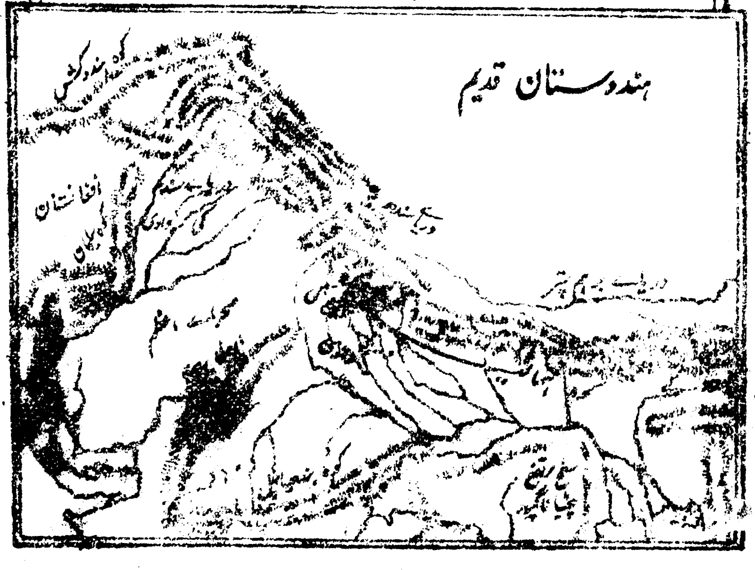

گھاس پھوس کی جھونپڑیاں بننے لگیں کہ اتنے میں وسطِ ایشیا سے ایک سُرخ و سفید رنگ قوی ہیکل آرین قوم نے آ قبضہ جمایا۔ پہلے باشندے کچھ تو مر کھپ کے فنا ہو گئے۔ کچھ اُن کے غلام بنے۔ اور کچھ وندھیا چل پہاڑ کے پار جا بسے۔

آریہ حملہ آوروں کا تسلط

عرصۂ دراز تک اسی آرین قوم کے راجے مہاراجے اپنی جُدا جدا ریاستیں بنا کے حکومتیں کرتے رہے۔ جن میں مہاراجہ رامچندر اور یدھشٹر مہاراج بڑے نامی گرامی گذرے ہیں۔ ان سب کا ہندو مذہب تھا۔ اور اُس وقت کے سب لوگ ذاتوں گوتوں اور چھوت چھات کی قید میں مبتلا تھے +

بدھ کی پیدائش

آخر الامر گورکھ پور کے پاس کی کپل وست نام ریاست کا ولی عہد ساکی منی ایک نئے مذہب کا بانی ہوا۔ جس میں ذاتوں گوتوں کی کوئی تفریق نہ تھی۔ اور خدمت خلق میں اپنے آپ کو فنا کر دینا ہی نجات کا ذریعہ مانا گیا تھا۔ یہ مذہب بہت جلد ہندوستان میں پھیل گیا۔ اور جب رفتہ رفتہ اچھے اچھے راجے بھی اسی کے پیرو ہو گئے تو راج دھرم بھی یہی مذہب بن گیا۔ اس مت

کے راجاؤں میں سے راجہ اشوک بڑا مشہور گزرا ہے - جس کی سلطنت کابل تک چلی گئی تھی +

ایرانیوں کا حملہ

بدھ مذہب کے ابتدائی ایام میں ایران کے بادشاہ دارا گشتاسپ کی فوج نے سب سے پہلے سندھ پر حملہ کر کے دو سو سال اس پر قبضہ رکھا - مگر پھر یہیں کے باشندوں میں مخلوط ہو کر اس کی حکومت ختم ہو گئی +

سکندر اعظم کا حملہ

حضرت مسیحؑ سے ۳۲۷ برس پہلے سکندر اعظم نے ہندوستان پر چڑھائی کی - اور اگرچہ اس کو گجرات - لاہور - گھارہ (بیاس) پر متواتر فتوحات حاصل ہوتی رہیں - مگر اُس نے اس ملک کی مستقل حکومت کا ارادہ

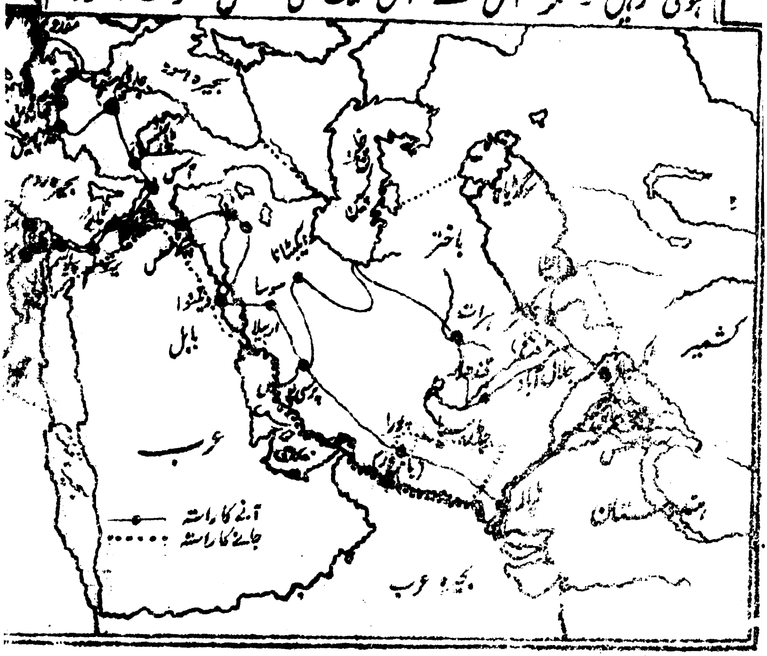

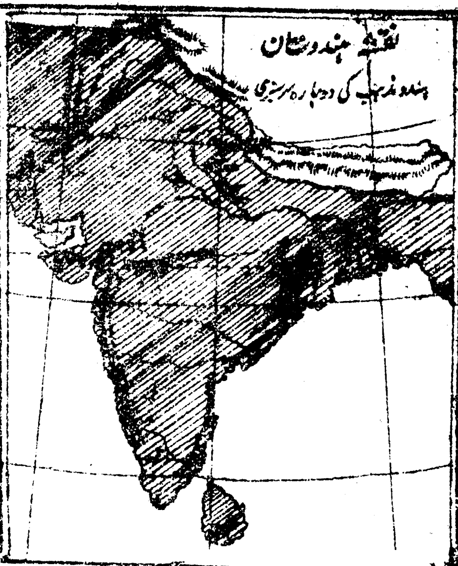

چھوڑ کر وطن کی راہ لی

ہندو مذہب کی دوبارہ سرسبزی

سکندر کی واپسی کے بعد ہندو مذہب نے پھر ایک دفعہ راج دھرم بن کر بکرماجیت و سالباہن جیسے نامور فرمانروا پیدا کئے کہ

اسلامی قبضہ

ساتویں صدی عیسوی میں عرب کے مسلمانوں نے سندھ پر قبضہ جمایا۔ مگر چار سو سال تک وہیں جمے رہے۔ اور مطلق آگے نہ بڑھ سکے۔ پھر دسویں صدی میں امیر سبکتگین اور اس کے بیٹے محمود نے پنجاب و ہندوستان پر پے در پے حملے سر کئے اسلامی حکومت کی بنیاد قایم کر دی۔ چنانچہ پانسو سال یہاں

اورنگ زیب عالمگیر

افغانی حکومت رہی - اور پھر بابر نے سنہ۱۵۲۶ء میں حملہ کرکے پہلی افغانی مسلمان حکومت کا خاتمہ کرکے سلطنتِ مغلیہ کی بنیاد ڈالی - جس کی اولاد سنہ۱۸۵۷ء تک یہاں کی بادشاہی کا دم بھرتی رہی +

انگریزوں کی آمد

اسی اثنا میں انگریزوں کی تجارتی قوم نے ہندوستان کا رخ کیا - یعنی سب سے پہلے سنہ۱۶۱۱ء میں جب تختِ انگلستان پر ملکہ الزبتھ اور تختِ ہندوستان پر جہانگیر حکومت کر رہا تھا سرطاس رو سفیرِ انگریزی نے ہندوستان کے چار مقامات پر انگریزوں کے لئے تجارتی کوٹھیاں کھولنے کی اجازت لی - اور انگلستان میں سوداگروں کی ایک جماعت نے ایسٹ انڈیا کمپنی نام رکھ کے یہاں تجارتی سلسلہ قائم کیا - جن سے پہلے یہاں فرنچ اور ولندیزی بھی تجارت کر رہے تھے +

اس کے بعد شاہجہاں کی لڑکی بیمار ہوئی اور ایک انگریز ڈاکٹر باٹن کے ہاتھ سے اس کو خدا نے شفا بخشی - تو اس کے انعام میں انگریزوں کو تجارتی کوٹھیوں کے ساتھ خرید اراضی اور بستیاں بنانے کی بھی اجازت مل گئی تھی - جس پر انگریزوں نے رام راجہ سے وہ زمین خریدی - جہاں اب شہر مدراس آباد ہے - اور پھر مختصر سی سپاہ رکھ کے اپنی بستیوں کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا +

زوالِ سلطنتِ مغلیہ

اکبر - جہانگیر - شاہجہاں اور عالمگیر کے بعد چونکہ تختِ ہندوستان پر لائق حکمران نہ رہے اور

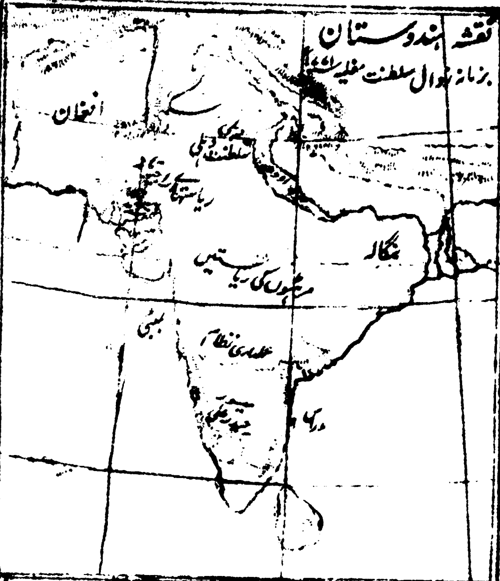

خود غرضیوں عیش پسندیوں نے انہیں اصلی کام سے غافل کر دیا - اس لئے صوبہ دار (گورنر یا والی) بھی خود مختار ہونے شروع ہوے - اس کے سوا پہلے تو نادر شاہ نے چڑھائی کر کے دہلی کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور پھر اس کے جانے کے بعد مرہٹے اور سکھ ظاہر ہو کر زور پکڑتے چلے گئے - اور چونکہ سلطنت ان شورشوں کو سنبھال نہ سکی - لہذا رفتہ رفتہ گھٹنی شروع ہوئی - یہاں تک کہ ۱۸۰۳ء میں بادشاہی صرف دہلی میں محدود رہ گئی - گورنر خود مختار - مرہٹے اور سکھ اپنی اپنی ریاستوں پر قائم ہو گئے اور سرداران ملک میں ذاتی ترقی کی بنیاد پر باہم لڑائیاں جاری ہو گئیں - انگریز اور فرانسیس جو اس سے پہلے تجارتی کوٹھیوں اور ان کی متعلقہ بستیوں کی حفاظت کے لئے باقاعدہ فوجیں رکھتے چلے آتے تھے - ان کی قواعد داں فوجوں کو دیکھ کر لڑاکے سرداروں کو انہیں بھی اپنے ساتھ ملانے کی سوجھی - اور یہ بھی فتح و شکست کے ساجھی بن کے کسی کے مخالف اور کسی کے موافق ہونے لگے - ولندیز تو پہلے ہی

رخصت ہو گئے تھے ۔ فرانسیسیوں اور انگریزوں میں رقابت تھی ۔ مگر خدا کو اِس قوم کا قدم جمانا تھا ۔ اس لئے جس کے یہ رفیق ہو جاتے ۔ وہ جیت جاتا ۔ اور فرانسیسیوں کو جو فریق مخالف کے ساتھی ہوتے صاف زک مل جاتی ۔ یہاں تک کہ فرانسیس بھی رخصت ہوئے ۔ اور یہاں کے تمام تنازعات اکیلے انگریزوں کو نمٹانے پڑے ۔ جس کے بعد ۱۷۶۵ء میں شاہِ عالم نے اکیس لاکھ سالانہ پنشن کے عوض لارڈ کلائیو کو بنگالہ کی دیوانی عطا کر دی ۔ اور انگریز اپنے حاکمانہ اختیارات عمل میں لانے لگے ۔ چنانچہ ۱۷۷۴ء میں کمپنی نے اپنا پہلا گورنر جنرل لارڈ ہیسٹنگز کو مقرر کیا ۔ کیونکہ تجارت سے معاملہ امارت پر جا پہنچا تھا ۔ اس کے بعد ملک پر ملک اور علاقہ پر علاقہ انگریزوں کے ہاتھ آنے لگا ۔ اور جا بجا ایسٹ انڈیا کمپنی بہادر کی حکومت قائم ہو گئی ۔

غدر ۱۸۵۷ء

باجی راؤ جو مرہٹوں کا پیشوا تھا اُس کے مرنے پر چونکہ انگریزوں نے اُس کی پنشن اُس کے لے پالک متبنٰے نانا راؤ کے نام منتقل کرنی منظور نہ کی تھی ۔ اس لئے اُس نے انگریزوں کی بیخ کنی کا ارادہ کر کے ناراض رئیسوں اور بالخصوص فوجِ انگریزی کے دیسی سپاہیوں کو اُبھار کر جا بجا بغاوت کھڑی کرا دی ۔ چنانچہ ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء کو پہلے میرٹھ کی فوج بگڑی ۔ اور رفتہ رفتہ یہ وبا دُور دور تک پھیل گئی ۔ دہلی ۔ لکھنؤ ۔ جھانسی اور کانپور تو خاص مقامات تھے ۔ جہاں ہر طرف سے آ کر باغی جمع ہو رہے تھے اور انگریزوں کا ہندوستان میں رہنا سخت مشکل ہو گیا تھا ۔ مگر اِدھر تو

رعایا انگریزوں کو چاہتی تھی - اُدھر اکثر دیسی رئیس بھی انہیں کی پُشتی پر تھے پھر تازہ فوج بھی ولایت سے آ پہنچی - اور خدا خدا کرکے یہ فتنہ فرو ہوا +

تبدیلیٔ حکومت

غدر کے اختتام پر ملکہ وکٹوریہ نے ہندوستان کی عنانِ حکومت کمپنی کے ہاتھ سے لے کر براہِ راست دربارِ انگلستان کے دستِ قدرت میں دیدی - اور اب ہندوستان پر صرف گورنر جنرل کی جگہ "وائسرائے اینڈ گورنر جنرل" (نائب السلطنت و حاکم اعلےٰ) مقرر ہونے لگا - اس واقعہ کے بیس برس بعد ملکہ نے خطاب "قیصر ہند" قبول فرمایا - جس کے لئے دہلی میں ایک عظیم الشان دربار منعقد ہوا - اور پھر روز بروز یہاں کے لوگوں کو انگریزوں سے اس قدر محبت ہوتی گئی کہ ملکہ کے جلسہ ہائے جوبلی پر کمال مسرت کا اظہار کرتے رہے - ۱۹۰۱ء میں ملکہ کا انتقال ہوا - تو اُن کے ولیعہد شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم تخت نشین ہوئے - جو بایام ولیعہدی ۱۸۷۵ء میں ہندوستان آکر یہاں کے حالات و خیالات سے بخوبی واقف ہو چکے تھے - یہ بھی مثل اپنی والدہ کے ہندوستانیوں پر مہربان رہے - ۶ مئی ۱۹۱۰ء کو ان کا بھی انتقال ہو گیا - اور قدرت نے عنانِ حکومت ان کے فرزند دلبند شہنشاہ جارج پنجم کو تفویض کی - جو پہلے ۱۹۰۵ء میں بزمانۂ ولیعہدی ہندوستانیوں کی وفاداری کو بچشم خود دیکھ چکے تھے اس لئے انہوں نے ۱۲ دسمبر ۱۹۱۱ء کو دہلی میں خود تشریف لاکر اور دربارِ تاجپوشی منعقد فرماکر شاہی محبت

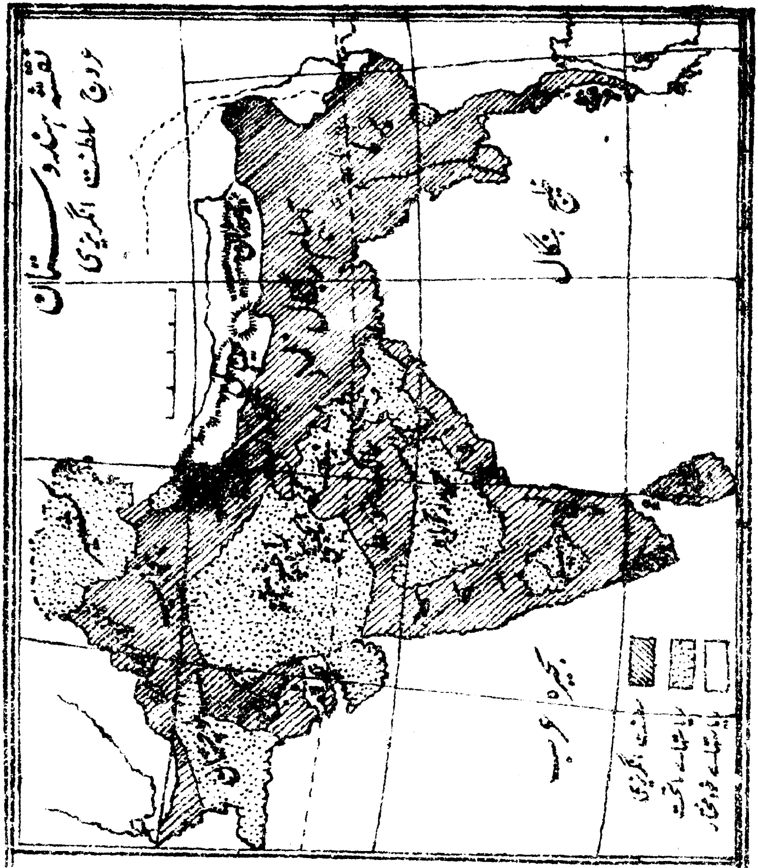

کا اعلان فرمانے سے رعایا کو اور بھی گرویدۂ احسان بنا لیا ٭
مہاراج یدھشٹر کے زمانہ سے سلطنت مغلیہ کے خاتمہ تک
ہندوستان کی راجدھانی شہر دہلی تھا۔ انگریزوں کی باری آئی۔ تو
انہوں نے کلکتہ کو دار السلطنت بنایا۔ مگر بڑے بڑے دربار
دہلی میں ہی منعقد فرماتے رہے۔ جس پر دہلی اپنے قدیمی اعزاز

کے لئے ہر وقت دست بدعا تھی - آخر الامر ۱۹۱۱ء میں شہنشاہ جارج پنجم نے اس کو بدستور راجدھانی (یعنی دار السلطنت) قرار دیکر سات کروڑ کے خرچ سے نئی سرکاری عمارات کی تعمیر کا حکم دیا - اور لارڈ ہارڈنگ بہادر وائسرائے ہند نے ۲۳ دسمبر ۱۹۱۲ء کو دہلی میں تشریف لاکر اسے از سرِ نو دار السلطنت بنا دیا - اب اس کی سرکاری عمارات کا تخمینہ جو زیر تعمیر ہیں ستر کروڑ روپیہ کیا گیا ہے - سوداگروں اور آسودہ اشخاص کے مکانات اس کے علاوہ ہیں +

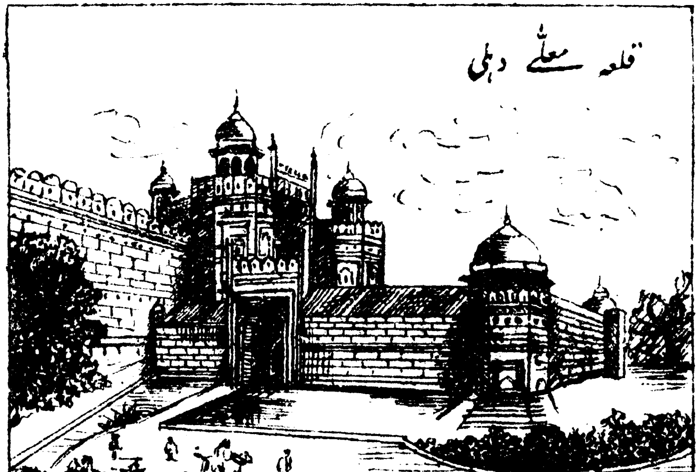

بندرگاه کلکته

ہندوستان میں سلطنتِ انگریزی کے کارنامے

اگرچہ انسان راحت و آرام میں مست ہو کر اپنی ہستی تک کا احساس نہ کرے۔ مگر دُنیا اس پر متفق ہے۔ کہ ہر انسان کی دینی و دُنیوی کامیابیوں کا سرچشمہ دو ہی چیزیں ہیں۔ اوّل صحتِ جسم و جان۔ دوم ملکی امن و امان۔ ان دونو باتوں کی طرف سرکار انگریزی نے جس قدر توجہ فرمائی ملک کی تاریخ میں اُس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

ملکی امن و امان کی بڑی وجہ سرکارِ انگریزی کی خوبیٔ انتظام ہے۔ جس کی بدولت تمام مُلک میں کسی کو اپنی حفاظت جان و مال کا تقریباً فکر ہی نہیں۔

صحتِ جسمانی کے لئے سرکار کی طرف سے تمام ملک کے قصبات بلکہ دیہات میں بھی شفا خانے مقرر ہیں۔ جن کی تعداد تقریباً پچاس ہزار ہوگی۔ ان شفا خانوں میں تمام مریضوں کے لئے نہ صرف دوا بلکہ خاص حالتوں میں

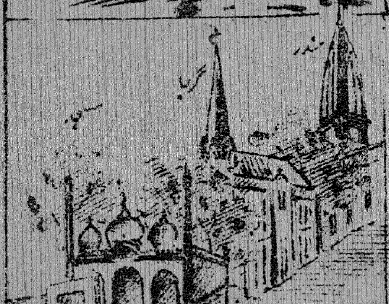

غذا و لباس تک کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔ حالانکہ پہلے کسی زمانہ میں شفاخانوں کا سلسلہ سرکاری فرائض میں شامل نہ تھا +

آزادی مذاہب

سرکار انگریزی کے عہد میں جس قدر ہے۔ نہ ہندوستان میں کبھی پہلے ہوئی نہ اب اس سے بہتر کہیں پائی جاتی ہے۔ یعنی ہر شخص اپنے مذہبی اعتقادات و عبادات میں مطلق العنان خود مختار ہے۔ عام تو کیا حکام تک مذہبی مداخلت کی جرات نہیں کرسکتے +

انصاف و عدالت

ملک میں جا بجا عدالتیں قائم ہیں۔ جو صرف قانون کی پابندی سے فیصلے صادر کرتی ہیں۔ اور خود سرکار کے مقابل رعایا کے غریب افراد کو

ڈگریاں دینے اور ہرجانے
دلوانے سے دریغ نہیں کرتیں*

آزادی رائے

جس قدر آزادی
رائے اس زمانہ
میں رعایا کو حاصل ہے پہلے
کبھی نہ ہوئی تھی جس کی
بدولت اب معمولی اشخاص بھی
تعلیم پا کر اخبارات و رسائل
کے ذریعے سرکار کو مشورے
دے رہے ہیں۔ جن پر بشرطِ معقولیت غور بھی کی جاتی
ہے*

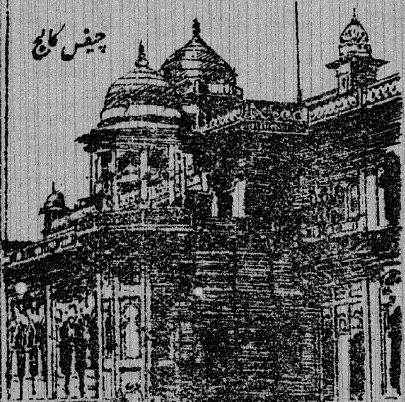

تعلیم

اس ملک میں تعلیم کو
سرکار نے اپنے فرائض
میں داخل کر رکھا ہے۔
حالانکہ پہلے کسی عہد میں
ایسا نہ تھا۔ اس وقت
ہندوستان میں تقریباً پچاس
ہزار مدرسے جاری ہیں۔
شہروں اور صدر مقامات میں
اعلیٰ تعلیم کے لئے کالج اور
یونیورسٹیاں موجود ہیں۔ جن سے لاکھوں نوجوان فیضیاب ہو کر
نہ صرف چھوٹے بڑے مناصب بلکہ دوسرے اشغال (وکالت
وغیرہ) میں بھی صلاحیت کے ساتھ کام کر کے ترقیاں پا رہے

ہیں ۔

تجارت

تجارتی معاملہ میں تو انگریزی سلطنت نے وہ کمال کر دکھایا کہ پہلے اس کا ہزارواں حصہ بھی کسی زمانے میں ہندوستان کو نصیب نہ ہوا تھا۔ جس کا اندازہ صرف ایک سال کے عرصہ میں پانچ ارب روپیہ ہے۔ یعنی اس عرصہ میں تقریباً تین ارب کا مال باہر سے آتا ہے اور دو ارب کا یہاں سے باہر کے ملکوں میں چلا جاتا ہے ۔

زمینداری

کی حالت بھی پہلے سے بدرجہا ترقی پر ہے سرکار نے ترقی اراضی کے لئے نہ صرف کروڑوں روپے کے صرف سے نہریں جاری کر رکھی ہیں۔ بلکہ زمینداروں کو آبادیٔ زمین کے لئے زر تقاوی بھی دیا جاتا ہے تاکہ لوگ مفلسی کے باعث ترقی سے محروم نہ رہیں اور زمینداروں کے لڑکوں کے لئے علم زراعت کے اسکول اور کالج جاری کر دئے گئے ہیں جن میں تعلیم حاصل کر کے وہ اپنے کام کو اور بھی عمدہ طور پر انجام دے سکینگے۔ چنانچہ اب تعلیم یافتہ گروہ بھی اس طرف توجہ کر رہا ہے ۔

تار - ڈاک اور ریل کے سلسلے تو ایسے ہیں کہ پہلے
ہندوستان کے خواب میں بھی نہ آئے تھے - ایک

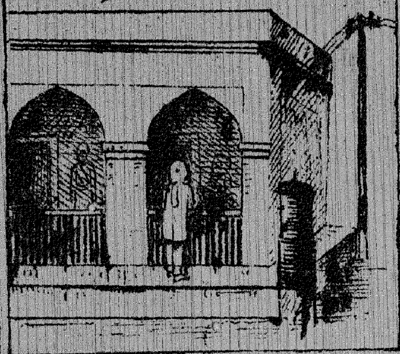

ڈاک خانہ و تار گھر

پیسے کا کارڈ کشمیر سے راس کماری تک پہنچتا ہے تو چھ آنے کا تار گھنٹوں اور منٹوں میں کراچی سے پشاور تک کی خبر لاتا ہے - اور ریل کی تو یہ کیفیت ہے - کہ چھوٹے بچے کو ٹکٹ دلوا کے پشاور سے سوار کرا دیجئے - بغیر کسی نگہبانی کے اڑھتالیس گھنٹہ میں کلکتہ یا بمبئی جا پہنچیگا - عورتیں اور بوڑھے لاکھوں کا زیور و اسباب ساتھ لئے جاتے ہیں - اور کچھ اندیشہ نہیں کرتے ÷

یہ صدہا برکات جو ہمارے لئے اب معمولی چیزیں ہیں - پہلے زمانوں میں نایاب تھیں اور صرف سرکارِ انگریزی کے ہی دم قدم کی بدولت ہمیں نصیب ہو رہی ہیں +

سلطنتِ انگریزی میں ہندوستان کی انتظامی تقسیم

اس وقت سلطنتِ ہندوستان کا کل رقبہ اٹھارہ لاکھ مربع میل کے قریب اور کل آبادی ساڑھے اکتیس کروڑ ہے - برِّ اعظم یورپ کا کل رقبہ سینتیس لاکھ مربع میل ہے - اور آبادی بھی چالیس کروڑ سے زیادہ نہیں - جس میں شمالی یورپ کا کم آباد حصہ بھی شامل ہے - اور

یہ افغانی علاقہ بیس لاکھ مربع میل صرف روس کے ماتحت ہے - باقی سترہ لاکھ مربع میل میں یورپ کی تمام سلطنتیں انگلستان - جرمن - فرانس - ٹرکی - سپین - پرتگال - ڈنمارک بلجیم وغیرہ آباد ہیں - اور اس طرح ہمارا ہندوستان یورپ کی تمام طاقتوں کے اصلی رقبہ اور آبادی سے بھی زیادہ وسیع و آباد ہے +

ہندوستان اگرچہ انگریزی اور دیسی ریاستوں کا مجموعہ ہے - مگر چونکہ ریاستیں بھی گورنمنٹ ہند کے ماتحت اور اصولی طور پر قانونِ انگریزی کی پیرو ہیں - اس لئے ہندوستان کا بادشاہ شہنشاہ کہلاتا ہے +

جو ملک براہِ راست سرکارِ انگریزی کے زیرِ اہتمام ہے - اُس کا رقبہ دس لاکھ اٹھاسی ہزار دو سو اُنچاس مربع میل اور آبادی سوا پچیس کروڑ آدمیوں کی ہے اور جس قدر ملک دیسی رئیسوں کے زیرِ حکومت ہے اس کا رقبہ چھ لاکھ اسی ہزار مربع میل اور آبادی سوا چھ کروڑ ہے - تمام چھوٹی بڑی ریاستوں کی تعداد ۶۷۴ ہے - لیکن بڑی بڑی ریاستیں بھی سو سے اوپر ہیں - اس کے علاوہ دمن اور دیو دو جزیرے پرتگال کے ماتحت ہیں - اور پانڈیچری و چندرنگر وغیرہ کے پانچ مقامات فرانسیسیوں کے زیرِ حکومت ہیں +

تاریخ گواہی دیتی ہے کہ اس قدر رقبہ و آبادی پہلے کسی زمانہ میں کسی ہندو یا مسلمان فرمانروا کے ہندوستان کے ماتحت نہیں تھی - جو سرکار انگریزی کے حسنِ انتظام

اور اقبال مندی کی بیّن دلیل ہے +

ہندوستان کے انتظام کے لئے لندن میں ایک سکرٹری آف سٹیٹ (وزیر ہند) اور اس کی امداد کے لئے ایک کونسل مقرر ہے - وزیر ہند اپنی کونسل کے مشورہ سے بڑے بڑے معاملات کا خود فیصلہ کرتا اور نہایت اہم معاملات میں پارلیمنٹ انگلستان سے دریافت کر لیتا ہے - وزیر ہند کی کونسل میں انگریز ممبروں کے ساتھ چند عرصے سے دو ہندوستانی ممبر بھی مقرر کئے جاتے ہیں - تا کہ اپنے ملک کی سود و بہبود میں کافی حصّہ لیں - ان کو معقول تنخواہ دی جاتی ہے - ہندوستان کی حکومت کے لئے وائسرائے (نائب السلطنت) اور حفاظت کے لئے کمینڈر انچیف (سپہدارِ اعظم) کا تقرر اسی محکمہ سے ہوتا ہے - لیکن وائسرائے ہند ہر بات میں وزیر ہند کا دست نگر نہیں - بلکہ سوائے اہم معاملات کے تمام امورِ سلطنت کو خود ہی بمشورہ اپنی اگزکٹو کونسل کے انجام دیتا ہے - علےٰ ہذا کمانڈر انچیف بھی اپنے صیغہ کے تمام کار و بار اپنی منشا کے مطابق کرتا ہے اس لحاظ سے گورنمنٹ ہند شخصی بھی ہے اور آئینی بھی ہے لیکن جنگ و صلح کے امور میں کمانڈر انچیف کو وائسرائے ہند کی پیروی لازم ہے - وائسرائے اور کمانڈر انچیف سوائے خاص ضرورت کے عموماً انگلستان کے خاندانی نوابوں (لارڈوں) میں سے مقرر کئے جاتے ہیں - وائسرائے کی سلامی ۳۱ اتواپ اور کمانڈر انچیف کی ۲۱ اتواپ سے ہوتی ہے - وائسرائے ہند کے ماتحت انتظام و

مشورہ کے لئے دو کونسلیں ہیں - ایک اگزکٹو کونسل (مجلس انتظامی) دوسری امپیریل لیجسلیٹو کونسل (مجلس واضعان قوانین)۔

اگزکٹو کونسل

اس کے کل ممبر عموماً مع وائسرائے اور کمانڈر انچیف کے سات ہوتے ہیں - ایک وائسرائے دوسرا کمانڈر انچیف - تیسرا ہوم ممبر چوتھا پبلک ورکس ممبر - پانچواں روینیو ممبر - چھٹا تعلیمی ممبر - ساتواں تجارتی ممبر - جن میں سے اب ایک ہندوستانی بھی ہوتا ہے - ان ممبروں کو معقول تنخواہ دی جاتی ہے - اُن کے اعزاز کے لئے ۱۵ توپ کی سلامی اور آنریبل کا تعظیمی خطاب مقرر ہے - ہر ایک ممبر کے متعلق جتنے محکموں کا اہتمام ہو - اُن کا ایک ایک افسر اعلےٰ وائسرائے کے حضور اپنے محکمہ کے متعلق حالات و کاغذات پیش کرنے اور حکم احکام لینے کے لئے رہتا ہے - جو اپنے صیغہ کا انڈر سکرٹری کہلاتا ہے - انتظامِ ملک کے متعلق تمام تجاویز و تدابیر اور احکام و ہدایات وغیرہ کا سرچشمہ ہندوستان میں اگزکٹو کونسل کو ہی سمجھنا چاہیئے ۔

امپیریل لیجسلیٹو کونسل

یہ مجلس وضع قانون کے لئے مقرر ہے - اس میں دو ثلث انگریز اور ایک تہائی ہندوستانی ممبر ہوتے ہیں - اور چند ممبر بذریعہ انتخاب صوبجات مدراس - بمبئی - بنگال - صوبجاتِ متحدہ - ممالکِ متوسط برھما - پنجاب وغیرہ کی کونسلوں کی طرف سے اور ایک ایوان تجارت کی طرف سے لیا جاتا ہے - ان ممبروں کو علاوہ قانون سازی کے سالانہ آمد و خرچ - سرکاری معاملات

اور پبلک حالات پر سوالات پوچھنے کا بھی حق دیا گیا ہے۔
اور معقول سفر خرچ سالانہ شرکتِ کونسل کے لئے دیا جاتا ہے +
اگزکٹو و امپیریل کونسل کے ممبروں اور ہر ایک صیغہ کے انڈر سیکرٹریوں کی یکجائی قوت کا نام "گورنمنٹ آف انڈیا" ہے۔ جس میں وائسرائے ہند سب کا صدرِ اعظم ہے +

گورنمنٹ ہند کے ماتحت ہندوستان کے مندرجہ ذیل ۱۵ صوبے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک اپنے صوبہ کی لوکل گورنمنٹ کہلاتی ہے +

(۱) بنگال (۲) بہار (۳) صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ (۴) پنجاب (۵) بلوچستان (۶) صوبہ شمال مغربی سرحد (۷) بمبئی (جس میں سندھ بھی شامل ہے) (۸) (ممالک) متوسط (۹) راجپوتانہ یا اجمیر (۱۰) برار (۱۱) مدراس (۱۲) کورگ (۱۳) آسام (۱۴) برھما (۱۵) جزائر انڈے مان +

پراونشل کونسلیں

مدراس بمبئی بنگال پنجاب ممالک متوسط بہار ممالکِ متحدہ اور برھما میں قانونی کونسلیں بھی مقرر ہیں۔ جن کے ممبر زیادہ تر تو ہر ایک صوبہ کے گورنر اور لفٹنٹ گورنر انگریزوں اور ہندوستانیوں میں سے خود نامزد فرماتے ہیں۔ لیکن کچھ ممبر بذریعۂ انتخاب بھی میونسپل کمیٹیوں۔ ڈسٹرکٹ بورڈوں۔ زمینداروں۔ ایوانِ تجارت اور یونیورسٹیوں کی طرف سے لئے جاتے ہیں۔ باقی صوبے بھی جس قدر ترقی کرتے جائینگے۔ کونسلوں سے معزز ہوتے جائینگے +

صیغہ ہائے انتظامی

ہر ایک صوبہ کے انتظامی امور کا دار و مدار

وہاں کی لوکل گورنمنٹ (گورنر۔ لفٹنٹ گورنر یا چیف کمشنر (جیسی صورت ہو)) پر منحصر رکھا گیا ہے۔ پولیس۔تعلیم۔ حفظانِ صحت بورڈ اور کمیٹیاں۔ پبلک ورکس ریلوے وغیرہ محکموں کا ایک ایک افسر اعلےٰ جو لوکل گورنمنٹ کی پیشی میں رہتا ہے۔ اپنے صیغہ کا انڈر سکرٹری کہلاتا ہے ÷

مال محکمۂ مال کا انتظام ہر صوبہ میں فنانشل کمشنر یا ریونیو کمشنر کے سپرد ہوتا ہے۔ جس کے ماتحت کلکٹر۔ ڈپٹی کلکٹر تحصیلدار نائب تحصیلدار اور پٹواری ہوتے ہیں ÷

ہائی کورٹ اور چیف کورٹ عدالت کے محکمہ ہاے اخیر صوبجات مدراس بمبئی۔ بنگال صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ میں ہائی کورٹ اور صوبجاتِ پنجاب و برھا میں چیف کورٹ مقرر ہیں۔ ان کے ججوں کا تقرر انگلستان سے ہوتا ہے اور وہ لوکل گورنمنٹ یا گورنمنٹ ہند کی ماتحتی سے آزاد سمجھے جاتے ہیں۔ مگر وہ تمام فیصلے انہیں گورنمنٹوں کے نافذ کئے ہوئے قوانین کے مُطابق صادر کرتے ہیں۔ ہائیکورٹ اور چیف کورٹ کے ججوں کو بھی اونریبل کا تعظیمی لقب حاصل ہے۔ اور عدالت ہاے ڈسٹرکٹ و سشن کورٹ۔ سب ججیاں۔ اور منصفیاں انہیں کے ماتحت سمجھی جاتی ہیں ÷

صحت و صفائی ہر شہر و قصبہ میں میونسپل کمیٹیاں مقرر ہیں۔ جو اپنے شہر کی صفائی۔ تندرستی۔ روشنی اور سڑکوں کا انتظام کرتی ہیں۔ دیہاتی سڑکوں اور معابر وغیرہ کا انتظام ڈسٹرکٹ اور لوکل بورڈوں کے متعلق

ہے ✦

حفاظت جان و مال

دیہات میں چوکیدار اور چند دیہات پر ایک سالم چوکی پولیس کی متعین ہے۔ کئی چوکیاں ایک تھانے کے ماتحت ہیں۔ اور تھانے ضلع کے متعلق ہیں۔ مجسٹریٹوں اور تحصیلداروں وغیرہ کی تعمیلِ احکام کے لئے اگرچہ عدالت کے پیادے الگ بھی ہیں۔ مگر فوجداری میں پولیس ہی پیروکار ہوتی ہے ✦

ہندوستان میں شاہی دربار

ابتدائے دُنیا سے ہر ملک و ملت میں قاعدہ چلا آتا ہے۔ کہ بہادر فتح مند اور نامور بادشاہ خوشی کی تقریبات اور تخت نشینی کے موقعوں پر دھوم دھام سے شاہی جشنوں کا انعقاد فرما کے ملک کے رئیسوں اور شریفوں کو باریابی کی عزت عطا کر کے اُن کی کشتِ اُمید پر شاہی الطاف کی بارش فرماتے ہیں اور وہ بھی اظہارِ اطاعت و ادائے خدمت کے پھل پھول پیش کر کے اپنے دامنِ اُمید کو قدردانی کے زر و جواہر سے بھر لیتے ہیں۔ چنانچہ یہ دستور ایشیا اور بالخصوص ایشیا کے دل و جگر ہندوستان میں تو اس تکلف و اہتمام کے ساتھ جاری ہے۔ کہ کوئی زمانہ اور کوئی قوم اس سے خالی نظر نہیں آتی۔ مہاراجہ یدھشٹر کے۔ راجسو اور اسومیدہ جگ اور شہنشاہ شہاب الدین شاہ جہاں کے شاہ جہانی اور تخت طاوسی

جشن اب تک تاریخِ ہند کا مایۂ ناز ہیں۔ کہ یہ دربار تمام دیسی درباروں سے فائق و برتر تھے۔ سرکارِ انگریزی نے جب ہندوستان کا راج سنبھالا۔ تو اُس کے لئے بھی ایسے درباروں کا انعقاد ضروری و لابُدی تھا۔ چنانچہ انگریزی فرمانرواؤں کے وقت میں جو شہنشاہی دربار دہلی میں منعقد ہوئے۔ ان کے حالات خود بخود ظاہر کرتے ہیں۔ کہ یہ اُن سے بھی بڑھ چڑھ کر تھے۔ ظاہر ہے کہ پچھلے زمانوں کے واقعات اور موجودہ وقت کے حالات اس قدر بدلے ہوئے ہیں کہ ایک دوسرے کی ضد کا جلوہ نظر آتا ہے۔ کھانے پینے پہننے اوڑھنے ملنے ملانے آنے جانے میں ہر طرف نئی صورت ہے۔ ایک وقت تھا کہ لوگ بادشاہوں۔ حاکموں کو اَوتار اور ظِل اللہ سمجھ کر اُن کی پرستش کرتے اور اُن کے دیدار کو موجبِ نجات جانتے تھے۔ اور بادشاہ جو جی میں آتا۔ مناسب نا مناسب سبھی کچھ کر گذرتے تھے۔ یا اب یہ عالم ہے کہ بادشاہ رعایا کی تالیفِ قلوب کو اپنا فرضِ اہم سمجھتے ہیں اور اپنے حقوق و فرائض سے بڑھ کر قدم رکھتے ہچکچاتے ہیں۔ ایک زمانہ تھا۔ کہ فقیروں محتاجوں اور گداگروں کو بخشش و خیرات سے مالا مال کر دینا لوازمِ شاہی میں داخل تھا۔ یا اب یہ حال ہے کہ بعض ممالک میں گداگری کا پیشہ قانونی شکنجہ میں کھینچ دیا گیا اور بعض مقامات میں قانونی جکڑ بندی میں کس دینے کی تجویزیں ہو رہی ہیں۔ ایک وقت تھا کہ شاعروں کو دربار میں رسائی ہوتی تھی تو ایک ایک قصیدے کے

عوض نہال ہو جاتے تھے - لیکن اب یہ عالم ہے کہ قصیدے تو "ابلہ را ستائش خوش مے نماید" کے الزام میں متروک ہو ہی گئے لیکن سرے سے ایشیائی شاعری ہی ناپسند ہونے لگی ہے - ایک زمانہ تھا - کہ بادشاہوں اور مہاراجوں کے شاہی درباروں میں محکوم حکمرانوں اور مطیع فرمانرواؤں کا ادنےٰ خدمات پر مقرر ہونا ہی ذریعۂ افتخار اور شاہی ڈیوڑھی پر بڑے بڑے رئیسوں کا سلام کے لیئے گھنٹوں جبہ سائی کرنا معمولی شعار سمجھا جاتا تھا کہاں اب یہ کہ رئیس تو کجا اعلےٰ و ادنےٰ ملازمانِ سرکاری کو بھی اپنی مقررہ ڈیوٹی کے علاوہ کام کرنا دشوار اور خوشامد و منت کی گفتگو موجبِ ننگ و عار ہے - کہاں تو مہاراجہ یا شہنشاہ بڑے بڑے گورنروں اور والیانِ ریاست کے ساتھ لفظ "تو" کے سوا ہمکلام ہونا مرتبہ کے خلاف سمجھتے تھے - کہاں اب یہ کہ شاہانِ وقت حکمران گروہ تو کیا ملازموں تک کو بھی "آپ" لکھتے اور "آپ" کہہ کر بلاتے ہیں - کہاں شاہی جلسوں میں ناچ مجروں اور بھانڈوں مسخروں اور شراب و کباب کے سوا رنگ ہی نہ آتا تھا - کہاں یہ کہ سرے سے یہ باتیں ہی اخلاقی جرم سمجھی گئیں ے

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

پس ملکی درباروں میں بھی ان تغیرات کا اثر ہونا چاہیئے تھا - جو ہوا - لیکن دیکھنے کی بات یہ ہے کہ انتظام و شان کے لحاظ اور رعایا و حکومت کے تعلقات کے اعتبار

سے پہلے زمانہ کے دربار کیسے تھے اور سرکار انگریزی نے جو دربار منعقد کئے۔ اُن کا کیا اثر ہوا +

مانا کہ مہاراج یُدھشٹر کے دونو جگ اور شہاب الدین شاہجہاں کے دونو شاہانہ جشن واقعی بینظیر تھے لیکن اس سے کس کو انکار ہوگا۔ کہ جگ تو ایک قسم کی مذہبی مراسم تھیں جو اُس وقت ادا ہوئیں۔ جب راجا سے پرجا تک کا مذہب ایک تھا۔ البتہ شاہجہاں کے جشن ہائے شاہانہ میں ہندو مسلمان دونو شریک نظر آئینگے۔ گر مُلکی راجاؤں نوابوں کا اجتماع اس میں بھی برائے نام تھا۔ گویا وہ مقامی جلسے تھے کہ صاحب جلسہ نے دل کھول کر کرلئے اور بس۔ اس کے سوا یہ بھی دیکھنے کے لائق ہے۔ کہ اگر مہاراج یُدھشٹر کا اسومیدہ جگ ہچیرے بھائیوں کے کشت و خون کے بعد ہوا تھا۔ تو شاہجہاں نے بھی اپنی تاجپوشی کے لئے پانچ شہزادوں کی گردن کٹوا دی تھی اور اس طرح یہ جلسے اگر ایک فریق کی خوشنودی کا باعث تھے۔ تو دوسرے کے لئے نمک بر جراحت چھڑکنے والے تھے +

آؤ اب ذرا انگریزوں کے شاہی جشنوں کا نظارہ کریں کہ کس طرح یہ دانشمند قوم مشرق و مغرب جنوب و شمال کے رہنے والوں کو ایک پُر امن شاہی جھنڈے کے نیچے کھڑا کرتی اور کس خوبصورتی کے ساتھ یورپ و ایشیا کی رسوم شاہی کی پاسداری کرکے اپنے درباروں کو دونو کا معجونِ مرکب بناتی ہے +

ہاں اتنی بڑی کایا پلٹ اور عظیم الشان انقلاب میں سرزمین دہلی کی قدامت و خوش نصیبی ضرور لائق دید و قابل داد ہے۔

جو ہر زمانہ اور ہر عہد میں ہندوستان کی مستقل راجدھانی اور عالیشان درباروں کی جلسہ گاہ ہی نظر آتی ہے ✦

دربارِ قیصری ۱۸۷۷ء

اگرچہ ملکۂ وکٹوریہ یکم نومبر ۱۸۵۸ء کے اشتہار[۵۱] کے بعد ہندوستان کی باضابطہ فرمانروا اور رعایائے ہندوستان

۵۱ ہنگامہ ۱۸۵۷ء کے خاتمہ پر متحد ایسٹ انڈیا کمپنی سے حکومتِ ہند کو ملکۂ وکٹوریہ نے اپنے دستِ خاص میں لے کر جو شاہی اعلان یکم نومبر ۱۸۵۸ء کو جاری کیا تھا۔ اس کو ہندوستانی رعایا بطور "میگنا چارٹا" رسندِ شاہی اپنا مایۂ ناز سمجھتی ہے۔ جس کی تصدیق و تائید نہ صرف وائسرایان ہند بلکہ ملکۂ وکٹوریا کے اصلی جانشین بھی اب تک برابر کرتے چلے آئے۔ اس اعلان کا خلاصہ یہ ہے کہ "ایسٹ انڈیا کمپنی سے حکومت ہندوستان کو براہ راست اپنے ہاتھوں میں لیکر ما بدولت و اقبال رعایائے ہندوستان کو یقین دلاتی ہیں کہ (۱) اُن کے مذہبی مراسم و عبادات میں کبھی دست اندازی نہ کی جائیگی (۲) تجویز و نفاذِ قوانین میں ہمیشہ قدیم رسم و رواج کا بخوبی لحاظ رہیگا (۳) اراضیات ہند میں یہاں کے باشندوں کو جو حقوق و مرافق حاصل ہیں۔ آیندہ بھی وہ تمام حقوق بصورتِ مالیہ و مالگذاری قائم رکھے جائینگے (۴) سرکاری عہدہ داریوں میں بشرط لیاقت و دیانت ہر نسل و قوم (ملت و مذہب) کے اشخاص لئے جائینگے (۵) صنعت و حرفت و دستکاری وغیرہ کو رونق دے کر ہندوستانیوں کو مرفہ الحال بنانے کی کوشش کی جائیگی (۶) تمام والیان ریاست وغیرہ سے کمپنی جو معاہدے کر چکی ہے اُن کی حرف بحرف تعمیل ہوگی (۷) باغیوں کے سرغنوں اور قوم انگریزی کے قاتلوں کے سوا تمام ایسے اشخاص جو غلط فہمی یا مجبوری سے سرکار کے بر خلاف سلاح بند ہوئے ہوں قطعی معاف کئے جاتے ہیں ✦"

تاجِ برطانیہ کی سپتی ہوا خواہ ہو چکی تھی - مگر شاہ و رعایا
کے بست سالہ تجربہ کے بعد مناسب معلوم ہوا کہ باضابطہ
طور پر تاجدارِ برطانیہ کے القاب و خطاب میں "قیصرِ ہند"
کے ایزاد سے تعلقاتِ رعایا و سلطنت کو اور بھی مستحکم و
دیرپا کر دیا جائے - چنانچہ ملکۂ ممدوحہ کے حکم سے لارڈ لٹن
بہادر وائسرائے و گورنر جنرل کشور ہند نے یکم جنوری ۱۸۷۷ء
کا روزِ سعید اور ہندوستان کی پرانی راجدھانی دہلی کا
مقام اس دربار کے لئے تجویز کر کے تمام با اختیار روسا
و جاگیرداران کو اس جشنِ عظیم کی شرکت کے لئے مدعو فرمایا
اور جلوس و علیحدہ فوج کے متعلق مناسب احکام جاری کر کے
اس عالی قدر دربار کے اہتمام پر چیدہ افسرانِ انگریزی
کو نامزد فرما دیا +

دربارِ قیصری کو در اصل ہندوستان میں اپنی قسم کا
پہلا دربار کہنا چاہیئے - جس میں ہندوستان کے متعدد
صوبوں کے کثیر التعداد جاگیردار و سردار اور اپنی وضع و
رسوم کے پابند تریسٹھ والیان ریاست قیصری جھنڈے
کے نیچے یکجا جمع ہوئے تھے - وہ ہندوستان جس میں
اس قدر مختلف زبانیں رائج ہوں - کہ خود ہندوستان
کے باشندے بھی اپنے دور دست بھائیوں کی گفتگو نہ
سمجھ سکتے ہوں - اور مذاہب کا بھی اس قدر اختلاف کہ
ایک سے دوسرا بالکل جداگانہ مراسم و عادات کا مجموعہ
ہو - جس پر مستزاد یہ کہ لباس و خوراک اور عادات
و اطوار تک میں اس قدر فرق کہ ایک سے دوسرا

میل نہ کھائے۔ وہاں ان سب کا بلا تفریقِ قومیت و مذہب ایک اجنبی سلطنت کے ظلِ حمایت میں یکجا ہونا اور مختلف زبانوں سے ایک ہی قسم کے خوش آیند ترانوں کا نکلنا اتنا عجیب تھا۔ کہ دہلی نے اس سے پہلے ایسا منظر کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ اب انتظام کو دیکھئے۔ کہ اتنے بڑے مجمع کا باوصف اس کے کہ ایک شہر میں سمانا سخت دِقت طلب تھا۔ بالخصوص جبکہ نہ تو آجکل کے حاکم انگریز ہی اس طرز رہائش کو پسند کرتے ہوں نہ حکمائے طب اتنے عظیم الشّان ہجوم کا معمولی مکانوں میں گھس جانا روا رکھتے ہوں۔ تاہم شہرِ دہلی سے باہر ایک وسیع میدان میں منتظمانِ انگریزی نے پہلے ایک خاکہ سا تیار کر کے جو اراضیات افتادہ تھیں۔ اُن کو باختیار خود اور جو اراضیات زمینداروں کے قبض و تصرف میں تھیں انہیں چند عرصے کے لئے کرایہ پر عاریتاً حاصل کر کے صاف کرایا اور پھر سلیقہ کے ساتھ سڑکیں اور گذرگاہیں قرار دے کر وائسرائے ہند۔ حکامِ انگریزی اور ہر ایک والئے ریاست کے خیمہ گاہ کے لئے علیحدہ علیحدہ جگہ تجویز کر کے ہر ایک صاحب کو اطلاع دے دی۔ کہ اتنے رقبہ میں آپ اپنی رہائش کا انتظام کر لیں۔ چنانچہ اپنی اپنی ضرورت اور شہرت کے مطابق ہر ایک حاکمِ ذی اختیار نوّاب و رئیسِ نامدار نے ڈیروں خیموں کا ایک نفیس اور اُجلا شہر چند ہی دنوں میں دہلی کے باہر تیار کرا لیا اور اس طرح وسطِ دسمبر ۱۸۷۶ء میں دلی خوشی۔ اور امن و فارغ البالی کے ساتھ

ہوا خواہان و ارادت مندان سلطنت کا ایسا عالیشان شہر نمودار ہو گیا جس کی تعداد مع فوج و ہمراہیان کے دو لاکھ سے کم نہ ہوگی۔ اِستقبال کا یہ حال تھا۔ کہ حکام عالی مقام اور دیسی حکمرانوں میں سے جو صاحب تشریف لاتے اُن کی شخصیت کے مطابق قلعہ سے اتواپِ سلامی اعزازاً سر ہوتیں اور اہلکارانِ انگریزی میں سے بقدرِ رُتبہ کوئی صاحب ریلوے سٹیشن پر اُن کا استقبال کر کے عزّت و احترام کے ساتھ مقررہ فرودگاہ تک پہنچا دیتے اور سامانِ ضروری کی فراہمی کے لئے امدادی ڈیوٹی لگا کے واپس چلے آتے۔

۲۳ دسمبر ۱۹۱۱ء کو جب تمام حکام و مشاہیر ہند دہلی پہنچ کر اپنی اپنی فرودگاہوں میں اطمینان سے مقیم ہو چکے تو ہز ایکسی لینسی دی وائسرائے آف انڈیا سپیشل ٹرین کے ذریعے رونق افروزِ دہلی ہوئے جن کے استقبال و خوش آمدید کے لئے ریلوے سٹیشن پر نظامِ دکن سے لیکر معمولی درجہ کے والیان ریاست تک موجود تھے۔ وائسرائے بہادر کی سپیشل ٹرین رنگا رنگ کی جھنڈیوں سے آراستہ تھی۔ جس سے بر آمد ہو کر آپ نے بڑے بڑے رؤسا و حکام سے مصافحہ و مزاج پُرسی فرمائی اور پھر شاہی جلوس کے ساتھ آپ کی سواری بحیثیت نائب قیصرِ ہندوستان دربار کیمپ کی طرف روانہ ہوئی۔

یہ جلوس ایک میل لمبا تھا۔ جس کے آگے پیچھے دیسی و انگریزی فوج اور باجہ و نفیری نوازوں کا شاندار و خوش آیند نظارہ تھا۔ وائسرائے بہادر ایک بہت بڑے

ہاتھی پر سوار تھے - جن کے پیچھے درجہ بدرجہ تمام والیانِ ریاست اور حکامِ اعلےٰ اپنے اپنے ہاتھیوں پر جلوہ افروز تھے - اس موقع پر ہاتھیوں کے زیورات اُن کی عماریوں کی سج دھج نقرئی و طلائی ہودجوں کی جگمگاہٹ مخملی و زر دوزی جھولوں کی جھرجھراہٹ - والیانِ ریاست کی مرصع و مزین پوشاکوں کی زرق برق اور ان کے عصا برداروں کی خوبصورت وردیوں اور سونے چاندی کے عصاؤں کی تڑق بڑق اگر ایک طرف پُرانے ایشیائی جلوسوں کی زندہ شال تھی - تو دوسری طرف حکامِ انگریزی کی سادگی انتظام کی برجستگی - اور حفظِ مراتب کی پختگی یورپین انتظام کی بہترین نمائش کر رہی تھی - لاکھوں حاضرین محوِ حیرت تھے - اور بے اختیار سب کی زبان سے یہی کلمہ نکل رہا تھا - کہ "انگریز بڑے بادشاہ ہیں" +

جلوس کے بعد وائسرائے بہادر نے چند ایام والیانِ ریاست کی ملاقات ہائے دید و باز دید میں صرف فرمائے جو دہلی کے لئے ایک جدا دلچسپ نظارہ تھا جس میں اخلاقِ انسانی اور الطافِ خسروانی کو مدِ نظر رکھ کے "شہنشاہ بحر و بر" کا نائب السلطنت ہر ایک ذی اقتدار فرمانروا کے ہاں باز دید کی مراسم پوری کرنے خود جاتا اور خُلق و محبت کی بھری ہوئی تقریروں سے اعیانِ ملک کو سر بلند فرماتا تھا - حالانکہ گذشتہ فرماں روا ماتحتوں کے ہاں جانا داخلِ عیب سمجھتے تھے +

یکم جنوری ۱۸۷۷ء کا دن دربار قیصری کے لئے مقرر

تھا۔ جس کے لئے بیرونِ شہر ایک کھلے میدان میں ہلالیؔ صورت کا دربار ہال بنایا گیا تھا۔ جس کے چھبیس بلاک (حصّے) رکھ کے ہر ایک بلاک کے لئے علیحدہ علیحدہ دروازہ قائم کیا گیا تھا۔ تاکہ شاملین کو آمد و رفت میں تکلیف نہ ہو۔ دربار ہال کے تمام فرش فروش۔ بینچ۔ چوکی وغیرہ سے آراستہ اور اندرونی و بیرونی طرف سے طرح طرح کی جھنڈیوں اور نشانوں سے پیراستہ تھے اور پھر اسی ہلالی دربار ہال کے وسط میں جانب شمال ایک دس فیٹ بلند چبوترا بنا کر اُس پر نقرئی ستونوں کے سہارے ایک گنبدی چھت تیار کر دی تھی۔ جس کے ہر ستون و پیشانی و اطراف میں شاہی عَلم و پرچم چاندی کی ڈھالیں اور کلابتون سے کڑھے ہوئے نشانات "یونین جیک" آویزاں کئے گئے تھے۔ چبوترا ہلکے نیلے رنگ کے نفیس فرش سے سجا کر اس پر وائسرائے بہادر اور ان کی بیگم صاحبہ کے لئے کرسی (بمنزلہ تخت) کے رکھی تھی۔ ہلالی دربار ہال کے سامنے بجانب جنوب پندرہ ہزار گورہ اور دیسی فوج تھی۔ جس سے یہ نظارہ اور

ہلالی (مدوّر مستطیل) بنانے میں یہ حکمت تھی کہ تمام رؤسا کا درجۂ اعزاز برابر رہے اور کسی کو نشست میں موقع شکایت نہ ملے ؎ کہ در دائرہ نیست بالا وزیر ✣

ہمارے رؤسا کو نمبر اور درجے کا بڑا لحاظ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے بعض رؤسا بیماری وغیرہ کا حیلہ کر کے ایسے شاہی درباروں میں شامل ہونے سے جھجکتے ہیں ✣

بھی پُر رعب بن گیا تھا ؎

دربار کے دن صبح سے ہی درباری صاحبان آکر اپنی نشستوں پر بیٹھتے جاتے تھے - اور جبکہ معمولی درجہ کے رئیسوں - حاکموں سے لے کر حضور نظام تک داخلِ دربار ہو چکے - تو ٹھیک اُس مقررہ وقت پر جو ٹکٹوں پر درج تھا - لارڈ لٹن بہادر مع اپنی بیگم صاحبہ اور صاحبزادیوں کے رونق افروزِ دربار ہال ہوئے - جن کے آگے آگے نفیری نواز نفیریاں بجاتے آرہے تھے - دربار کا دربار جس میں دس ہزار کے قریب چیدہ رؤسا و عمایدِ ملک جمع تھے یک دم استقبال کو اُٹھے اور پھر وائسرائے کے حکم سے ہرلیڈ (نقیب) نے آکر وہ شاہی اعلان سُنایا - جس کے رو سے ملکہ معظمہ نے خطاب "قیصر ہندوستان" قبول فرمایا تھا - اعلان کی سماعت کے بعد ایک سو ایک توپ کی شاہی سلامی سر ہوئی - اور فوجی بندوقوں نے ایک ساتھ باڑھ چھوڑ کر وہ زور دار سلامی ادا کی - کہ آسمان تک دربار کی خبر جا پہنچی - حاضرین نے "ہپ ہپ ہرّے" اور "مبارکباد" کے نعرے لگائے - اور پھر وائسرائے بہادر نے ایک فصیح و بلیغ تقریر میں برٹش امپائر کی وسعت و عظمت - اس کی معاملہ فہمی اور ہندوستان میں اداے حقوقِ رعایا و سرداران کے مضامین بیان کر کے خطابوں اور تمغوں کے سلسلہ میں انڈین امپائر کا ایک نیا درجہ خدمتگزارانِ ملک و سلطنت کے لئے کھولنے کا اعلان فرمایا - اور نیز

غدر ۱۸۵۷ء کے اُن اشخاص پر بھی معافی کو وسیع کیا گیا - جو بباعث سرغنہ بننے کے نا قابلِ معافی تھے ٭

اس تقریر کے بعد والیانِ ریاست کی طرف سے نذریں پیش ہوئیں - اور بعض نے اسی ضمن میں کلماتِ مبارکباد کا بھی اظہار کیا - اور جلسہ برخاست ہوا ٭

دربار قیصری کی تقریب سے خطابی اعزاز و تمغے مندرجۂ ذیل تعداد میں دیئے گئے :-

مشیر قیصر ہند ۲۰ صاحبان رئیس دلاور اعظم ۴ رئیس دلاور ۹ مصاحب ۲۶ - دیسی خطاب مثل اندر مہندر بہادر یا فرزند دولت انگلشیہ وغیرہ ۷ - خطاب مہاراجہ ۱۲ - مہارانی ۳ - راجہ مشیر خاص بہادر ۱ - راجہ بہادر ۸ - راجہ ۲۴ - راؤ بہادر ۳۲ - رائے بہادر ۳۰ - راؤ صاحب ۸ - راؤ ۴ - رائے ۵ - سردار بہادر ۱ - سردار ۳ - ٹھاکر راوت ۱ - نواب ۵ - خان بہادر ۴۱ - خان ۲ - شیخ المشائخ ۱ - ملاذ العلماء و الفضلاء ۱ - دیوان ۱ - دیوان بہادر ۱ - آنریری اسسٹنٹ کمشنر ۱۳ - علاوہ ازیں ہر ایک درباری کو ایک ایک تمغہ دربار کی یادگار میں عطا کیا گیا - اور سرکاری فوج کے اعزاز و خطابات میں بھی نہ صرف خالی بلکہ مالی امداد بصورت وظائف تیک چلنی و بھتہ گرانی وغیرہ عام کی گئی - اس کے سوائے ہندوستان پورٹ بلئیر اور سٹریٹ سٹلمنٹ کے قیدیوں میں سے بحساب دس فیصدی ۱۵۹۸۰ قیدی رہا کر کے سرکاری خرچ پر گھروں کو

پہنچائے گئے جن میں وہ دیوانی قیدی بھی شامل تھے - جن
کا زرِ قرضہ سو روپے سے زیادہ نہ تھا (گورنمنٹ نے اپنے
خزانہ سے یہ قرضہ ادا فرمایا) - علاوہ ازیں عام قیدیوں کو
بحساب ایک ماہ فی سال رعایت دی گئی - اور شام کو
گورنمنٹ کی طرف سے درباریوں کو شاہی دعوت میں شریک
کیا گیا - دوسری کو گھوڑ دوڑ - تیسری کو دن میں فوجی کرتب
ہوئے اور رات کو آتشبازی چھوڑی گئی - ۴ کو رخصتی
ملاقاتیں ۵ کو فوجی رویو کے بعد وائسرائے صاحب تشریف
لے گئے - جشن کے دن ہندوستان کے ہر ضلع اور
قصبہ میں چراغان و روشنی وغیرہ کے ذریعے رعایا کی طرف
سے اظہارِ مسرت و شکر گذاری کیا گیا - جس سے ملکہ
معظمہ نہایت محظوظ ہوئیں - مختصر یہ کہ دہلی میں تقریبات
دربار پورے دو ہفتہ قائم رہیں - اور وہ چہل پہل دیکھنے
میں آئی کہ پہلے نہ دیکھی گئی تھی *

شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کا دربارِ تاجپوشی

ملکۂ وکٹوریہ کی وفات پر اگرچہ شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم
باقاعدہ طور پر برٹش ایمپائر کے حکمران قرار پا چکے -
اور دستورِ سلطنت کے مطابق ۲۶ر اگست سنہ۱۹۰۲ء کو
دار السلطنت لندن میں عالیشان دربار فرما کر مراسم تخت
نشینی و تاجپوشی ادا فرما چکے تھے - اور اسی ضمن میں
ہندوستان کے بعض والیانِ ریاست اور قائم مقامانِ ملک

بھی شرف اندوزِ سلام ہو چکے تھے - پھر بھی شہنشاہ کی اس خاص محبت و شفقت کے اظہار کے لئے جو انہیں ہندوستان سے تھی - قدیم راجدھانی دہلی میں وائسرائے ہند کے زیر صدارت یکم جنوری ۱۹۰۳ء کو دربار تاجپوشی منعقد کیا گیا - اور باوصفیکہ دربارِ قیصری سے بڑھ کر کسی دربار کی کامیابی و رونق کی اُمید سخت مشکل تھی - مگر اُس وقت کے وائسرائے لارڈ کرزن بہادر کی بے مثال قابلیت سرکارِ انگریزی کی بے نظیر عظمت و وسعت اور شہنشاہ ذیجاہ کی ذاتی لطف و عنایت کی بدولت یہ دربار جلسۂ قیصری سے بدرجہا فوقیت لے گیا - اگر ۱۸۷۷ء کے دربارِ قیصری میں ترسیٹھ والیان ملک شامل تھے - تو اس دربار میں یہ تعداد پوری ڈیوڑھی یعنی ایک سو چار تھی علےٰ ہذا دربار قیصری میں مہمانوں کی تعداد پندرہ ہزار تھی تو اس میں چالیس ہزار اور اسی پیمانہ پر دربار ہال بھی تعداد درباریان و مہمانان کے لحاظ سے زیادہ وسیع بنایا گیا تھا - دربار قیصری میں اگر بمبئی و مدراس کے گورنر شریک تھے - تو اس میں تقریباً تمام ہندوستان کے حاکمان اعلےٰ اور ریزیڈنٹ مدعو تھے - اس کے سوا کونسلوں کے ممبروں اور ملکی قائم مقاموں کی تعداد میں بھی ترقی تھی - ممالک غیر کی طرف سے ۱۸۷۷ء میں اگر نیپال و مسقط کے قائم مقام شریک تھے - تو اس میں خود امام مسقط - نیپال کے وزیر اعظم - تبت کے بھوٹ - لاہج وغیرہ کے سلطان اور پرتگیز و فرنچ مقبوضاتِ ہند کے تمام گورنر موجود تھے - اور یہ کہ شہنشاہِ معظم نے اپنے برادرِ نامدار

ڈیوک آف کیناٹ کو مع اُن کی بیگم صاحبہ کے شرکتِ دربار کے لئے ہندوستان بھیج دیا تھا +

کیمپ کا انتظام اصولی طور پر اگرچہ پہلے دربار کا چربہ تھا ۔ مگر اب کے مرتبہ اتنا وسیع ہو گیا تھا ۔ کہ خیمہ و خرگاہِ والیانِ ریاست و حکام گورنمنٹ و قائم مقامانِ ملک کی اندرونی و بیرونی سڑکوں کی لمبان پچاس میل ہو گئی تھی اور ہر ایک کیمپ میں روشنی ۔ پانی ۔ ہسپتال ۔ ڈاکخانہ ۔ تار گھر اور پولیس کی ضروریات اس خوبصورتی کے ساتھ پوری کر دی گئی تھیں ۔ کہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی ۔ اژدھامِ رؤسا کے باعث شہر کے اندر یا متصل مکانوں اور کوٹھیوں کے کرائے اصل قیمت کے برابر ہو گئے تھے ۔ جس کی مثال کو یہی واقعہ کافی ہے ۔ کہ حضور نظامِ دکن نے اپنی اور اپنے مصاحبین و وزرا کی تین کوٹھیوں کا کرایہ دو لاکھ روپیہ ادا فرمایا ۔ اور پھر چلتے ہوئے وہ تمام فرش و فروش ۔ پردے ۔ اور پھولوں کے بے شمار گملے جو لاگت میں دو لاکھ کے قریب تھے ۔ وہیں چھوڑ دیئے ۔ عارضی کیمپوں میں والیانِ ریاست اور حکّام عالی مقام کے خیمہ و خرگاہ جس تکلف سے لگائے گئے تھے ۔ اس کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے ۔ کہ مہاراجہ صاحب کشمیر کے اخراجاتِ درباری دس لاکھ سے بھی اوپر نکل گئے تھے ۔ شہر سے سنٹرل کیمپ تک برقی ریلوے کا سلسلہ جاری تھا ۔ جس کے ذریعے آیند و روند کی کثرت نے جنگل میں منگل کا سماں باندھ رکھا تھا ۔ والیان ریاست اور امرائے ملک، اس شان و شکوہ اور

جاہ و تمکنت کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔ کہ دِلّی انتخاب ہفت کشور بن گئی تھی۔ غرضیکہ مہمانوں اور اُن دوسرے رئیسوں۔ شریفوں۔ سوداگروں۔ نوکروں۔ سپاہیوں کی تعداد جو خاص اسی دربار کی خاطر دلّی میں جمع ہوئے تھے۔ کسی طرح پانچ لاکھ سے کم نہ تھی۔ جو یکم دسمبر سے ۲۷ دسمبر تک دلی پہنچ کر مراسمِ موعود کے منتظر تھے۔ تقریباتِ دربار میں جلوس سواری۔ پروکلیمیشن (اعلانِ تاجپوشی) اور فوجی ریویو اہم مراسم تھیں۔ جن کے ساتھ لارڈ کرزن کی جدّت نے ہندوستانی نوادرات و مصنوعات کی نمائش کا مفید کام بڑھا دیا تھا ؎

جلوس

۲۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو لارڈ کرزن اور ڈیوک آف کناٹ بہادر کے دہلی پہنچنے پر یہ پُر شوکت جلوس ریلوے سٹیشن سے اندرونِ شہر یعنی چاندنی چوک اور جامع مسجد سے گذرتا ہوا کشمیری دروازہ کے باہر ہو کر سنٹرل کیمپ تک (جس کا فاصلہ ریلوے سٹیشن دہلی سے سات میل تھا) اس اہتمام سے نکلا۔ کہ سب سے پہلے پنجاب پولیس کے افسران و سپاہیان پھر دیسی اور گورہ فوج کے سواران اور توپخانے تھے جن کے بعد حضور وائسرائے مع لیڈی کرزن کے ایک ہاتھی پر اور ان کے پہلو بہ پہلو ڈیوک آف کیناٹ مع ڈچس صاحبہ کے دوسرے ہاتھی پر جلوہ گر تھے۔ یہ ہاتھی عمدہ اور اعلےٰ سامانوں نادر عماریوں۔ خوبصورت گھنٹوں اور جھلملاتی جھولوں سے آراستہ تھے اور ان کے آگے آگے ہندوستان کے منتخب

شہزادگانِ ہند کا فوجی دستہ اردل میں چل رہا تھا۔ جسے لارڈ کرزن کی طبّاعی کا نتیجہ سمجھنا چاہیئے۔ یہ دستہ صرف والیانِ ریاست کے راج کنْواروں یا بڑے بڑے جاگیرداروں اور رئیسوں کے بہادر جگر گوشوں سے بنایا گیا تھا۔ جو ایک رنگ و ایک قد کے مشکی گھوڑوں پر سوار سر پر جودھپوری فیشن کی بانکی پگڑیاں باندھے ایک ہی وضع کی دیسی مکلّف پوشاکیں زیب تن کئے پاؤں میں سلمے ستارے کے جگمگاتے جوتے پہنے نفیس اسلحہ سے سجے سجائے۔ اپنی خوشنمائی و دلربائی کے ساتھ برابر چل رہے تھے جو اقبالِ انگریزی اور جاہ و حشم خسروی کا گویا ایک زندہ بولتا ہوا اشتہار تھا۔ ان کے گھوڑوں کے زیر انداز بھی چیتے کی کھال کے بنائے گئے تھے جو بہت عمدہ معلوم ہوتے تھے۔ وائسرائے اور ڈیوک صاحب کے ہاتھیوں کے پیچھے حضورِ نظام۔ مہاراجہ بڑودہ اور دوسرے خود مختار والیانِ ریاست کے ہاتھی دو قطاروں میں جا رہے تھے۔ جن میں سے ہر ایک ایشیائی شان و شوکت کی زندہ تصویر تھا۔ اور ناظرین کے لئے یہ منظر اس لحاظ سے اَور بھی قابلِ یادگار تھا۔ کہ متحد سلطنت انگریزی کے زیر لوا مختلف وضع۔ مختلف قطع مختلف لباسوں کے رئیس برابر برابر تجمّل کے ساتھ جا رہے تھے۔ جلوس کا تمام راستہ تماشہ دیکھنے والوں سے بھرا ہوا تھا۔ جن کے انتظام پر پولیس اور فوجی پہرے لگائے گئے تھے۔ جامع مسجد کے نیچے مہمانوں کی نشست کا انتظام تھا۔ اور چاندنی چوک میں ٹکٹ لیکر لوگوں نے جگہ حاصل کی تھی۔ انتظام کی

خوبی اس سے زیادہ کیا ہوگی۔ کہ اتنے بڑے اژدحام میں نہ کوئی آدمی کچلا گیا۔ نہ زخمی ہوا۔ تین گھنٹے میں یہ عالیشان جلوس سنٹرل کیمپ میں جا داخل ہوا +

دربار

یکم جنوری ۱۹۰۳ء کو آٹھ بجے صبح سے گیارہ بجے تک ہندوستان کے تمام والیانِ ریاست اور معزز مہمانِ ذیشان اپنی اپنی نشستوں پر دربار میں بیٹھ گئے۔ تو بہادرانِ غدر کی ایک بوڑھی جماعت داخل ہوئی۔ یہ سب لوگ پنشن پانے والے تھے۔ مگر سرکاری قدردانی نے ان کو شاملِ دربار کیا اور اس عزت سے ان کا خیرمقدم ہوا کہ تمام دربار میں ایک خاص ولولہ پیدا ہو گیا۔ بارہ بجے کے قریب نفیری کی خوشنما آوازوں نے وائسرائے اور ڈیوک صاحب کی رونق افروزی کی خبر دی۔ جو چھ اسپہ شاہی گاڑیوں میں سوار انڈین کیڈٹ کور (فوجی دستہ شہزادگان ہند) کو اردل میں لئے اعزاز و وقار کے ساتھ داخلِ دربار ہوئے اور باقاعدہ تعظیم و ادب سے ریسیو کئے گئے۔ جن کی موجودگی میں پہلے تو نقیب شاہی نے اعلان و پیام شہنشاہی سُنایا جس کے ختم ہونے پر ایک سو ایک توپ کی شاہی سلامی سر ہوئی۔ اور پھر وائسرائے ہند نے تخت کی جانب سے درباری تقریر سُنائی۔ جس کی اُردو انگریزی مطبوعہ کاپیاں اُسی وقت حاضرین میں تقسیم کی گئی تھیں۔ اس تقریر میں شہنشاہی قوت و محبت اور ہندوستان کی خصوصیات کے تذکرہ کے علاوہ دربار کی یادگار میں نمک کا محصول بجائے دو روپیہ فی من کے صرف برائے نام

۸ رمن کر دینے اور ایک ہزار روپیہ سالانہ سے کم آمدنی والوں کو انکم ٹیکس سے بری فرما دینے - اور بعض والیانِ ریاست ہائے راجپوتانہ وغیرہ کے ذمے جو ۱۴ لاکھ روپیہ شاہی قرضہ تھا اُس کے معاف کر دینے کے علاوہ یہ بھی اعلان کیا گیا کہ یادگارِ دربار میں ہر ایک دیسی سپاہی کو ایک روپیہ ماہوار اور اُن کے افسروں کو بھی اسی تناسب سے ترقی دی جاتی ہے - اور نیز ہندوستانی فوج میں سے ایک خاص گارد سالانہ ملکِ معظم کی باڈی گارڈ کی خدمتِ عالی پر ولایت جایا کریگا - خاتمۂ تقریر پر والیان ریاست نے وائسرائے کے سامنے نذریں پیش کیں - جو صرف ہاتھ لگا کر معاف کی گئیں - اور جن صاحبان نے اس تقریب کی مبارکباد عرض کی تھی - انہیں شہنشاہ ذی جاہ کے گوش گزار کرنے کا وعدہ دیا گیا - جس کے بعد بدستور نقیب حاضر ہوئے اور جلسہ برخاست کیا گیا - رات کو شاہی دعوت ہوئی - اور اس مشہور مقرر وائسرائے نے ایک فصیح و بلیغ تقریر میں شہنشاہ و ملکہ کا جامِ صحت تجویز کیا +

۶ رجنوری کو افتتاح نمائش کی رسم ادا ہوئی - اس نمائش میں ہندوستان کے ہر صوبہ کے مصنوعات و نوادرات الگ الگ تقسیم کر کے لگائے گئے تھے - جنہیں دیکھ کر اس مشینری کے زمانہ میں بھی ہندوستانی کاریگروں کی محنت و لیاقت کی داد دئے بغیر نہ رہا جاتا تھا - چنانچہ لارڈ کرزن بہادر نے اپنی افتتاحی تقریر میں ہندوستانی

رؤسا و امرا کو نہایت زور کے ساتھ نصیحت کی ۔کہ" بجاے ولایتی نا پائدار فرنیچر کے آپ کو دیر پا ہندوستانی سامانِ آرائش کی قدر دانی لازم ہے" +

فوجی ریویو میں بھی سامان اسلحہ اور طریق حرب و ضرب کے دکھانے سے (سرکار انگریزی کی سرپرستی میں) دیسی سپاہیوں کی عملی ترقیات اور والیان ریاستہاے ہند کی بے قاعدہ افواج کی با قاعدگی و با ضابطگی کی نمائش خاص طور پر دلچسپ تھی +

اس دربار کی تقریب میں رواجِ قدیم کے مطابق جیل خانہ ہاے ہندوستان سے پچیس ہزار قیدی رہا کئے گئے ۔ اور تمغے اور خطابات مندرجہ ذیل تعداد میں تقسیم کئے گئے :-

جی ۔سی ۔ایس ۔آئی	۲	راؤ بہادر	۱۹	سردار بہادر	۲۱
کے ۔سی ۔ایس ۔آئی	۱۱	خان بہادر	۱۰	خانصاحب	۸
سی ۔ایس ۔آئی	۱۶	دیوان بہادر	۳	شمس العلماء	۳
جی ۔سی ۔آئی ۔ای	۱	دیوان	۱	مہا مہو پادھیا	۱
کے ۔سی ۔آئی ۔ای	۱۴	راے بہادر	۱۳	تمغۂ قیصرِ ہند طلائی	۱۵
سی ۔آئی ۔ای	۱۴	راے صاحب	۱۷	تمغۂ قیصرِ ہند نقرئی	۱۹

اس کے سوا ۹ دیسی خطابات اور ۷ جاگیریں اور صدہا سرٹیفکیٹ اور تمغے صناعوں یعنی کاریگروں کو دئے گئے ۔ اور کئی کو انعام بھی دیا گیا ۔ اس دربار میں وائسراے بہادر بیشمار مصروفیتوں کے باعث والیان ریاست کی ملاقات باز دید تو نہ کر سکے ۔ مگر بہادرانِ غدر اور ایڈیٹران اخبارات کے

کیمپ میں جا کر وائسرائے نے ان کی حوصلہ افزائی سے دریغ نہیں فرمایا +

شہنشاہ جارج پنجم کا دربارِ تاجپوشی

اگرچہ ۱۸۷۷ء میں دربار قیصری اور ۱۹۰۳ء میں دربارِ تاجپوشی پوری دھوم دھام اور تُزک و اِحتشام کے ساتھ منعقد ہو چکے تھے۔ جن میں سے ہر ایک اپنے اپنے وقت میں سرکار و رعایا کے تعلقات کو مضبوط و مستحکم کرنے میں بیش قیمت نتائج پیدا کر چُکا تھا۔ مگر شہنشاہ جارج پنجم کا دربار سب پر فائق اور ہند و انگلینڈ کے تعلقاتِ باہمی کو مکمل کرنے والا دربار تھا۔ یہی وہ پہلا دربارِ دُربار تھا۔ جس میں خود شہنشاہ معظم نے انگلستان سے تشریف لا کر ہندوستان کے قدیم فرمانرواؤں کی طرح دہلی میں یہاں کے والیانِ ریاست رُؤسا و اُمرا۔ شرفا و معززین کے درمیان بنفسِ نفیس تاجپوشی کی پُرانی اور مقدس رسم کا ادا کرنا منظور فرمایا تھا اور یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ہمارے شہنشاہ نے اپنے دیدار فیض آثار سے رعایا کو عزت بخشی تھی۔ اور آپ سے پہلے کوئی شہنشاہ ایسی رسم ادا کرنے کے لئے اِنڈیا میں تشریف نہیں لائے تھے چنانچہ شہنشاہ کی اس مہربانی نے یہاں کے ہر درجہ و طبقہ کے لوگوں میں اس قدر محبت و مسرت پیدا کر دی۔ کہ

بلا مبالغہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک ملک میں وفا داری و عقیدت کی لہر پیدا ہو گئی - جس نے ملک بھر کو اپنے رنگ میں رنگ لیا - حتّٰی کہ الطاف شاہی کی اُمید پر بمبئی - مدراس اور بنگال کے صوبوں نے بھی بکمالِ عجز و ادب اس شاہی سفر میں اپنی جداگانہ عزّت افزائی کی درخواستیں پیش کیں جن میں رعایائے بمبئی و کلکتہ کی خواہشوں کے مطابق ۴ دسمبر ۱۹۱۱ء کو بمبئی میں اور دہلی کارونیشن دربار سے فراغت کے بعد ۳۰ دسمبر ۱۹۱۱ء کو کلکتہ میں بھی دربار ہائے شاہی کا انعقاد منظور فرمایا گیا +

چونکہ دہلی کے عظیم الشّان دربار کے لئے شہنشاہِ معظم کے داخلہ کی تاریخیں ۷ - اور دربار تاجپوشی کی ۱۲ دسمبر ۱۹۱۱ء قرار دی گئی تھیں - اس لئے جملہ انتظامات متعلّق قیامِ والیانِ ریاست و مہمانانِ ذی وقار و ترتیبِ جلوس و دربار وغیرہ یکم دسمبر تک مکمّل ہو کر دہلی اس جوبن پر آ گئی تھی - کہ اُس کی آنکھ نے اپنا ایسا حسن شاید ہی کبھی دیکھا ہو - یعنی دس بارہ ہزار نمائندگان و قائم مقامانِ ملک کے علاوہ ایک سو تیس با اختیار حکمران (راجے - مہاراجے و نواب وغیرہ) اور برٹش انڈیا کے پندرہ صوبوں کے حکّام ذی اقتدار مسرت و وفاداری کے ولولوں سے سرشار زیارتِ قدومِ میمنت لزومِ شہنشاہِ ذی وقار میں ہمہ تن چشم انتظار بنے ہوئے تھے اور چونکہ بزمانۂ سلطنتِ شاہانِ مغلیہ حکمرانوں کا عموماً یہ پُرانا

قاعدہ تھا کہ مُثمّن برج میں جلوہ افروز ہو کر شائقین جمالِ شاہی کو اپنے دیدارِ فیض آثار سے مُشرّف فرماتے اور وفادار رعایا کے صفحۂ دل پر محبت شہنشاہی کے نقش جمائے جاتے تھے اس لئے نفٹنٹ گورنر پنجاب نے اس تقریب سعید پر فصیلِ قلعہ کے نیچے دریائے جمنا کے کنارے ایک بڑا میدان بادشاہی میلہ کے لئے مقرر کر کے اس کو ہر قسم کی دوکانوں اور ہندوستانی مذاق کے کھیل تماشوں سے مزیّن کرا دیا تھا۔ جس کی شمولیت اور شہنشاہِ ذی جاہ کی شرف زیارت کے لئے لاکھوں خاص و عام آدمی دہلی پہنچ چُکے تھے۔ اس کے سوا کمانڈر انچیف بہادر بھی خاص سرکاری اور والیان ریاست کی امپیریل سروس ٹروپس کی پچپن ہزار جرّار فوج لے کر فوجی ریویو کے لئے موجود تھے مختصر یہ کہ دہلی والوں کے علاوہ تقریباً ۵ لاکھ آدمی اس جشن کی تقریبوں میں حصّہ لینے کو حاضر تھے۔ جن میں سے ہر ایک بزبان حال یہی کہ رہا تھا ؎

رواقِ منظرِ چشمِ من آشیانۂ تست
کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست

داخلہ و جلوس شاہی

۷ دسمبر کو گیارہ بجے دن کے ہز میجسٹیز شہنشاہ و ملکہ کی سپیشل ٹرین جب ریلوے سٹیشن دہلی میں داخل ہوئی۔ تو ہز ایکسلنسی لارڈ ہارڈنگ صاحب بہادر وائسرائے ہند نے مع ایک سو تیس با اختیار والیان ریاست اور گورنران و حاکمان ہندوستان کے پلیٹ فارم پر حضورِ ممدوحین کا پُر تپاک استقبال کر کے

اُن کو قلعہ میں پہنچایا - جہاں تمام اعلےٰ درجہ کے والیانِ ریاست اور نمائندگانِ ملک نام بنام حضورِ شاہی میں پیش کئے گئے - اور پھر جلوسِ شاہی اس سلسلہ سے قیامگاہ شہنشاہِ ذی جاہ کی طرف روانہ ہوا - کہ آگے آگے درجہ بدرجہ ہر ایک صوبہ کا حاکم اعلےٰ (چیف کمشنر- لفٹنٹ گورنر یا گورنر) مع اپنے اپنے علاقہ کے رؤسا و حکّام کے ایک جلوس شائستہ سے جا رہا تھا - جن کے بعد شہنشاہِ معظم فیلڈ مارشل کی وردی پہنے ایک قدآور مشکی گھوڑے پر سوار تھے جن کے جلوس میں امپیریل کیڈٹ کور کے منتخب ہندوستانی رئیس زادے اور خاص شہنشاہ معظم کے گرد و پیش ہز ایکسلنسی وائسرائے و کمانڈر انچیف اور دوسرے عالی قدر حکام گویا حلقہ بناتے جا رہے تھے - راستے کے دونو جانب بازاروں سڑکوں اور کوٹھوں پر شائقینِ دیدار (جو شوقِ زیارت میں ہمہ تن چشم انتظار تھے) فرطِ شوق و محبت سے سلام و دعا کی مراسم ادا کر رہے تھے - اور شہنشاہِ ذی جاہ بھی بکمال عنایت دونو ہاتھوں سے سلام لے لے کر رعایا کے حوصلے بڑھاتے جاتے تھے غرض جلوس کیا تھا شوکتِ شاہی اور اطاعتِ رعایا کا دریا موجزن تھا +

دربار تاجپوشی

اُسی جگہ قرار پایا - جہاں پہلے انگریزی دربار منعقد ہوتے رہے تھے - پھر بھی اب کے اس کے لئے دو ایمفی تھیٹر قرار دئے گئے تھے - جس میں ایک تو خاص والیانِ ملک کے لئے - اور دوسرا مُعزّز

جاگیرداران و نمائندگانِ ملک و قوم کے لئے نامزد تھا - بلکہ اس کے سامنے ایک ہلالی وضع کا مونٹ (ٹیلہ) بنا کر عام معززین و طلباء کو بہ دلجمعی اس پر بیٹھ کر کارروائی دربار کے دیکھنے کا موقع دیا گیا تھا - چنانچہ ۱۲ دسمبر ۱۹۱۱ء کو بارہ بجے دن کے شہنشاہ والا تبار نے رونق افروز دربار ہوکر تمام ہندوستان کو اپنی محبت شاہی کا گرویدہ بنا لیا - اور کارروائی دربار کے بعد خاص مہربانی سے مندرجہ ذیل رعایات سے ہندوستان کو مزید سرافرازی بخشی :-

۱ - بجائے کلکتہ کے آیندہ سے دہلی کا قدیم مقام دار السلطنت ہندوستان ہوگا +

۲ - تعلیم پر علاوہ سابقہ اخراجات کے پچاس لاکھ روپیہ سالانہ ایزاد کیا جائیگا +

۳ - شمس العلماء اور مہامہو پادھیاے کے خطاب داروں کو سو سو روپیہ سالانہ پنشن ملیگی +

۴ - فوج کے اعلےٰ عہدے بھی ہندوستانیوں کو دئے جایا کرینگے +

۵ - تقسیم بنگال مسترد ہوکر آیندہ صوبجات بہار ایک لفٹنٹ گورنر کے ماتحت ہونگے - اور بنگال میں علیحدہ گورنر رہیگا - علےٰ ہذا آسام وغیرہ کے اضلاع ایک لفٹنٹ گورنر کے ماتحت رہینگے +

۶ - ہر ایک شامل دربار اور طالب علم کو خواہ کسی سکول میں پڑھتا ہو - ایک ایک تمغہ اس تقریب پر عطا کیا جائیگا +

دربار کے دن تمام ہندوستان کے شہروں ۔ قصبوں اور دیہات میں حکّام و رعایا نے مل کر مقامی جلسے منعقد فرمائے ۔ اور گو ان میں باضابطہ تو صرف حضورِ ممدوح کی تاجپوشی کے متعلق ہی اعلان کا پڑھنا کافی تھا مگر ایسا کوئی جلسہ نہ تھا ۔ جہاں لوگوں نے بشوقِ دل قصیدے نہ پڑھے ہوں ۔ چنانچہ تحفۂ دربار کے نام سے چند اُردو قصائدِ کارونیشن جو خاکسار مُؤلف نے بطور خود چھپوائے تھے ۔ صاحبان ڈپٹی کمشنر اور حُکام سررشتہ تعلیم نے ان کی تقریباً اسّی ہزار کاپیاں مفت تقسیم فرمائیں ۔ اور سینکڑوں اشخاص نے اپنے طبع زاد قصائد بھی پڑھے ۔ جس کے سوا ہر ایک مقام پر روشنی ۔ آتشبازی اور طلباء میں تقسیم شیرینی کے علاوہ دعوتِ غربا کا بھی انتظام تھا ۔ اور غریبوں کو کمبل وغیرہ بھی تقسیم کئے گئے تھے ۔

شہنشاہِ ذی جاہ اس مبارک تقریب کے لئے ۷ دسمبر لغایت ۱۷ دسمبر ۱۹۱۱ء دس دن رونق افروزِ دہلی رہے جس میں جلوس ۔ دربار ۔ علیمۂ افواج ۔ شرکتِ بادشاہی میلہ ۔ ملاقات والیان ریاست وغیرہ کی رسوم اس عمدگی اور دلچسپی سے ادا فرمائیں ۔ کہ کوئی شخص انہیں بھول نہیں سکتا ۔ جس کے بعد ۱۷ کو بعینہ داخلہ کی طرح جلوس کے ساتھ آپ قیامگاہِ شاہی سے مع خدم و حشم قلعۂ معلّٰی اور پھر ریلوے سٹیشن دہلی سے بذریعہ سپیشل ٹرین بنگال کی طرف تشریف لے گئے ۔ جہاں جا کر آپ نے ایک دربار کلکتہ میں منعقد فرمایا ۔ اور پھر کسی قدر سیر و شکار کے بعد

بطور پرائیویٹ کلکتہ سے بمبئی اور بمبئی سے ولایت تشریف لے گئے - اور شکر ہے کہ جیسے ہندوستانیوں کے دلوں پر آپ نے اپنی نیک دلی کے نقش کندہ کئے - ویسے ہی جا بجا ہندوستان کی وفاداری و عقیدت کے نشان ملاحظہ فرما کر آپ بھی اس قدر خوش ہوئے - کہ ولایت میں بھی جا کر اپنی خوشنودی و مہربانی کے اظہار سے خاموش نہ رہ سکے +

اس تقریب پر مندرجہ ذیل خطابات عطا فرمائے گئے :-
طبقۂ اعلےٰ ستارہ ہند ۳ - بیرن ۱ - جی-سی-ایس-آئی ۹ - کے-سی-ایس-آئی ۲۲ - سی-ایس-آئی ۵۷ - جی-سی-آئی-ای ۱۲ - کے-سی-آئی-ای ۲۷ - سی-آئی-ای ۸۹ - جی-سی-وی-او ۳ سی-وی-او ۱۲ - وی-او چہارم ۲۴ - پنجم ۴ - ناشٹ ہڈ ۱۵ - طلائی تمغہ ۲۹ - نقرئی تمغہ ۵۶ - آنزیری میجر جنرل ۱ - آنزیری میجر ۴ - طلائی تمغہ پولیس ۴۴ امپیریل سروس آرڈر ۴۲ - موروثی مہاراجہ ادھیراج ۱ - ذاتی مہاراجہ دھیراج ۳ - موروثی راجہ ۳ - ذاتی مہاراجہ بہادر ۱ ذاتی مہاراجہ ۱ - راجہ بہادر ۳ - ذاتی نواب بہادر ۱ - راجہ ۷ نواب ۸ - مہا مہو پادھیائے ۸ - شمس العلماء ۶ - شفاء الملک ۱ دیوان بہادر ۱۲ - سردار بہادر ۱۲ - رائے بہادر ۶۶ - خانصاحب ۶۴ - رائیصاحب ۶۴ - راؤ بہادر ۳۴ +
اور ہزارہا قیدی بھی رہا کئے گئے +

باب پنجم

زمزمۂ برکاتِ انگلشیہ

انتظامِ عہدِ انگریزی

(از خاکسار مؤلف)

وائسریگل لاج

رحمتِ ایزد کا کیونکر کر سکے کوئی بیاں
جس نے انگریزوں کو ہم پر کر دیا ہے حکمراں
ہے اُصولِ اوّلیں جن کا رعایا کی فلاح
جن کی نصفت میں برابر ہے ہر اک خورد و کلاں
پانچواں حصہ زمیں کا جن کے ہے زیرِ نگیں
جن کے مقبوضات میں سورج نہیں ہوتا نہاں
دھوم ہے دُنیا میں جن کے عظمت و اقبال کی
مانتے ہیں جن کا لوہا بادشاہانِ جہاں
جن کے گھر میں تربیت پاتا ہے خود علم و عمل
ہے نمونۂ عدل و ہمدردی میں جن کا خانداں

جاگ اُٹھے ہیں بختِ خفتہ آج ہندوستان کے
جس پہ ہے فرمانروا ایسی حکومت مہرباں
گو یُدھشٹر اور تھے شاہِ جہاں بھی نامور
ہند کے اَورنگ پر فرمانروائے کامراں
لیکن ان میں ایک بھی ایسا نہیں کوئی ہوا
جس کے زیرِ حکم ہوتا سب کا سب ہندوستاں
ہے مگر اب ایک شاہنشاہ کے زیرِ لوا
ہند دکن اور سیلون و برھما بے گماں
ما سوا اس کے مٹا کر ایک کو ہوتا تھا ایک
ہے مگر اس سلطنت میں چارسُو امن و اماں
چند صوبوں کی بھی پہلے تھی اطاعت یاں محال
اب ہیں سب نواب راجے سلطنت کے مدح خواں
سکہ ہائے سیم و زر میں بھی تھی پہلے روک ٹوک
نوٹ کاغذ بھی اب تو چل رہے ہیں بے گماں
پہلے درباروں میں آسکتے نہ تھے ملکی رئیس
اب چلے آتے ہیں یورپ کے بھی درباری یہاں
پس کہاں پہلے زمانے کے جلوسِ عارضی
اور کہاں اس مستقل دولت کی عظمت اور شاں
رقبۂ ہندوستان پہلے تھا کب اٹھارہ لاکھ
بحر و بر پر اس طرح تھا کون پہلے حکمراں
کب کھلے تھے راستے یوں ریل تار اور ڈاک کے
کب شفا خانوں کا بحرِ فیض تھا ایسا رواں
عہد میں کس کے ہوا تھا علم کو اتنا وفور

جا بجا آتے نظر اسکول کالج تھے کہاں
کس نے سڑکیں اور پُل بنوائے تھے اتنے کبھی
کوہ و صحرا بھی رہے خالی نہ جن سے بے گماں
تھی زراعت میں ترقی اتنی کس کے عہد میں
دوسرے ملکوں کو جاتا جس سے غلہ بے کراں
کب تجارت کو ہوا تھا اس قدر پہلے فروغ
نرخ جس سے ہند اور یورپ کا ہوتا ایکساں
صنعت و حرفت میں گنجائش تھی کب اتنی بھلا
کارگاہوں کی مشینوں سے ہوئیں تبدیلیاں
عہد میں کس کے تھیں یوں پُر امن راہیں مُلک کی
مذہب و ملت کو آزادی تھی کب پہلے یہاں
عہد میں کس کے عدالت تھی حکومت سے الگ
سلطنت پہ اس طرح تھا کون کرتا ڈگریاں
کس زمانہ میں رعایا کو یہ جُرأت تھی کہ ہو
معترض تجویزِ سرکاری پہ ایسی بے تکاں
عہدِ انگریزی کی ہی یہ برکتیں ہیں دوستو
امن و صحت عافیت آزادیِ کلک و زباں
شک نہیں اس میں کہ یہ اشجارِ باغِ حُریت
قومِ انگلشیہ نے ہی بوئے ہیں جن کے باغباں
ہے دُعا سب کی رہیں فیروز جارج پنجیں
خیر و برکت صحت و راحت سے تا دورِ زماں

تُوزکِ قیصری

(پنڈت برجموہن ناتھ صاحب کیفی دتا تریہ)

آجکل گلزار میں ہے کیا بہار آئی ہوئی
ہر روش بادِ صبا پھرتی ہے اِترائی ہوئی
خطرۂ گلچیں مِٹا - خوفِ خزاں جاتا رہا
نغمۂ بلبل پہ ہے ایمن کی دُھن چھائی ہوئی
لالہ بے داغ اور گل بے خار ہے گلزار میں
اب کے قدرت کی انوکھی گلشن آرائی ہوئی
پھوٹ نکلا گل کا جوبن عشقِ بلبل کی طرح
ہر کلی جامہ سے باہر ہے نکل آئی ہوئی
طور اور کیلاس کی مانند نور افشاں ہے آج
ہر گھٹا جو ہے فضائے باغ پر چھائی ہوئی
گُل تو گُل سبزے کی رنگت دیکھ کِھل جاتا ہے دِل
اب زمینِ باغ رشکِ چرخِ مینائی ہوئی
شاہدِ گل نے خلوصِ عشقِ بلبل دیکھ کر
ہے وفا کی مُنہ سے غنچے کے قسم کھائی ہوئی
دیکھ یہ چھب باغ کی دل باغباں پر ہے نثار
دیدِ گل اہلِ نظر کو چشمِ بینائی ہوئی
باغ ہے یہ ہند اور قیصر ہے اس کا باغباں
اسکے لطف وفیض سے یہ اس میں چھایا ہے سماں
دَورِ اکبر اَور تھا قیصر کا دوراں اَور ہے

ضابطہ کچھ اَور ہے اور شخصی فرماں اَور ہے
ہے فقط اک ذات سے وابستہ شخصی سلطنت
کانسٹی ٹیوشن کی پابندی کا ساماں اَور ہے
پہلے شاہی مُحکم تھا حکمِ خدا کا ہمردیف
ملک میں اب حکمِ شاہنشہ کی مُرہاں اَور ہے
مُلک کے قانون اور سرکار کے آئین پر
نکتہ چینی کا ہے اب طرز۔ اور عنواں اَور ہے
حکمِ حاکم اب نہیں مرگِ مفاجات اس جگہ
اب یہاں تنقیدِ جمہوری کا الحاں اَور ہے
اب فرائض کو وجوب بادشاہی پر ہے فوق
اور اُصولِ سلطنت میں شانِ سلطاں اَور ہے
ہے رعایا صدق دل سے بادشہ کی جاں نثار
جانتا ہے شاہ اس کا آپ۔ کو خدمتگزار
امن و آسائش کا جو قانون ہے یاں مُلک گیر
برِّ اعظم میں نہ اُس کا پاؤگے عشرِ عشیر
ضابطہ ہے ایک ہی شودر برہمن کے لئے
ایک ہی قانون کے پابند ہیں میر و فقیر
حاکم و محکوم ہیں جکڑے ہوئے آئین سے
کوئی ممکن ہے کہ اپنی ذات سے ہو سخت گیر
کوئی عیسائی مسلماں ہو کہ ہندو ہو کوئی
ذات، مذہب سے نہیں روے حکومت عکس گیر
کوئی بتلائے کبھی ایسا ہوا ہے ہند میں
ہے رعایا جس طرح حکام پر اب حرف گیر

اب جس آزادی سے دینِ شاہ پر ہوتی ہے بحث
اس کی پاؤگے نہ تاریخ گذشتہ میں نظیر
گن ترے اے عہدِ قیصر ہم گنا سکتے نہیں
عہدۂ احساں سے تیرے باہر آ سکتے نہیں
ہند کا صدیوں سے تھا جو قرضۂ علم و ہنر
سود کے ساتھ اب رہا ہے سر سے یورپ کے اتر
ہند میں پایا رواج اب مغربی تعلیم نے
جا بجا کالج بنے اور مدرسے ہیں گھر بہ گھر
پہلے کرتا تھا جو یورپ ہند سے کسب کمال
ہندی اب آتے ہیں بن بن کر وہاں سے رنگیلر
تھا جو یورپ پہلے سسشرت اور چرک کا معتقد
اب وہاں سے بن کے ہم آتے ہیں سرجن ڈاکٹر
اُن میں کا ایڈاسنے اور شکسپیری ہم میں ہیں
اس قدر انگریز و ہندی ہو گئے بشیر و شکر
علم کا بھی ہے تجارت کی طرح سے لین دین
کسب سے اک قوم کے ہے قوم دیگر بہرہ ور
اپنے گھر کی ہم کو جو بھولی ہوئی تھیں نعمتیں
نورِ مہرِ مغربی نے وہ سجھا دیں اب ہمیں
وصف ہم برٹش حکومت کے بتا سکتے نہیں
بارِ احساں سے سرِ منّت اٹھا سکتے نہیں
کھول دیں آنکھیں ہماری نورِ علمِ غرب نے
ہم اس انگریزوں کے احساں کو بھلا سکتے نہیں
زندگی جس ماں نے دی گھڑی بھی وہ دیکھی کبھی

دشمنیٔ تنبیہِ مادر کو بتا سکتے نہیں
صورتیں ہیں خاص و مستثنےٰ کچھ ایسی ہند کی
تیز رفتاری سے ہم کچھ نفع پا سکتے نہیں
وِرد انگریزی حکومت کے ہے نقصوں کا جنہیں
وصف برٹش راج میں جو کوئی پا سکتے نہیں
وہ کریں اس کو مقابل ایشیائی راج کے
میں بھی دیکھوں پھر اسے بہتر بتا سکتے نہیں
دوستو زیبا نہ اُس محسن کی ہیں بد گوئیاں
جس سے سیکھیں ہم نے یہ آزادیاں خوشخوئیاں

عہدِ قیصری

(محمد اسمٰعیل صاحب میرٹھی)

ہند کا مامن ہے اب ایک آستاں
قلعۂ چترال سے سیلون تک
مطمئن ہیں جملہ اقوام و ملل
تھے بزرگ اس قیصرِ ذیجاہ کے
آں جہانی رحم دل وکٹوریہ
خالقِ عالم نے سونپی تھی اُنہیں
مادرِ مشفق تھی اُن کی تربیت
اس طرح کی پاسبانی خلق کی
علم و دانش کے کئے دریا رواں
عدل کے دستِ قوی سے ہوگئیں

جس کی عظمت نے مٹایا انتشار
حدِ چیں سے تا بحدِ قندھار
متحد ہیں جملہ امصار و دیار
گلشنِ ہندوستاں کے آبیار
بعد ازاں ایڈورڈ ہفتم صلح کار
خلقِ عالم کی زمامِ اختیار
اور ملکِ ہند طفلِ شیر خوار
جس طرح کرتی ہے ماں بچوں کو پیار
ریگ زاروں کو بنایا لالہ زار
امن و راحت کی بنائیں استوار

عرض و طولِ ملک میں پھیلا دئے
شِل شریان و عصب ریل اور تار

کیا زراعت کیا تجارت کیا ہنر
سب پھلے پھولے نکالے برگ و بار

بسکہ آئینِ جہاں بانی کا ہے
رہبریٔ عقل و حکمت پر مدار

ہند کا ہر گوشہ سچ مچ بن گیا
اس مبارک دور میں باغ و بہار

شاعرانہ مدح سنجی یہ نہیں
واقعہ ہے بر سبیلِ اختصار

جارجِ پنجم کا بھی یہ دورِ جدید
ہے انہیں ادوار کا آئینہ دار

ہے رفاہِ عام کا نشو و نما
حال و مستقبل بہ از پار و پرار

ہند کا نغمہ ہے اب با صدق دل
قیصرِ ما زندہ باد و کامگار

حکومت انگریزی

(منشی اودھم سنگھ صاحب سردار امرتسری)

مرحبا اے دولتِ برطانیہ صد مرحبا
تیرے عدل و داد کا ہر ایک ہے مدحت سرا

ہے زباں پر سب کی افسانہ ترے انصاف کا
شیر بکری پیتے ہیں اک گھاٹ پانی برملا

یا الٰہی شرق سے تا غرب انگلش راج ہو
تاج داران زمانہ کے لئے سرتاج ہو

کس قدر حاصل ہیں سب کو مذہبی آزادیاں
سچے ہمدرد آپ سب قوموں کے ہیں اور قدرداں

ہوں مسلماں یا کہ ہندو پیر ہوں یا نوجواں
اس طرف ہے سنکھ کی آواز اُدھر شورِ اذاں

کیوں دُعاگو ہو نہ عالم ایسے تخت و تاج کا
اب بھی حاصل ہے مزا ہر اک کو اپنے راج کا

سینکڑوں آرام بخشے ہیں ہمیں اس راج نے
ہر جگہ کثرت سے ہیں ہر علم و فن کے مدرسے

ملک کو کیا فائدے پہنچا رہی ہے ریلوے
ڈاکخانہ۔ تار گھر سب ہیں ہمارے واسطے

وصف کیا کیا کیجئے اس امپرر کے راج کا
دل سے ہے ممنون سارا ورا انگلش تاج کا

عالمِ ہستی میں جب تک ہے قیامِ آفتاب
دولتِ انگلینڈ سے ہوتے رہیں ہم فیض یاب

سیپ میں موتی ہے جبتک اور موتی میں ہے آب
یا خدا اس عہد کو آنے نہ پائے انقلاب

قیصرِ ہندوستاں کا ہو فزوں جاہ و جلال
ہر گھڑی راحت سے گذرے چین سے ہر ماہ و سال

باغِ عالم میں ہیں جب تک بلبلوں کے چہچہے
خوش رہیں احباب رہوں پامال دشمن آپ کے

صورتِ گلزار اپنا امپرر پھولے پھلے
بہرہ ور ہو ایک عالم امپرر کے فیض سے

آپ کا لطف و کرم سر وار پر ہو بے شمار
دامنِ مقصود گوہر سے بھرے لیل و نہار

شہنشاہ ہند جارج پنجم دام اقبالہم

(منشی کندن لال صاحب شرر لکھنوی)

سنتے ہیں فخرِ دہر تھا ہندوستاں کبھی
بے مثل خوبیوں سے تھا جنت نشاں کبھی

کہتے ہیں لوگ ہُن بھی برستی تھی یاں کبھی
یُونہیں شنیدہ باتیں تھیں یہ ہو گا ہاں کبھی

لیکن کچھ آج اَور ہی ہے اس کی آب و تاب
اللہ رے یہ شان کہ جس کا نہیں جواب

گلزارِ نو بہار کا عالم ہے چار سو
دیکھو جسے وہ ہے ہمہ تن شوق و آرزو

جنت بھی کوئی چیز ہے آج اس کے روبرو
لب پر ہنسی زبانپہ خوشی کی ہے گفتگو

رونق اسی میں آگئی سارے جہان کی
کایا پلٹ سی ہوگئی ہندوستان کی

چھائیں مسرتیں در و دیوارِ بام پر
پھولی شفق خوشی سے رخِ صبح و شام پر

ہندوستاں کو ناز ہے آج اپنے نام پر
دلّی کو افتخار ہے اپنے مقام پر

پایا ہے بخم و بخت نے اسکے شرف عجیب
برسوں میں جاکے جاگا ہے سویا ہوا نصیب

یہ لطف تھا ازل سے ودیعت برائے ہند
مالک ہمارے یعنی شہنشاہ آئے ہند
فرمانروائے ہند ہے رونق فزائے ہند
منہ مانگی پھر مراد نہ کیوں اپنی پائے ہند

بگڑی ہوئی تھی ملک کی تقدیر بن گئی
فیضِ قدم سے خاک یہ اکسیر بن گئی

خورشید یہ چمکتا ہے جو آسمان پر
ہے صرف دوپہر کے لئے جس کی کرّوفر
مشرق کا آفتاب نہیں ہے یہ ذرہ بھر
البتّہ جارج پنجم سلطانِ دادگر

اس سرزمینِ پاک کا وہ آفتاب ہے
جس کی ضیا سے روے زمیں فیض یاب ہے

یہ آفتاب! جس سے ہے ہر روز صبحِ عید
یہ آفتاب! جس سے عیاں جلوۂ امید
آنکھوں کا سکھ کلیجہ کی ٹھنڈک ہے جسکی دید
ہندوستانیوں پہ ہے وہ سایۂ سعید

ہر اک کا آج عرش بریں پر دماغ ہے
ہر ذرہ آفتاب کا چشم و چراغ ہے

صد شکر فی زمانہ ہے وہ عہدِ سلطنت
نازاں ہیں اپنے معنیوں پر عدل و معدلت
رحمت خدا کی شاہ کا ہے ظلِ عاطفت
آزادی میں نہیں کوئی بے جا مزاحمت

نے مذہبی عناد و تعصب کا نام ہے
فکرِ رعایا پروری واں صبح و شام ہے

ناقوس کی صدا سے نہیں انتشار کچھ
بانگِ اذاں بھی ہے نہ سماعت کا بار کچھ
ہندو سے دشمنی نہ مسلماں سے پیار کچھ
یکساں ہیں دونوں کوئی کہے یوں ہزار کچھ

چوٹی تلک کو دیکھ کے کچھ برہمی نہیں
اسلام پہ بھی لطف و کرم کی کمی نہیں

اے اہلِ ہند سوچیئے تو جائے غور ہے
آگے کچھ اور بات تھی یہ بات اور ہے

پہلے یہی تھا ڈھنگ جو اب طرز و طور ہے
مجھ سے جو پوچھئے یہی ست جگ کا دور ہے

شاہِ جہاں ہے اپنا شہنشاہِ نامدار
آباد ملک اور رعیت وفا شعار

برطانیہ کا جھنڈا

انگریزی زبان کی مشہور نظم "برٹش فلیگ" کا اردو ترجمہ از احمد حسین خاں صاحب بی اے منصف جالندھر

اے برطانیہ کے دل آرام جھنڈے
سعادت نشان و نکو نام جھنڈے

ہمایوں پھریرے گل اندام جھنڈے
ملک احتشام و ہما کام جھنڈے

ہماری قلمرو پہ ہو فضلِ باری
ترے دم قدم سے ہے عزت ہماری

تو ہے شہسواری کے کرتب سکھاتا
پہاڑوں پہ سینہ سپر ہو کے جاتا

بیاباں میں بے خوف گھوڑے اڑاتا
سمندر میں آندھی پہ بجلی گراتا

ہماری قلمرو پہ ہو فضل باری
ترے دم قدم سے ہے عزت ہماری

تصدق کریں تجھ پہ نایاب ہیرے
پہاڑ اور سمندر بہت تو نے چیرے

ہوئے تجھ سے زرخیز لاکھوں جزیرے
دئے تو نے شائستگی کے ذخیرے

ہماری قلمرو پہ ہو فضل باری
ترے دم قدم سے ہے عزت ہماری

ترا رنگ روشن بقا ہے دوامی
نمایاں ہوئی روشنی نیک نامی

ہوئی جس سے کافور فوراً غلامی
ازل سے ہے اقبال تیرا سلامی

ہماری قلمرو پہ ہو فضل باری

تمہارے دم قدم سے ہے عزت ہماری

سدا امن کی تو نے کی ہے منادی
کدورت ہے قوموں کے دل سے مٹادی
نہیں بے سبب جنگجوئی کا عادی
لڑائی کے بدلے رچائی ہے شادی

ہماری قلمرو پہ ہو فضل باری
ترے دم قدم سے ہے عزت ہماری

ہمیں اسکی الفت نے ہے آکے گھیرا
سمندر کے بھی پار ہے اس کا پھیرا
دلِ مرد و زن میں ہوا اس کا ڈیرا
کرو روز و شب اس کے نیچے بسیرا

اسی سے ہے دُنیا میں عزت ہماری
ہماری قلمرو پہ ہو فضل باری

ہے مشرق سے مغرب کو اس نے ملایا
دلوں پر وفا کا ہے سکہ جمایا
قلمرو کو یک جان کر کے دکھایا
ہے احمد کو گرویدہ اس نے بنایا

اسی سے ہے دُنیا میں عزت ہماری
ہماری قلمرو پہ ہو فضل باری

ہندوستان اور شہنشاہ دام اقبالہم

(منشی کندن لال صاحب شہود لکھنوی)۔

خدا کی دین وہ بھارت نے سر زمین پائی
ازل سے چرخ کو ہے حسرتِ جبیں سائی
نہ ہوگی اس سے زیادہ تقدس آرائی
کہ اس کے واسطے گنگا بہشت سے آئی
جھلک ہے ذرّوں میں انوار کبریائی کی

بتوں میں شان نظر آتی ہے خدائی کی
اسی زمین پہ بدھ جیسے راہ نما گذرے
یہیں مفسر داریں اولیا گذرے
مہارشی - منی - یوگی - مہاتما گذرے
جنک سے راجے مہاراجے با خدا گذرے
اودھ کا رام رما ہے جہاں کے جل تھل میں
بھرا ہے جلوہ کرشن آج برج منڈل میں
ہمیں بتائیں اُنہوں نے ہی راہیں نیکی کی
نہیں چھپائی کوئی بات تھی جو خوبی کی
ہے سب سے پہلی ہدایت خدا پرستی کی
پھر اُس کے بعد ہے تلقین راج بھگتی کی
خدا کے بعد شہنشاہ کا ہی رتبہ ہے
یہی مجاز و حقیقت کا اک معمہ ہے
سکھائی طرزِ عمل میں بھی راست کرداری
گناہ سخت بتائی گئی ریا کاری
عمل طراز تھے سُن کر نصیحتیں ساری
دلوں میں رکھتے تھے وہ جوہر وفا داری
کہ رامچندر کو کب بادشاہ سمجھتے تھے
وہ راج بھگت تھے ایسے خدا سمجھتے تھے
وہی ہے مملکت ہند مرجع پاکی
یہی رعایا ہے نسلوں میں اُس رعایا کی
نہ اس میں مکر و دغا ہے نہ اس میں چالاکی
نہ اس میں فطرتی ہے سرکشی و بے باکی

سروں پہ سایہ ہے اُس شاہِ عدل گستر کا
گمان جس پہ ہے دھرماتما یُدھشٹر کا
مچی ہے دھوم مسرّت کی راجدھانی میں
ادائیں طرفہ ہیں دلّی کی دِلستانی میں
خوشی نہ ایسی ہوئی دَورِ آسمانی میں
حباب جامہ میں پھولے خوشی سے پانی میں
غرضکہ دہلی کی رشکِ بہشت گلیاں ہیں
نظر اُٹھاؤ جدھر طرفہ رنگ رلیاں ہیں
ازل سے دہلی کو ہے تختگاہ کی عزّت
ہر ایک دل میں ہے اندر پرست کی عزّت
بڑھی ہوئی نہ ہو کیوں آج اور بھی وقعت
زہے نصیب خوشا بخت خوبیٔ قسمت
کہ جارج پنجم ذیشاں بصد حشم آئے
ہزار شکر! شہنشاہ کے قدم آئے
ابھی نہ بھولے تھے دربار سن ستّتر کا
وہ شان و شوکتِ برٹش کا نقش اوّل تھا
وہ نقش ثانی تھا سن تینؔ میں جو جشن ہوا
اور اس کا کہنا ہی کیا۔ واہ واہ صلِّ علےٰ
بذاتِ خاص شہنشاہ رونق آرا ہیں
حضورِ ملکہ بھی پہلو میں جلوہ فرما ہیں
زہے نصیب! حضور اپنے شاہِ شاہاں ہیں
وفا سرشت رضا جو۔ مطیع فرماں ہیں
خطا بھی ہوتی ہے بندوں سے کیونکہ اِنساں ہیں

مگر حضور کے پھر ہم پہ رحم و احساں ہیں
اسی سے شاہ کو گیتی پناہ کہتے ہیں
اسی صفت سے ہی ظلِ الٰہ کہتے ہیں
دُعائیں دیتی ہے مخلوق اور مبارکباد
الٰہی خوش رہے سُلطان و مملکت آباد
بزیر سایۂ برٹش رہے رعیت شاد
وبا و قحط کی بُنیاد۔ یہاں سے ہو برباد
ہماری زندگی فیضِ قدم کی برکت سے
بسر ہو چین سے راحت سے عیش و عشرت سے

قصیدۂ تہنیت دربارِ شاہنشاہی

(منشی نادر علی خاں صاحب کاکوروی)

پھر کھلا صبح دم دریچۂ نور — ظلمتِ شامِ غم ہوئی کافور
پھر چلا لے کے جامِ آتش رنگ — ساقیِ سرخ فام نشہ میں چور
بن گیا پھر سوادِ ہندوستاں — اک محیطِ فضائے عالمِ نور
وندھیاچل کی اونچی چوٹیاں پھر — ہوئیں چشمک زنِ تجلیٔ طور
یعنی بھارت کی راجدھانی میں — پھر مُیدِ مشتہر کے جشن کا ہے ظہور
آئے شاہنشہِ معظمِ ہند — جارج پنجم و میریٔ غیور
تاجِ ہندوستان و انگلستاں — رشکِ خاقان و قیصر و فغفور
بزم ہیں جن کے جمال سے روشن — دل ہے جن کے خیال سے مسرور
عہد میں جن کے ہے رعیت شاد — دور میں جن کے ملک ہے معمور
جلوہ آرا ہیں خود بہ نفسِ نفیس — زیبِ دربار ہیں نظامِ حضور

لشکریانِ صف شکن بجلو
راجگان شاہزادگان بحضور

یعنی سب والیانِ ہندوستاں
جموں کشمیر اور اودے پور

شاہِ آسام و لامۂ تبت
راجگانِ بڑودہ و میسور

والیٔ مسقط اور خانِ قلات
راجہ گوالیار اور اندور

سورج بنسی و چندر بنسی سب
راجۂ جودھ پور اور جے پور

جس کے دربار میں ہیں یوں روشن
جیسے سورج سے ذرّے ہوں پُرنور

یادگارانِ پرتھی و جے چند
جانشینانِ تغلق و تیمور

وارثانِ سپاہِ دُرّانی
سر بر آوردگانِ غزنی و غور

سورمایانِ راجپوت و سکھ
غازیانِ قبائل مشہور

غولِ دیوان راون و اندر
فوجِ بھیلانِ والی چتّور

جملہ شیرانِ بیشۂ پیکار
سب نہنگانِ بحر خوں مغرور

جس کے آگے ادب سے ہیں حاضر
جس کی تعمیل حُکم پر مجبور

عہد کی جس کے برکتیں بیحد
عقلِ اوّل شمار سے معذور

جس کے الطاف لا تعد و شمار
اور جس کے فیوض لا محصور

ہند میں اس طرح کا جشنِ عظیم
ایسا دربار دیدۂ بد کور

کسی تاریخ سے نہیں ثابت
اور کسی عہد میں نہیں مشہور

خاکِ دلی ترے نصیب کہ تُو
بادشاہوں سے پھر ہوئی معمور

کامرانی کی ہر طرف ہے بہار
شادمانی کا ہر جگہ ہے وفور

کیا نصیبا ہے ہند کا چمکا
کہ مئے عیش سے ہیں سب مخمور

اے شہنشاہ آسماں اورنگ
اے جہاندار معدلت دستور

تیرے خادم خدیو اور خاقاں
تیرے محکوم قیصر و فغفور

سلطنت تیری غرب سے تا شرق
ملک آباد شاد اور معمور

ہوئے اجزائے مذہب و ملّت
تیرے آئین اور ترے دستور

بادشاہوں پہ واجب التعمیل　　تیرے احکام اور ترے منشور
تیری افواج بےحساب و شمار　　تیرا اقبال فاتح و منصور
تو سلامت رہے ہزار برس　　ہر برس اک صدی بنے بھر پور
اور رہے دور بھر تسلسل کا　　یوں ہی کرتا رہے زمانہ مرور
میرا منہ تیری مدح خوانی کا؟　　بس دعا گوئی تھی مجھے منظور

اس سے زائد تری ستائش میں
نطق بیکار ناطقہ معذور

ہندوستان

(مولانا حالی)

اے حصارِ عافیت اے کشورِ ہندوستاں
زیب دیتا ہے اگر کہئے تجھے سارا جہاں
اک طرف کھینچی ہے قدرت نے تری دیوارِ کوہ
موجزن ہے ایک جانب تیرے بحرِ بیکراں
چوٹیوں پر ہے پہاڑوں کی وہ عالم برف کا
ہے سدا چھائی ہوا جس پر خموشی کا نشاں
بحر میں ہوتا ہے اک شورِ قیامت آشکار
جبکہ اس میں آ کے گرتی ہیں ہزاروں ندیاں
خوف باہر کا ہے تجھ کو اور نہ کچھ اندر کا فکر
دستِ گلچیں نا رسا و نخلِ دولت گلفشاں
تو نے فارغ کر دیا ہے فتح ملکِ غیر سے
پھر ضرورت کیا کہ کھولیں بے سبب تیرا نشاں
چل رہی ہے امن کی ہر سو ہوائے خوشگوار
ہو نہ اب کہہ دو خزاں سے رخنہ اندازِ بہار

ہمارا دیس

(ڈاکٹر محمد اقبال صاحب بجیج القابہم)

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

غربت میں ہوں اگر ہم رہتا ہے دل وطن میں
سمجھو وہیں ہمیں بھی دل ہو جہاں ہمارا

پربت وہ سب سے اونچا ہمسایہ آسماں کا
وہ سنتری ہمارا وہ پاسباں ہمارا

گودی میں کھیلتی ہیں اس کی ہزاروں ندیاں
گلشن ہے جن کے دم سے رشکِ جناں ہمارا

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

یونان و مصر و روما سب مٹ گئے جہاں سے
اب تک مگر ہے باقی نام و نشاں ہمارا

کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری
صدیوں رہا ہے دشمن دورِ زماں ہمارا

اقبال کوئی محرم اپنا نہیں جہاں میں
معلوم کیا کسی کو دردِ نہاں ہمارا

کوہستان ہمالہ

(ڈاکٹر محمد اقبال صاحب بجیج القابہم)

اے ہمالہ اے فصیلِ کشورِ ہندوستاں
چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں

تجھ پہ کچھ ظاہر نہیں دیرینہ روزی کے نشاں
تو جواں ہے دورۂ شام و سحر کے درمیاں

تیری ہستی پر نہیں بادِ تغیر کا اثر
خندہ زن ہے تیری شوکت گردشِ ایام پر

امتحانِ دیدۂ ظاہر میں کوہستاں ہے تو
پاسباں اپنا ہے تو دیوارِ ہندوستاں ہے تو

سوئے خلوتگاہِ دل دامن کشِ انساں ہے تو
مطلعِ اول فلک جس کا ہو وہ دیواں ہے تو

برف نے باندھی ہے دستارِ فضیلت تیرے سر
خندہ زن ہے جو کلاہِ مہرِ عالمتاب پر

سلسلہ تیرا ہے یا بحرِ بلندی موجزن
تیری ہر چوٹی کا دامانِ فلک میں ہے وطن

رقص کرتی ہے مزے سے جس پہ سورج کی کرن
چشمۂ دامن میں رہتی ہے مگر پرتو فگن

چشمۂ دامن ہے یا آئینۂ سیّال ہے
دامنِ موجِ ہوا جس کے لئے رومال ہے

ابر کے ہاتھوں میں رہوارِ ہوا کے واسطے
اے ہمالہ کوئی بازیگاہ ہے تو بھی جسے

تازیانہ دے دیا برقِ سرِ کہسار نے
دستِ قدرت نے بنایا ہے عناصر کے لئے

ہاے کیا جوشِ مسرت سے چلا جاتا ہے ابر
فیلِ بے زنجیر کی صورت اُڑا جاتا ہے ابر

کوہستان ہمالہ

جنبشِ موجِ نسیمِ صبح گہوارہ بنی / جھومتی ہے کیا مزے لے لے کے ہر گل کی کلی
یوں زبانِ برگ سے کہتی ہے اسکی خامشی / دستِ گلچیں کی جھٹک میں نے نہیں دیکھی کبھی
کہ رہی ہے میری خاموشی ہی افسانہ مرا
کُنجِ خلوت خانۂ قدرت ہے کاشانہ مرا

نہر چلتی ہے سرودِ خامشی گاتی ہوئی / آئنہ سا شاہدِ قدرت کو دکھلاتی ہوئی
کوثر و تسنیم کی مانند لہراتی ہوئی / ناز کرتی ہے فرازِ راہ سے جاتی ہوئی
چھیڑتا جا اس عراقِ دلنشیں ساز کو
اے مسافر دل سمجھتا ہے تری آواز کو

لیلیِٰ شب کھولتی ہے آکے جب زلفِ رسا / دامنِ دل کھینچتی ہے آبشاروں کی صدا
وہ خموشی شام کی جس پر تکلم ہو فدا / وہ درختوں پر تفکر کا سماں چھایا ہوا
کانپتا پھرتا ہے کیا رنگِ شفق کہسار پر
خوشنما لگتا ہے یہ غازہ ترے رخسار پر

وہ اُچھالی پنجۂ قدرت نے گیند اک نور کی / جھانکتا ہے وہ درختوں کے پرے خورشید بھی
دل لگی کرتی ہے ہر پتی سے جس کی روشنی / میرے کانوں میں صدا آئی مگر کچھ اَور ہی
دل کی تاریکی میں وہ خورشیدِ جاں افروز ہے
شمعِ ہستی جس کی کرنوں سے ضیا اندوز ہے

آنکھ اے دل کھول اور نظارۂ قدرت کو دیکھ / اس فضا کو اس گل و گلزار کی زینت کو دیکھ
اپنی پستی دیکھ اور اس کوہ کی رفعت کو دیکھ / اس خموشی میں سرورِ گوشۂ عزلت کو دیکھ
شاہدِ مطلب ملے جس سے وہ ساماں ہے یہی
دردِ دل جاتا رہے جس سے وہ درماں ہے یہی

سرگذشت دہلی

منشی عبد الخالق صاحب خلیق دہلوی

اُجڑا ہوا نہیں ہے ہرگز دیارِ دہلی
ہیں زندہ یادگاریں نقش و نگارِ دہلی
پوچھے ہمارے دل سے کوئی بہارِ دہلی
کچھ نام کر گیا ہے ہر تاجدارِ دہلی

تاریخ دفن اس میں ہندوستان کی ہے
یونان مصر و فارس سارے جہان کی ہے

بھارت میں جبکہ ڈنکا پانڈوں کا بج رہا تھا
کوروں کے دل میں جاکر ارجن گرج رہا تھا
وہ بھیم وہ یدھشٹر وہ کرشن سج رہا تھا
بانکوں کا بانکپن بھی جن سے نہ کج رہا تھا

اُن کے محل تھے کیا کیا جمنا ترے کنارے
اندر پرست دہلی کہتے تھے تجھ کو سارے

بھیشم کے دور دورے کوروں کی حکمرانی
پھر جنمے جی نے اپنی کی تیس مار خانی
ایسے ہوئے پرچھپت کلجگ نے ہار مانی
اب نام اُن کا سن لو کھنڈرات کی زبانی

حسرت سے کہہ رہے ہیں دالان ٹوٹے پھوٹے
ہم پر بھی نقش کاری ہم پر تھے بیل بوٹے

تجھ کو پرانے قلعہ آباد رکھنے والا
تعمیر میں نرالی ایجاد رکھنے والا
دُنیا کے حادثوں سے آزاد رکھنے والا
وہ کون نامور تھا بُنیاد رکھنے والا

کیا تجھ میں خوبیاں تھیں کیا شانداریاں تھیں
کس شاہِ ذی حشم کی مہمانداریاں تھیں

دہلی میں راجپوتی لہرا رہا نشاں تھا
کروٹ جو ایک بدلی غوری کا آستاں تھا
اقبال اوج پر تھا ہمدرد آسماں تھا
دُھنتا تھا سر پتھورا مندر مرا یہاں تھا

چونسٹھ تھے اس میں کھمبے کھمبوں میں مورتیں تھیں
ان مورتوں میں کیا کیا عالم کی صورتیں تھیں

مینار قطب صاحب کب سے کھڑا ہوا ہے
کیوں سربلندیوں سے اتنا بڑا ہوا ہے

کچھ بول چال منہ سے کیا تو لڑا ہوا ہے
تیری بنا میں کس کا پتھر گڑا ہوا ہے

اے التمش کی مسجد تو ہی نشاں بتا دے
کرتی تھی حکمرانی رضیہ کہاں بتا دے

چتوڑ کی لڑائی دولت پہ جان دینا
خلجی کا شوخ چنچل صورت پہ جان دینا

وہ قوم کی حمیت عزت پہ جان دینا
جاں باز پدمنی کا عصمت پہ جان دینا

ہیں زندہ داستانیں ہستی رہیگی جب تک
جمنا کنارے دہلی بستی رہیگی جب تک

تغلق نے تخت چھینا قلعہ نیا بنایا
سنگین لاٹ گاڑی سکھ سے رہی رعایا

فیروز شہ نے اپنا پھر کوٹلہ بسایا
یک لخت قہر کیسا نازل ہوا خدایا!

تاتاریوں کو لے کر تیمور لنگ آئے
دلّی کے رہنے والے جانوں سے تنگ آئے

لاکھوں کے خوں بہانے کی لوٹ مار کیسی
آہیں نکل رہی تھیں بے اختیار کیسی

تیغ دودم ہوئی تھی سینے کے پار کیسی
بچوں کے واسطے تھی ماں بیقرار کیسی

ایسا نہ دن دکھائے دشمن کو بھی الٰہی
دہلی کو مدتوں تک جیسی رہی تباہی

وہ خاندانِ لودھی بابر کا چڑھ کے آنا
دیتا تھا جان کیا کیا آزادیوں پہ رانا

میدان پانی پت میں توپوں کا دندنانا
آتا ہے یاد مجھ کو اس وقت کا زمانا

تھی باپ کو محبت بیٹے پہ جان دیدی
مفتوحہ سلطنت کی اس کو زبان دیدی

کی ہے شہ ہمایوں نے سلطنت ادھوری
گردش میں تھا نصیبہ ہندوستاں سے دوری

زوروں پہ چڑھ رہا تھا جب شیر شاہ سوری
ایرانیوں نے کر دی آخر مراد پوری

بیرم کی جاں نثاری اب تک زبان زد ہے

وہ نیکنام زندہ دُنیا میں تا ابد ہے

کیا تربتِ ہمایوں پہ مقبرہ بنا ہے
طوطیٔ ہند نامی خسرو یہیں دبا ہے

صفدر کا مدرسہ ہے درگاہِ اولیا ہے
تیرا جہان آراسبزہ ہرا بھرا ہے

غالب کی ہے یہیں پر اُجڑی ہوئی نشانی
اُردو لحد کے اوپر کرتی ہے نوحہ خوانی

درگاہِ قطب صاحب سنگِ مزار دیکھے
شاہوں کے جشن کیا کیا پروردگار دیکھے

سہروں میں پھول دیکھے پھولوں میں خار دیکھے
آخر کو زیرِ تربت سب تاجدار دیکھے

سُکھ نیند سو رہے ہیں قبروں میں شاہزادے
یا بادِ سحر جگا دے

انساں کو جاں پیاری جاں کو بدن پیارا
عاشق کو کوئے جاناں شیریں کو بن پیارا

بلبل کو گُل مبارک گُل کو چمن پیارا
شاہِ جہاں کو دہلی ہم کو وطن پیارا

رکھینگے یاد اس کو جیتے رہینگے جب تک
جامِ شرابِ عشرت پیتے رہینگے جب تک

دہلی کے لال قلعہ فردوس کے نمونے
دربارِ شہ جہانی دیکھا ہے خوب تونے

اقبال دوڑتا تھا قدموں کو تیرے چھونے
پائی تھی کامیابی کس کس کی آرزو نے

کس تخت پر مرصّع طاؤس جلوہ گر تھے
فرمانروائے دولت بیٹھے ہوئے کدھر تھے

دیوانِ خاص تیرا دیوانِ عام تیرا
شوکت کنیز تیری۔ رتبہ غلام تیرا

آئین کے موافق ہر انتظام تیرا
مشہور ہو رہا تھا دنیا میں نام تیرا

انصاف پروری سے دلّی پری ہوئی تھی
اس شہر میں اٹاٹٹ دولت بھری ہوئی تھی

ہاں تجھ کو جامع مسجد رضواں پہ برتری ہے
جب تک ہے حوض جاری اس نام میں تری ہے

عالم فریب منظر اندازِ دلبری ہے
نیکی کی جڑ ہری ہے نیکی کی جڑ ہری ہے

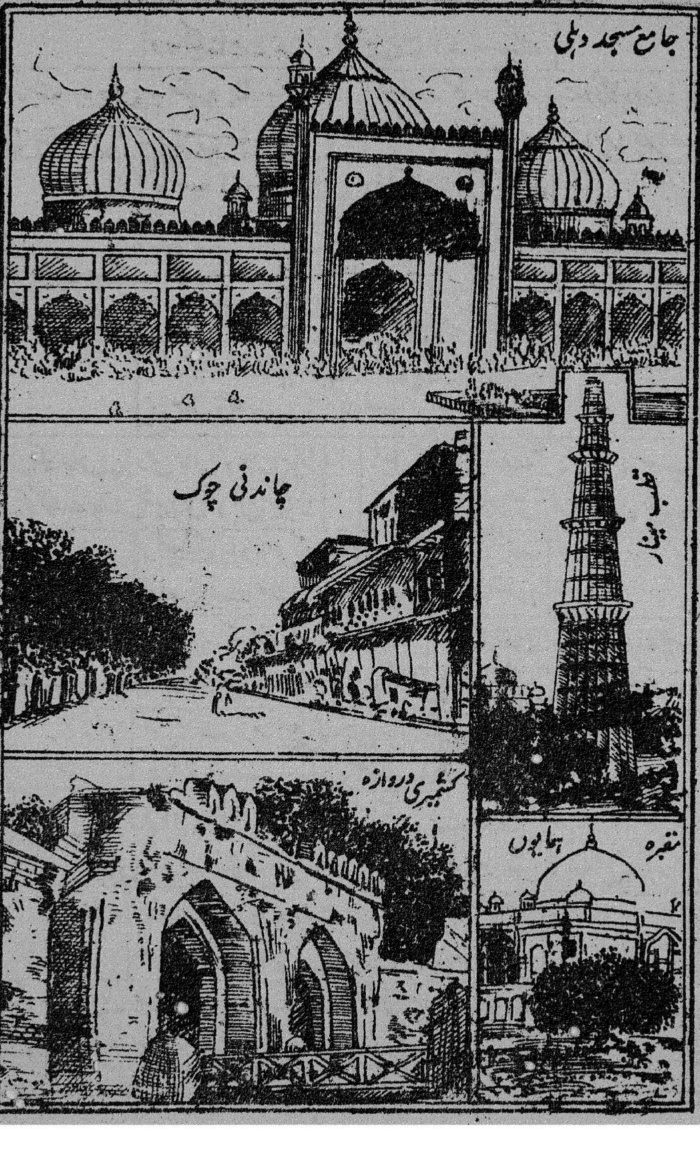
جامع مسجد دہلی
چاندنی چوک
قطب مینار
کشمیری دروازہ
مقبرہ ہمایوں

جنّت میں کیوں نمازی جائیں نماز پڑھنے
دلّی میں جب فرشتے آئیں نماز پڑھنے

حامیٔ دینِ احمد اورنگ زیب نامی
لیکن رہا ہے کس کا جاہ و حشم دوامی

ارکانِ سلطنت کی لیتا رہا سلامی
مغلوں کے دبدبے میں آنے لگی تھی خامی

ایسے سحر میں بیٹھے جلسوں میں شام کر دی
ان عیشی جیوڑوں نے ترکی تمام کر دی

ایسے ہوئے محمد شاہِ زماں رنگیلے
دربار میں طوائف آتے تھے بے وسیلے

نقال بھانڈ کتھک مجرا کریں سجیلے
شیشہ کی یہ صدا تھی جامِ شراب پی لے

رندوں کا لال قلعہ میخانہ بن رہا تھا
خود بادشاہِ دہلی مستانہ بن رہا تھا

نادر کی فوج آئی نشہ حرام کرنے
مسجد میں آکے بیٹھا جب قتلِ عام کرنے

پابندِ عیش جاتے کیوں روک تھام کرنے
پہنچا وزیرِ اعظم جھک کر سلام کرنے

نادر ہوا روانہ پھینکے اٹھا کے لاشے
مستِ شرابِ عشرت کرنے لگے تماشے

چوپٹ تھے شاہ عالم اندھیر چھا رہا تھا
ہر شخص اپنا اپنا نقشہ جما رہا تھا

ظالم غلام قادر آنکھیں دکھا رہا تھا
ہلکر اچھل اچھل کر فتنے اٹھا رہا تھا

دہلی نے ہائے کیا کیا آشوبِ دہر جھیلے
آئے کبھی مرہٹے چھائے کبھی رُہیلے

ساعت سعید آئی پھر وقتِ نیک آیا
سب سے نجات پائی جب لارڈ لیک آیا

دلّی کو فتح کرنے انگریز ایک آیا
بارے ہوا بڑا دن کھانے میں کیک آیا

سکہ جمایا اپنا اب ایسٹ انڈیا نے
ہر سو کے شور و غل تھے بجتے تھے شادیانے

بس ایک لاکھ پنشن پاتا تھا شاہِ دہلی
پر نام تھا ابھی تک عالم پناہِ دہلی

پھر انقلاب آیا بگڑی سپاہ دہلی | پھر خاک میں ملایا کالوں نے شاہ دہلی

مغلوں کی سلطنت کا نام و نشاں نہ رکھا
بابر کا نام لیوا باقی یہاں نہ رکھا

ملکہ ہوئی یہاں کی وکٹوریہ پیاری | فرمان کردیا تھا امن و اماں کا جاری
بازار میں لٹن کی نکلی بڑی سواری | دربارِ قیصری کی بڑھکر تھی شانداری

ہندوستان کے راجا خیل و خدم سے آئے
اقبال جاہ و حشمت جن کے قدم سے آئے

پھر ایڈورڈ ہفتم نے کی صلح پسندی | رشیا سے رشتہ جوڑا جرمن سے بھائی بندی
خوش انتظامیوں کے صدقے تھی عقلمندی | دہلی کا کارونیشن شاہانہ سربلندی

پیل دماں پہ نکلے کرزن سوار ہوکر
چلنے لگی سواری بادِ بہار ہوکر

اب آپ جارج پنجم دربار کر گئے ہیں | فیضِ قدم سے بَن کو گلزار کر گئے ہیں
امن و اماں کا سب سے اقرار کر گئے ہیں | تعریف روزمرہ اخبار کر گئے ہیں

یہ جشن ہو مبارک یہ جشن ہو مبارک
ہندوستان دہلی انگلینڈ کو مبارک

چہرہ ہے نور افشاں کیا شانِ قیصری ہے | اقبال و دبدبہ سے عالم کو تھرتھری ہے
قبضہ میں بحر و بر ہیں مشہور سروری ہے | نوشیرواں سے بڑھکر انصاف گستری ہے

زیر و زبر ہیں یکساں ایسی ہے حکمرانی
پیتے ہیں شیر بکری اب ایک گھاٹ پانی

ریلوں کی ہے ترقی جاری ہے ڈاکخانہ | زوروں پہ ہے تجارت صنعت کا ہے زمانہ
نہروں سے آبپاشی کھیتوں پہ آبیانہ | فوج و پولیس مُعیّن بھرپور ہے خزانہ

سکھوں کا ڈھنگ دیکھا مغلوں کا [illegible] دیکھا
ایسا نہ عہد دیکھا ایسا نہ دور دیکھا

اقبال کی رہیگی دولت شفیق جب تک
آزادیوں کا حامی لبرل فریق جب تک

ہے عدل کی جہاں میں رحمت رفیق جب تک
ہم بھی دعائیں دینگے ہر دم خلیق جب تک

ملکہ و جارج پنجم انصاف و عدل پیشہ
زندہ رہیں ہمیشہ زندہ رہیں ہمیشہ

دہلی کی شان دگنی ہوجائیگی یقیں ہے
خلدِ بریں سے بہتر اس شہر کی زمیں ہے

اُجڑا ہوا نہیں ہے اجڑا ہوا نہیں ہے
ہر نقش دلفزا ہے ہر بات دلنشیں ہے

لندن بنا ہوا ہے ہندوستان میں دہلی
ہے انتخاب بیشک سارے جہاں میں دہلی

ہستناپور

(مولوی سید محمد کاظم صاحب حبیب کنتوری)

ہے یاد اے ہستناپور اگلی تیری دولت و عظمت
وہ مال و زر کی افزونی وہ عظم و شاں وہ شوکت
نظر میں ہیں برہمن ویش شدر اور چھتری تیرے
دلوں میں تیری وہ عزت زبانوں پر تیری شہرت
زمیں تیری کسی دن آسماں تھی اُن ستاروں کی
یقیں تھا جن کو اُن کی چاند سورج سے ہوئی خِلقت
یہ تھا کل ہند میں عالم علوّ و شان کا اُن کی
رعایا دل سے کرلیتی تھی اقرارِ الوہیت
کوئی تاریخ اپنی گو نہ لکھی اِن حکیموں نے
فسانوں نے جما رکھی ہے پر اب تک وہی ہیبت
ہزاروں سال تھیں فرمانروا وہ آریہ نسلیں

مہا بھارت کے افسانہ سے ہے جن کی عیاں قوت
وہ پانی پت کا میداں اور وہ فوجوں کے دَل اُن کے
خبر دیتے ہیں زور و بُزدِلی کی کچھ بہر صورت
حکومت آریہ میں تو نے پرتھی راج تک رکھی
خصومت باہمی محفوظ لیکن آج تک رکھی
تھے باشندے ترے دلدادہ تازہ رسمِ آئیں کے
بنایا غوریوں کو حکمراں بعد اہلِ غزنیں کے
پھر اُن کے بعد اخترِ غلامیوں کے تخت کا چمکا
اُٹھے کاموں پہ جن کے شور ہر جانب سے تحسیں کے
تغیر ہوتے ہوتے تغلقوں کا دور آ پہنچا
تری بنیاد میں محکم ہوئے آثار تزئیں کے
کیا پھر اہلِ فرغانہ کو اپنا والہ و شیدا
بہا خوں مُلک میں تختے کھلے گلہائے رنگیں کے
بنایا تختگہ پھر تجھکو اپنا آ کے بابر نے
یہاں جو آدمِ ثانی ہیں تیموری سلاطیں کے
کہائے سورماں سوری ہٹا کر گو ہمایوں کو
کیا نظم و نسق ڈنکے بجائے اپنے آئیں کے
مگر نکلا وہ ایسا عزم و استقلال کا پُتلا
چمک نے جس کی رُخ پلٹا دئے ہر ناتواں بیں کے
وہ آبِ رفتہ جب ایراں سے جوئے ہند میں آیا
تو بوسے فتح و نصرت نے لئے دستِ نگاریں کے
ابھی تک سُرمۂ اہلِ نظر ہے خاکِ پا اُس کی
خطِ تقدیرِ اہلِ ہند ہیں طغرے فرامیں کے

اسی کے صلب سے پیدا ہوا تھا اکبر اعظم
زمیں پر تیری جو چمکا تھا بن کر نیر اعظم
شہاب الدین خورم نامور اکبر کا پوتا تھا
لقب جس نے تجھے شاہِ جہاں آباد کا بخشا
رہی پیہم ترقی اس گھرانے میں چھ پشتوں تک
بڑھا جاہ و حشم بابر سے تا اورنگ زیب اچھا
ہوا مرتے ہی عالمگیر کے کچھ اور ہی عالم
لڑائی چھڑ گئی آپس میں شورش کا ہوا چرچا
ہوئی فکر اپنی اپنی سب ہوا خواہانِ دولت کو
ہر اک جا ملک بھر میں فتنۂ خوابیدہ جاگ اُٹھا
ہوئی غفلت مُسلّط وارثانِ ملک و دولت پر
ہوائیں عیش و عشرت کی چلیں بختِ جواں سویا
سجھائیں حرص دولت نے بُری باتیں وزیروں کو
بٹھایا جس کو چاہا تخت پر مارا جسے چاہا
ہزاروں سازشیں ہونے لگیں ہر ایک پردہ میں
ملا جس کو دو اک لٹتے ہوئے گھر سے وہ لے بھاگا
بڑھائے پاؤں حد سے اپنے بیرونی حریفوں نے
کبھی نادر بڑھا اور گاہ احمد شاہ اُٹھ دوڑا
سکھوں نے سر اُٹھایا پاؤں پھیلائے مرہٹوں نے
اُجاڑا بستیوں کو شہر لٹوائے مرہٹوں نے
کیا اندازہ جب اس طرح تو نے اپنی حالت کا
تو رکھا تاج اُس فرقِ ہمایوں پر حکومت کا
سرِ عزت ہمارا عرش تک پہنچا دیا جس نے

بہت کم ہے ادا ہو شکر جتنا اس عنایت کا
کئے تھے تو نے گو پہلے بھی اسکے انتخاب ایسے
کہ پایا کم کسی نے مدتوں موقع شکایت کا
مگر یہ انتخابِ آخری ہے بے بدل ایسا
زبانوں کو نہیں باقی ہے یارا جسکی مدحت کا
ملی تھیں عزتیں گو تجھ کو پہلے حکمرانوں سے
مگر نعمت کے اندازہ ہی پر ہے شکر نعمت کا
میسر تھا کوئی فرمانروا کس دن تجھے ایسا
ہو پانچوں برِ اعظم پر اثر جس کی حکومت کا
سوا ہر برِ اعظم کے ہو وہ کل بحر کا مالک
بنیں زنجیرِ پائے مہر حلقہ اس کی دولت کا
سبک نوشیرواں کے عدل کا پلہ رہے جس سے
کرے آفاق میں بازار گرم ایسا عدالت کا
ہر اک جا ایشیا سے تا بہ یورپ جس کا سکہ ہو
بھریں افریقہ و امریکہ میں دم سب اطاعت کا
جہاں سے نامِ کلفت سر بسر جس نے مٹایا ہو
رعایا کے لئے کھولا ہو در آرام و راحت کا
نہ یوں روشن ضیاے علم سے آنکھیں ہماری تھیں
تھی کب یہ تار برقی اور کہاں یہ ریلیں جاری تھیں
بھلا دودی جہاز اس طرح کے کس نے بنائے تھے
یہاں یورپ سے کس دن لوگ دو ہفتہ میں آئے تھے

؎ یعنی سلطنت برطانیہ میں کسی وقت آفتاب غروب نہیں ہوتا ۔

ہے آساں جا کے پڑھنا جس طرح کیمبرج کالج میں
کبھی کلکتہ سے دہلی میں یوں طلاب آئے تھے

بہت دشوار تھا بغداد سے جانا بخارا تک
کسی نے کب یہ طےِ ارض کے سامان پائے تھے —

مصیبت شام والوں کے لئے تھا مصر کا جانا
کسی کو خضر نے بھی راستے ایسے دکھائے تھے

نظر آئے تھے کب سامان ایسے حفظ صحت کے
ہمیں کب یہ سبق اربابِ حکمت نے پڑھائے تھے

ہوئی تھی پرورش کب قحط میں ایسی رعایا کی
زمیں پر کس نے ایسے فیض کے دریا بہائے تھے

کسی تاریخ میں اس کی نظیریں مل نہیں سکتیں
سلیقے سچی ہمدردی کے ایسے کس نے پائے تھے

ہوئی ہے تاجپوشی کتنے ہی شاہانِ یورپ کی
سمندر پار کس نے ہند سے مہماں بلائے تھے

دعا یہ ہے رہے دائم یہ نظمِ مملکت قائم
نئے ساماں سے یوں تیرے مکاں کس نے جلائے تھے

یہ برقی روشنی دیکھی تھی پہلے کس کی آنکھوں نے
گلِ صنعت کسی کے ہاتھ نے یوں کب کھلائے تھے

یہ عظمت ایکساں کرتے تھے شاہانِ جہاں کس کی
تھی عالی رتبہ مادر قیصرِ ہندوستاں کس کی

فہرستِ ابواب مضامین شوکت انگلشیہ

مضامین	صفحہ
باب اول - دار السلطنت لندن کے حالات - ابتدائی مضامین جائے وقوع - آب و ہوا - باشندے - پیداوار - آبادی - ریلوے - ٹرام گاڑیاں کشتیاں - تجارت - تعلیم - اخبارات + لندن کے بعض قابلِ دید مقامات جن میں ونڈسر کیسل - فارن آفس - انڈیا آفس وغیرہ - سنٹ پال گرجا - ہوس آف پارلیمنٹ - میڈم تشو اگزیبشن - زولاجیکل گارڈن یا باغ وحش پوسٹ آفس - ٹیلیگراف - فائر انجن بریگیڈ - پین ورک - پن ونک یعنی قلم بنانے کا کارخانہ - آکسفورڈ یونیورسٹی کی بوڈلین لائبریری - انڈین یونیورسٹی نیچرل ہسٹری میوزیم - نیشنل گیلری وغیرہ مضامین مندرج ہیں +	۱ تا ۵۱
باب دوم - خاندان شاہی کی سوانح عمری - جس میں خاندان وکٹوریہ کے مورثوں تا جدار یعنی ملکہ وکٹوریہ - شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم - شہنشاہ جارج پنجم بہادر کے ضروری حالات درج ہیں +	۵۱ تا ۸۹
باب سوم - سلطنت انگریزی کی وسعت و عظمت - جس میں سرکار انگریزی کی ابتدا - موجودہ رقبہ - آبادی - اختلاف مذاہب و ملل و اختلاف زبان - محاصل سالانہ - بری فوجی قوت - بحری فوجی قوت - ہوائی جہاز یا آلہ ہائے پرواز شہنشاہی اقتدار - تجارت - ریل - جہاز تار و ڈاک - اخبار اور رسالے - سکے نظام سلطنت - دنیا میں سلطنت انگریزی کے مشہور ممالک - سرکار انگریزی کے اصول حکومت وغیرہ مضامین دیئے گئے ہیں +	۸۹ تا [illegible]
باب چہارم - ہندوستان قدیم و جدید کا تاریخی نظارہ - جس میں قدیم باشندے آریوں کا حملہ - بدھ کی پیدائش - ایرانیوں کا حملہ - سکندر اعظم کا حملہ - ہندو مذہب کی دوبارہ سرسبزی - اسلامی قبضہ - انگریزوں کی آمد - زوال سلطنت مغلیہ کے مضامین مع مناسب تصاویر و نقشجات کے دیئے گئے ہیں - ہندوستان میں سلطنت انگریزی کے کارنامے جس میں ملکی امن و امان - صحت جسمانی و آزادی مذاہب - انصاف و عدالت - آزادی رائے - تعلیم - تجارت - زمینداری - تار و ڈاک - ریل - سلطنت انگریزی میں ہندوستان کی انتظامی تقسیم - اگزیکٹو کونسل - امپیریل لیجسلیٹو کونسل - پراونشل کونسلیں - صیغہ ہائے انتظامی - مال - ہائیکورٹ - صحت و صفائی وغیرہ کے مضامین مع تصاویر مناسب دیئے گئے ہیں - ہندوستان میں شاہی دربار جس میں دربار قیصری ۱۸۷۷ء - شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کا دربار ۱۹۰۳ء - شہنشاہ جارج پنجم کا دربار ۱۹۱۱ء مع کیفیت داخلہ و جلوس شاہی و دربار تاجپوشی کے مضامین دیئے گئے ہیں +	[illegible] تا ۱۶۱
باب پنجم - نظم - زمزمہ برکات انگلشیہ - انتظام عہد انگریزی - تزک قیصری حکومت انگریزی - برطانیہ کا جھنڈا - شہنشاہ جارج پنجم - ہندوستان اور شہنشاہ کے عنوانوں سے مشہور و مستند شعرا کی نظمیں درج ہیں + ہندوستان - ہمارا وطن - کوہستان ہمالہ - سرگذشت دہلی - ہستناپور + ...	۱۶۲ تا ۱۹۲

مختصر فہرست نقشجات وچارٹ ہائے مُرتبہ کارخانہ

مولوی فیروزالدین اینڈ سنز پبلشرز لاہور

یہ کارخانہ سنہ ۱۹۰۸ء سے جاری ہے اور اسکے کئی ایک نقشجات وچارٹ سررشتہ تعلیم پنجاب کی طرف سے باقاعدہ منظور ہو چکے ہیں جن کی خریداری امدادی مدارس کو زرِامداد بھی مل سکتا ہے۔ علاوہ ازیں بہت سے نئے فزیکل اور تصاویری چارٹ وغیرہ ایسے ہیں کہ دوسری جگہ نہ ملینگے :-

نقشہ تمدن ومعاشرت دنیا مع کلید	۳۲
نقشہ برٹش امپائر	للعہ
نقشجات دُنیا - پنجاب - ہندوستان وغیرہ فی عدد	۸
تاریخ ہند کے ۱۰ چارٹوں کا مجموعی سٹ	۱۲
فزیکل یعنی طبعی ۹ چارٹوں کا سٹ	۵
حروف تہجی کے ۵۰ چارٹوں کا لائق دید وقابل داد سٹ	۸
جانوروں کی علیحدہ علیحدہ تصاویر کے ۴۲ چارٹ	۵
جانوروں کے چار چارٹوں کا مجموعی سٹ	للعہ
نقشجات اضلاع اُردو ہندی یا گورمکھی	۸
تاریخ تخت وتاج ہند مجلد	۱
تاریخ پنجاب . . . . ۸ / - تاریخ جموں وکشمیر . . .	۵/
جغرافیہ جموں وکشمیر . . . ۱۸/ - مختصر تاریخ ریاست رامپور	۲/

ہرضلع کا نقشہ حسب ہدایت بھی تیار ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ پچاس سے کم یکمشت خریداری نہ ہو ◆ تاجروں کو دس روپیہ فی صدی کمیشن

جملہ فرمائشات مولوی فیروزالدین اینڈ سنز پبلشرز لاہور کے نام آنی چاہئیں

M.S. 2. K. I. Y. S. O. U. H. D.